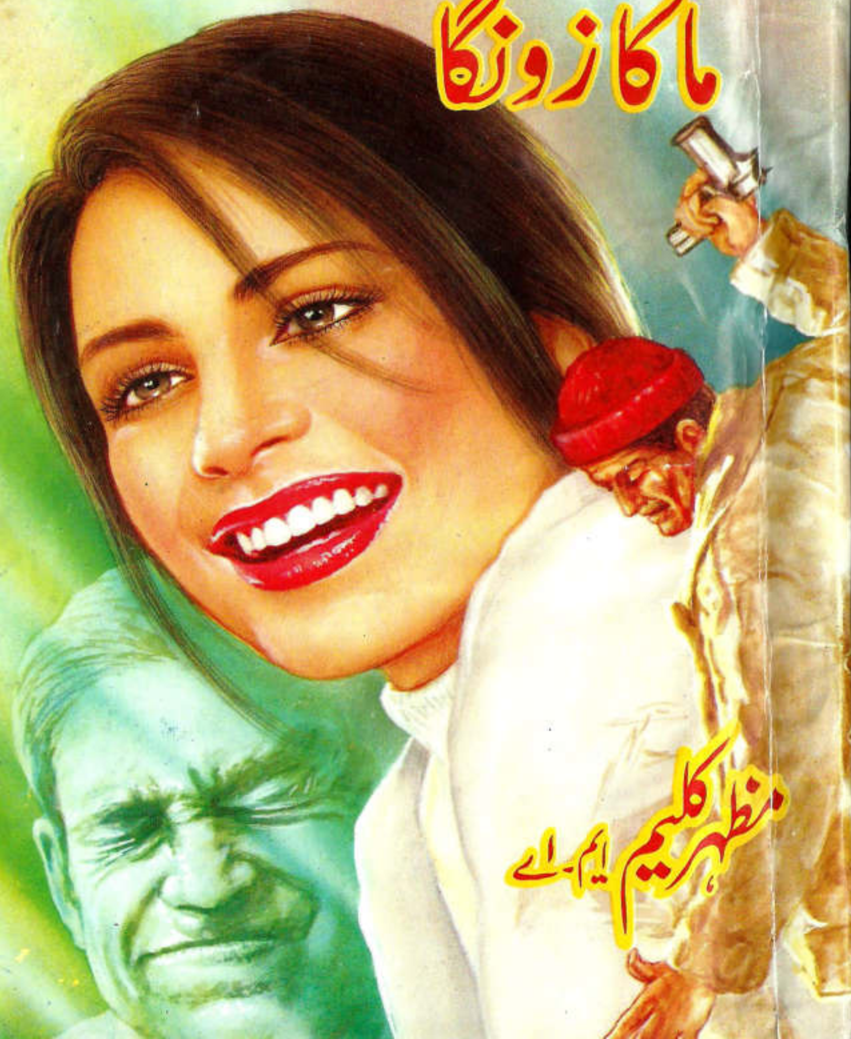
عمران سیریز

ماکازونگا

مظہر کلیم ایم۔اے



عمران سیریز

ماکازونگا

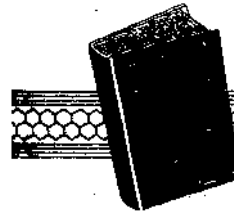
مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

کتب ملنے کا پتہ۔
یوسف برادرز الحمد مارکیٹ اردو بازار لاہور
Mob:0300-9401919

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کے لئے پبلشرز، مصنف، پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشر ——— محمد یوسف قریشی
اہتمام ——— محمد بلال قریشی
قانونی مشیران ——— غلام مصطفیٰ قریشی ملتان
——— ملک محمد اشرف لاہور
طابع ——— پرنٹ یارڈ پرنٹرز لاہور
قیمت ——— -/120 روپے



چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ مانکا زونگا کا نیا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ ناول میری پہلی کاوش ہے۔ یہ پہلی کاوش ہی آپ کو جس طرح پسند آئی ۔ اس کے لیے جہاں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا شکر گزار ہوں۔ وہاں میں آپ کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ آپ کی اس بے پناہ حوصلہ افزائی نے مجھے مزید لکھنے پر مجبور کر دیا۔

یہ ناول جب شائع ہوا تھا تو اس وقت مارکیٹ میں ابن صفی کا سکہ چلتا تھا اور کوئی بھی پبلشر کسی نئے نام کو متعارف کرانے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ حسب روایت یہ ناول بھی ابن صفی کے لیبل کے تحت چھپا لیکن اس کے پیش لفظ میں میں نے لکھا کہ اگر قارئین نئے ناموں کی حوصلہ افزائی کریں تو ابن صفی کا سکہ کھوٹا ثابت ہو سکتا ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ قارئین نے میری بات کو لبیک کہا اور نتیجہ آپ کے سامنے ہے کہ آج جاسوسی ادب میں کئی نئے نام اپنا مقام بنا چکے ہیں اور جاسوسی ادب کا مستقبل روز بروز درخشاں ہوتا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں ابھی میں سمجھتا ہوں کہ ایک اور حصار ایسا رہ گیا ہے۔ جس سے نکلنا بے حد ضروری ہے۔ ہمارا جاسوسی ادب مخصوص کرداروں کے مضبوط جال میں جکڑا ہوا ہے۔ نئے کردار چھاپنا آج بھی پبلشر کے

لیے اتنا ہی مشکل ہے جتنا کسی وقت میں نئے نام شائع کرنا تھا۔ میں ایک بار پھر قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ نئے کرداروں کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ ہمارا جاسوسی ادب اس آخری حصار کو بھی پھلانگ لے اور مصنفین حضرات کو اپنی صحیح تخلیقی صلاحیتوں کے اظہار کا موقعہ ملے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جلد ہی ایسے نئے کردار سامنے آجائیں گے جو اپنی منفرد اور رنگارنگ صلاحیتوں کی بنا پر جاسوسی ادب کو چار چاند لگا دیں۔

مجھے امید ہے کہ قارئین اس تحریک میں ضرور تعاون فرمائیں گے اور اس کی کامیابی کے لیے راہ ہموار کریں گے۔

اب مجھے اجازت دیں۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

سردی اپنے پورے شباب پر تھی۔ عموماً زندگی کی جولانیاں شام ہوتے ہی ختم ہو جاتی ہیں لیکن امراء طبقہ کی اصل زندگی شام سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اس لیے شہر کے تمام بڑے بڑے ہوٹلوں ، رقص گاہوں، جوئے خانوں اور عیاشی کے خفیہ اڈوں میں شام ہوتے ہی چہل پہل شروع ہو جاتی اور پھر صبح تک رنگ و نور کا ایک سیلاب ہر طرف رواں دواں نظر آتا۔ رین بو ہوٹل دارالحکومت کا انتہائی شاندار اور وسیع وعریض ہوٹل تھا جہاں صرف اعلیٰ امراء طبقہ ہی داخل ہونے کی جرأت کرسکتا تھا۔ ویسے تو چہل پہل یہاں ہر رات ہوتی تھی لیکن آج تو یہ چہل پہل اپنے پورے شباب پر تھی۔ ہال میں کرسیاں انتہائی قرینے سے سجائی گئی تھیں۔ ہر خالی ٹیبل پر ریزرو کا کارڈ لگا ہوا تھا۔ ہال کو اتنی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا کہ انسان دیکھتے کا دیکھتا ہی رہ جاتا۔ وہ ایسا محسوس کرتا جیسے الف لیلیٰ کی دنیا میں آ پہنچا ہو۔ پورا ہال بھرا ہوا

تھا۔ صرف چند میزیں خالی تھیں۔ یہ سجاوٹ اور رونق رقاصہ میری کے دم سے تھی۔ جس کی شہرت کا ستارہ آج کل بام عروج پر پہنچا ہوا تھا۔ پوری دنیا میں اس کا رقص اور حسن کی شہرت تھی۔ ہوٹل رین بو میں اس کے رقص کا یہ دوسرا روز تھا۔ کل رقص ہی اتنا جذبات خیز اور ہیجان آور ثابت ہوا کہ لوگ اس کے فن حسن اور شباب پر مر مٹے تھے۔ اس لیے آج کل سے بھی زیادہ رونق تھی۔ ابھی پروگرام شروع ہونے میں کافی دیر تھی۔ اس لیے تمام لوگ ڈنر اور شراب وغیرہ سے شغل کر رہے تھے۔ ہال میں ہلکے ہلکے مترنم قہقہے گونج رہے تھے جن کی شیرینی کے سامنے ہال میں بجنے والا آرکسٹرا بھی کبھی کبھی ماند پڑ جاتا تھا۔

اچانک ہال کے دروازے پر عمران نمودار ہوا۔ وہ زور سے کھنکھارا اور ایک دم تمام لوگوں کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں اور پھر ہال میں ایک دم، قہقہے گونج اٹھے۔ اس کی حالت ہی اتنی مضحکہ خیز تھی کہ سنجیدہ سے سنجیدہ انسان بھی ہنسنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ ایک تو ٹیکنی کلر لباس پھر چہرے پر حماقت کی دبیز تہیں ۔ وہ ہال کو اتنی حیرانگی سے دیکھ رہا تھا جیسے پتھر کے زمانے کا انسان ہو اور یہ سب کچھ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا ہو۔ دیکھنے کا انداز ہی اتنا مضحکہ خیز تھا کہ لوگوں کو بے تحاشہ ہنسنے پر مجبور کر دیتا۔ وہ غور سے ہر چیز کو دیکھتا۔ پہلے ایک آنکھ بند کر کے پھر دوسری اور پھر دونوں آنکھیں۔ جب دونوں آنکھوں سے کچھ نہ نظر آتا تو چہرے پر جھنجھلاہٹ طاری ہو جاتی۔ اسے وہاں اس طرح دیکھتے دیکھ کر ایک ویٹر ادب سے اس کی طرف بڑھا اور اس سے ریزرویشن کارڈ

کے متعلق پوچھنے لگا۔ پہلے تو عمران نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ جب ویٹر زور سے بولا تو وہ ایسے اچھلا جیسے کسی سانپ نے اسے ڈس لیا ہو۔ وہ سنبھلتے سنبھلتے بھی ویٹر کو اپنے ساتھ زمین پر لے آیا۔ ویٹر کے چہرے پر شدید غصے کے آثار تھے۔ لیکن وہ کچھ نہ بولا اور عمران کھڑے ہو کر ایسے کپڑے صاف کر رہا تھا جیسے گرنا اس کا معمول ہو۔ پھر وہ وہاں سے آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک میز پر جا بیٹھا۔ میز پر اس کے نام کا کارڈ لگا ہوا تھا۔ جو اس کے بیٹھتے ہی پاس کھڑے ہوئے ویٹر نے اٹھا کر میز کے نیچے رکھ دیا۔ اس میز پر چار کرسیاں تھیں۔ عمران نے ساتھ والی کرسی پر ٹانگیں رکھ دیں اور اطمینان سے جیب میں ہاتھ ڈال کر چیونگم کا پیکٹ نکالا اسے پھاڑا اور پھر چیونگم کا ایک پیس منہ میں ڈال لیا۔ لوگ اسے انتہائی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے اور پھر اس کے بیٹھنے کا انداز اب بھی ہنسی لوگوں کی برداشت سے باہر تھی۔ ایک سمارٹ نوجوان پاس والی میز سے اٹھ کر اس کے پاس آیا اور اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا لیکن عمران کے انہماک میں کوئی فرق نہ آیا۔

”کیا آپ پہلی بار کسی ہوٹل میں آئے ہیں۔“ ـــــ نوجوان بولا۔ عمران چونکا اور نوجوان کی طرف دیکھ کر فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر سینے سے لگایا اور زور سے بولا۔

”ہائے میری جان تیری تلاش میں میں نے تو سمندر چھان مارے۔ میں روسی راکٹ میں بیٹھ کر خلا میں ہو آیا۔ مگر تم کہیں نہ ملے۔“ ـــــ نوجوان گھبرا گیا اور غصے سے بولا۔

"کیا تم پاگل ہو۔"

"میری جان ہر عاشق کو پاگل ہی کہا جاتا ہے اور پھر تمہارے جیسی حسینہ کا عاشق۔"

نوجوان جھینپ گیا اور پھر اس نے کھسکنے میں ہی عافیت سمجھی۔ اس کی حالت دیکھ کر ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ ہنستے ہنستے بے حال ہو گئے مگر عمران پھر اسی طرح بیٹھ گیا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔ اتنے میں صفدر، جولیا اور چوہان ہال میں داخل ہوئے۔ وہ تینوں اعلیٰ لباس میں ملبوس تھے۔ خاص طور پر جولیا تو آج خوب بن سنور کر آئی تھی۔ آج کی دعوت بھی انہیں عمران نے دی تھی۔ وہ عمران کی طرف تیر کی طرح بڑھے اور ہیلو کا نعرہ لگاتے ہوئے کرسیوں پر بیٹھ گئے مگر جولیا کی کرسی پر عمران پیر پھیلائے بیٹھا تھا۔ اس لیے وہ کھڑی رہی اور عمران کی یہ حالت دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"یہ کوئی بیٹھنے کا انداز ہے۔ ہٹاؤ میری کرسی پر سے پیر۔"

لیکن عمران بھلا ایسی کچی عرضی کہاں سنتا تھا۔ اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ وہ اسی طرح پیر پھیلائے چیونگم چباتا رہا۔ اب تو جولیا کا پارہ ایک دم ایک سو دس ڈگری پر پہنچ گیا۔ وہ اور تو کچھ نہ کر سکی۔ اس نے میز پر سے ایش ٹرے اٹھایا اور عمران کے سر پر دے مارا مگر مدمقابل بھی عمران تھا۔ اس صدی کا چالاک ترین انسان۔ ایش ٹرے لگنے سے پہلے وہ کرسی چھوڑ چکا تھا۔ جولیا جھنجھلا کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ عمران پھر اپنی کرسی پر ایسے بیٹھ گیا جیسے کچھ بھی نہ ہوا ہو۔ تمام لوگوں کی

نظریں ان کی طرف تھیں۔ ان میں سے چند کی آنکھوں میں ملامت کے آثار تھے اور باقی مسکرا رہے تھے۔

"عمران صاحب آج کی دعوت آخر کس مقصد کے لیے ہے۔"

صفدر عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔

"آج میں اور جولیا اپنے عشق کی پہلی سالگرہ منا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ دعوت دی ہے ورنہ مجھے کسی حکیم نے بتایا تھا کہ میں اتنے پیسے خرچ کروں۔"

صفدر اور چوہان ہنسنے لگے اور جولیا بھنا کر رہ گئی۔ مگر کچھ نہ بولی۔ اس کے بعد باتوں کا سلسلہ چل نکلا۔ عمران نے کافی منگوائی تھی۔ آہستہ آہستہ جولیا بھی باتوں میں دلچسپی لینے لگی اور اس کا غصہ اتر گیا مگر عمران باتوں کے ساتھ ساتھ ہال پر بھی نظر دوڑا لیتا۔ اچانک وہ بری طرح چونکا اور پھر سنبھل کر بیٹھ گیا لیکن یہ صرف چند سیکنڈ کے لیے ہوا۔ اس کے بعد وہ اسی طرح لاپرواہ ہو گیا لیکن صفدر خاص طور پر تشویش میں پڑ گیا۔ کیونکہ عمران کا اس طرح چونکنا اس کے لیے کسی خاص بات کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ اس کی نظریں فوراً داخلی دروازے کی طرف اٹھیں۔ وہاں سے ایک غیر ملکی نوجوان انتہائی اعلیٰ سوٹ میں ملبوس آہستہ آہستہ ایک میز کی طرف بڑھ رہا تھا۔ صفدر نے سمجھ لیا کہ عمران اسے ہی دیکھ کر چونکا ہے۔

"یہ کون ہے۔"۔۔۔۔۔ اس نے عمران سے پوچھا۔

"میری ہونے والی بیوی کے داماد کا سسر۔"۔۔۔۔۔ عمران نے

کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی۔''۔۔۔۔چوہان نے حیرت سے منہ پھاڑ کر پوچھا۔

''کمال ہے۔ اتنی بڑی بات ہوگئی اور تم کہتے ہو کوئی بات ہی نہیں۔''۔۔۔۔عمران منہ بنا کر بولا۔

''آخر ہوا کیا۔''۔۔۔۔جولیا تے پھاڑ کھانے والے انداز میں پوچھا۔

''یہ نوجوان جرمنی کی سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا نام ملڈن ہے۔''۔۔۔۔عمران نے ان کی طرف منہ کر کے آہستہ سے کہا۔

''جرمنی، مگر یہ یہاں کہاں۔''۔۔۔۔صفدر اپنی حیرت نہ چھپا سکا۔

''یہی تو میں سوچ رہا ہوں۔''

''مگر تم اسے کس طرح جانتے ہو۔''

''میں کس کو نہیں جانتا۔ کہو تو اس کی سات پشتوں کا حال بیان کر دوں۔''۔۔۔۔عمران نے کہا۔

''خیر ہوگا۔ ہمیں کیا۔''۔۔۔۔چوہان بولا۔ لیکن اس کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار نمایاں تھے۔

''صفدر۔ کیا تمہارے پاس ریوالور ہے۔''۔۔۔۔عمران اچانک صفدر سے مخاطب ہوا۔

''نہیں۔ مگر کیوں۔ ہم یہاں دعوت کھانے آئے ہیں نشانہ بازی

کرنے نہیں۔''

''ہوں لیکن مجھے یہاں ہنگامہ ہوتا نظر آرہا ہے۔ خیر دیکھا جائے گا۔''

اتنے میں رقص شروع ہوگیا۔ رقص واقعی ہیجان خیز تھا۔ سب لوگ رقص دیکھنے میں مشغول ہو گئے لیکن عمران برے برے منہ بنا رہا تھا۔ جولیا سے رہا نہ گیا۔

''تم یہ کونین کی گولیاں کیوں چبا رہے ہو۔''۔۔۔۔اس نے عمران سے پوچھا۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ لوگ اس بے معنی اچھل کود پر عاشق ہو گئے ہیں۔ اس سے زیادہ اچھی اچھل کود تو کلو کی اماں کلو کے ابا سے لڑائی کے وقت کر لیتی ہوگی۔''

رقص اپنے پورے عروج پر تھا اور میری کا جسم آہستہ آہستہ لباس سے بے نیاز ہوتا جا رہا تھا۔ لوگوں کے منہ ہونقوں کی طرح کھلتے جا رہے تھے۔

اچانک عمران تیر کی طرح سیڑھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کو گئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ہال میں ایک زوردار چیخ بلند ہوئی۔ رقص رک گیا۔ تمام لوگ اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان تینوں نے دیکھا کہ وہی نوجوان سینے پر ہاتھ رکھے فرش پر لوٹ رہا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ٹھنڈا ہوگیا۔ قتل قتل کا شور مچ گیا۔ لوگ جلدی سے کھسکنے لگے لیکن منتظمین نے دروازے بند کر دیئے۔ جس پر چند لوگوں

نے احتجاج کیا لیکن مینجر نے معذرت کی کہ جب تک پولیس نہ آ جائے وہ دروازہ نہیں کھول سکتے۔ اتنے میں عمران واپس آتا ہوا نظر آیا۔ اس کے بال کچھ بکھرے تھے اور چہرے پر بھی دو تین خراشیں تھیں۔ وہ آ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کہاں گئے تھے۔''_____جولیا نے کہا۔

''اپنی بیوی کے داماد کے سسر کے قاتل کو پکڑنے۔''

''مگر تم نے اسے کیسے دیکھ لیا۔''

''مجھے گیلری کے پردے کے پیچھے پستول کی نالی کی جھلک نظر آ گئی تھی۔ لیکن پہنچنے سے پہلے ہی وہ گولی چلا چکا تھا۔ اور پھر وہ بھاگ گیا۔ خیر میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔''

اتنے میں پولیس آ پہنچی اور تھوڑی سی تفتیش کے بعد دروازے کھول دیئے گئے لیکن قاتل کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بجی۔ جولیا نے لپک کر رسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو جولیا سپیکنگ۔''_____اس نے کہا۔

''ایکسٹو۔''_____ایک غراہٹ سی بلند ہوئی اور جولیا سنبھل گئی۔

''گڈ مارننگ سر۔''

''مارننگ۔ جولیا تمام ممبروں کو کہہ دو کہ ایک گھنٹہ بعد دانش منزل میں جمع ہو جائیں۔ آج ہماری ٹیم میں ایک نئے ممبر کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کا تعارف تم سب سے کروایا جائے گا۔''

''بہتر سر۔''_____جولیا نے کہا اور پھر سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جولیا نے تمام ممبروں کو فون کر کے یہ خبر سنا دی۔ ایک گھنٹہ بعد سیکرٹ سروس کے تمام ممبران دانش منزل کے ایک ہال میں بیٹھے تھے۔ وہ آپس میں اس نئے ممبر کے متعلق بات چیت کر رہے تھے۔

''آخر اتنے سارے ممبر بھرتی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا ہم

لوگ کم ہیں۔" ـــــــ تنویر نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔

"ایکسٹو تم سے بہتر جانتا ہے۔" ـــــــ جولیا نے تنگ آ کر جواب دیا۔

"ایکسٹو کوئی خدا نہیں۔ آخر وہ بھی ہماری طرح انسان ہے۔"

"خیر یہ تو نہ کہو۔ ایکسٹو جیسا دماغ تو ہم سب مل کر بھی پیدا نہیں کر سکیں گے۔" ـــــــ چوہان نے کہا۔ اتنے میں عمران دروازے سے اندر داخل ہوا۔

"یہ تم سب مل کر کس کو پیدا کر رہے ہو۔ کیا اس کے لیے جولیا اکیلی کافی نہیں۔" ـــــــ سب قہقہہ مار کر ہنسنے لگے لیکن جولیا اور تنویر کا منہ بن گیا۔

ابھی وہ جواب دینے ہی والے تھے کہ یکایک ٹرانسمیٹر کا بلب سپارک کرنے لگا اور وہ سب ایکسٹو کی آواز کے لیے سنبھل گئے۔ لیکن عمران اسی طرح لاپرواہی سے بیٹھا رہا۔

"کیا تمام ممبر آ گئے۔" ـــــــ ایکسٹو کی آواز آئی۔

"جی ہاں۔" ـــــــ جولیا نے جواب دیا۔

"خوب۔ تو سنو آج میں آپ کا ایک نئے ممبر سے تعارف کرا رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم سب بھی اس سے مل کر ضرور خوش ہوں گے اور وہ ہماری ٹیم میں ایک شاندار اضافہ ہو گا۔ اس کا نام کیپٹن شکیل ہے۔ میں نے اسے ملٹری انٹیلی جنس سے لیا ہے اور اس کا سابقہ ریکارڈ انتہائی شاندار ہے۔ باقی رہی پرسنیلٹی والی بات تو وہ تم خود دیکھ لو

گے۔" ـــــــ ایکسٹو نے کہا اور پھر اس کی آواز آنا بند ہو گئی۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک دراز قد سیدھے بالوں والا نوجوان جس نے انتہائی خوبصورت چاکلیٹی رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا، کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا قد تقریباً چھ فٹ چار انچ کے قریب تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا جسم بھرا ہوا اور فولاد کی طرح سخت معلوم ہوتا تھا۔ چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ صرف کشادہ پیشانی پر دو لکیریں ابھری ہوئی تھیں جو اس کی وجاہت میں اور بھی اضافہ کر رہی تھیں۔ سب اس کی وجاہت اور خوبصورت شخصیت سے متاثر نظر آنے لگے۔ کیپٹن شکیل نے اندر داخل ہو کر سب کو سلام کیا اور پھر ایک ایک سے ہاتھ ملانے لگا۔ صفدر نے تعارف کی رسم ادا کی اور پھر وہاں چائے کا دور چلنے لگا اور اس دوران باتوں کا سلسلہ چھڑ گیا۔ جس کا تعلق کیپٹن شکیل کی ذات ہی سے تھا۔

کیپٹن شکیل نے اپنا تعارف تفصیل سے کرایا کہ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ایم اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ملٹری میں چلا آیا۔ وہاں سے ملٹری انٹیلی جنس میں لیا گیا اور اب اسے یہاں بھیج دیا گیا۔

اس کی باتیں کرنے کا انداز بھی انتہائی دلکش تھا۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ باتیں کرنے کے دوران اس کا چہرہ انتہائی سپاٹ رہتا تھا جیسے وہ میک اپ میں ہو۔ اس چیز کو جولیا اور صفدر نے خاص طور پر محسوس کیا لیکن وہ چپ رہے۔ باتوں کے دوران عمران پھلجھڑیاں بکھیرتا رہا۔

اس دوران چائے اور کافی کے دور چلتے رہے۔ پھر یہ دلچسپ محفل دو گھنٹے تک قہقہے بکھیرنے کے بعد برخاست ہوگئی۔

شہر میں گہما گہمی پورے زوروں پر تھی۔ ہر شخص اپنے اپنے حال میں مست تھا۔ ریڈیو پر دوپہر کی خبریں نشر ہو رہی تھیں کہ اچانک ریڈیو کی نشریات میں گڑبڑ ہونے لگ گئی اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے اناؤنسر کی آواز مدھم ہوتی چلی گئی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اے کرہ ارض کے لوگو سنبھل جاؤ۔ اب بھی وقت ہے کہ تم لوگ اپنے ظالم حکمرانوں کے خلاف بغاوت کر دو۔ جنہوں نے تمہارے حقوق ضبط کر رکھے ہیں۔ جو تمہیں غربت کی چکیوں میں پیس رہے ہیں۔ یہ سب غدار ہیں۔ ان کو ان کی غداری کی بھیانک سزا دو۔ یہ پہلا الٹی میٹم ہے اگر دو روز کے اندر اندر تم لوگوں نے اپنے موجودہ حاکموں کے خلاف بغاوت نہ کی تو ''ماکا زونگا'' کی نظروں میں تم بھی غدار ہو جاؤ گے اور پھر تمہاری بھی وہی سزا ہوگی جو ان کی ہے۔ سنو اب بھی سنبھل جاؤ۔ ''ماکا زونگا'' تمہیں وقت دے رہا ہے۔ دو دن صرف اڑتالیس گھنٹے۔ اس کے بعد

تم سب پر ایک آفت ٹوٹ پڑے گی۔ جس سے نہ جوان بچ سکیں گے نہ بوڑھے نہ عورتوں کو پناہ دی جائے گی اور نہ بچوں کو ہر امیر و غریب کو یکساں سزا دی جائے گی۔ اگر دو روز کے اندر اندر تم نے موجودہ حکومت کا تختہ الٹ دیا تو عوام اس سزا سے بچ جائیں گے اور ''مانگا زونگا'' کی نگرانی میں یہ دنیا جنت بن جائے گی۔ مانگا زونگا زندہ باد۔''

تقریر ختم ہوتے ہی اناؤنسر کی آواز دوبارہ آنے لگی۔

اس آواز کو سنتے ہی حکومت کی تمام مشینری پریشان ہوگئی۔ ٹیلی فون پر ٹیلی فون ہونے لگے۔ اس آواز کا مخرج معلوم کرنے کی کوششیں کی جانے لگیں لیکن کچھ پتہ نہ چل سکا۔ صرف اتنا معلوم ہوا کہ اسی وقت بہت سے ملکوں کی نشریات جام ہوگئی تھیں اور یہی آواز تقریباً ہر ملک کے اس علاقہ کی قومی زبان میں نشر ہوئی۔ تمام دنیا اس اعلان سے بوکھلا اٹھی۔ عوام میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ چند لوگ اس کی حمایت میں تھے اور بیشتر اس کے خلاف۔ شرپسند عناصر نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں لیکن ہر ملک کی حکومت نے سختی سے اس تقریر کی تردید کی۔ لوگوں کو ہوشیار کیا کہ اس کالے پروپیگنڈے سے بچیں۔

دارالحکومت میں فوری طور پر حکام کا ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا گیا۔ جس میں کافی بحث مباحثہ کے بعد یہ طے پایا گیا کہ نظم و نسق کو ہر حالت میں برقرار رکھا جائے اور غنڈہ عناصر پر کڑی نظر رکھی جائے۔

شام کی خبروں میں ایک بار پھر یہ اعلان دہرایا گیا۔ جس سے ہلچل میں اضافہ ہوگیا۔ پھر تو خبروں کے ہر بلیٹن کے دوران یہ اعلان دہرایا

جانے لگا اور مہلت کی مدت باقاعدہ گھنٹوں میں بتائی جاتی رہی۔ پوری دنیا کے لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ ساری دنیا میں ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا۔ جیسے جیسے مدت ختم ہوتی گئی۔ خوف و ہراس میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

دارالحکومت کا نظم و نسق فوج نے سنبھال لیا۔ لیکن حکام اور عوام دونوں پریشان تھے کہ یہ مصیبت کہاں سے نازل ہوگئی اور کس طرح ہو گی۔ اور کس قسم کی ہوگی۔ سب کے ذہنوں میں ایک بہت بڑا سوالیہ نشان تھا۔ جس کا کوئی مناسب جواب نہ مل سکا تھا۔ آخر اس مہلت کے ختم ہونے میں ایک گھنٹہ باقی رہ گیا۔ پھر آہستہ آہستہ وہ گھنٹہ بھی گزر گیا۔ لوگ پریشانی کے عالم میں گھروں میں گھس گئے۔ اچانک فضا میں وہی آواز گونجنے لگی کہ کرہ ارض کے لوگو! تمہاری سزا کا وقت آ پہنچا۔ ''ماکازونگا'' تمہیں بھیانک سزا دینا چاہتا ہے لیکن چونکہ یہ پہلی وارننگ تھی۔ اس لیے سزا انتہائی کم دی جائے گی۔ اس کے بعد جو سزا ہوگی وہ انتہائی بھیانک ہوگی۔ لوگو تیار ہو جاؤ اور اب سے ٹھیک پانچ منٹ کے بعد تمہاری زمینوں میں پانی کی سطح اونچی ہو جائے گی۔''

اور پھر۔۔۔ واقعی زمین کے چپے چپے میں سے پانی نکلنے لگا۔ تمام عمارتیں چاہے وہ کچی تھیں یا پکی۔ ایسے گرنے لگیں جیسے ریت کی دیواریں۔ لوگ ڈوبنے لگے۔ تمام انتظامی مشینری فیل ہو کر رہ گئی۔ سڑکوں پر پانی ہی پانی بہنے لگا۔ لوگ دھڑا دھڑ اونچی اونچی جگہوں پر پہنچنے لگے۔ لیکن اس دھکم پیل میں سینکڑوں لوگ مر گئے۔ لوگ حکومت

کے خلاف ہو گئے۔ یہ سب کچھ آدھے گھنٹے کے لیے ہوا۔ اس کے بعد زمین سے پانی نکلنا بند ہو گیا۔ اب ہر طرف قیامت کا سماں تھا۔ ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ اب پانی نکلنا تو بند ہو گیا تھا لیکن عمارتیں اب بھی دھڑا دھڑ گر رہی تھیں۔ لوگ عمارتوں میں سے سامان نکالنے لگے لیکن ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ سینکڑوں لاشیں اس پانی میں تیر رہی تھیں۔ ان میں بچے بھی تھے، بوڑھے بھی اور عورتیں بھی۔ ان کا سامان بھی پانی میں تیر رہا تھا۔ ہر طرف موت کی سی ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ یہ اچھا ہوا کہ ہر لمحہ پانی کی سطح نیچے گر رہی تھی۔ آخر جب پانی کی سطح بالکل نیچی ہو گئی تو بچے کچھے بدحال لوگ بلڈنگوں سے نکل آئے۔ اب شہر میں ہر طرف ماتم ہو رہا تھا۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ مر چکے تھے۔ کروڑوں اربوں کا نقصان ہو چکا تھا۔ دارالحکومت کو فوج کے حوالے کر دیا گیا تھا اور فوجی گاڑیاں اور ٹینک شہر میں گشت کر رہے تھے۔ ہر طرف اداسی ہی اداسی چھائی ہوئی تھی۔ ویرانی ہی ویرانی موت کی ویرانی۔

صفدر اطمینان سے بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ یکدم اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کا نام لیا ہو۔ وہ چونک اٹھا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ لیکن ہوٹل کے سب لوگ اپنی اپنی باتوں میں مصروف تھے۔ وہ بڑا حیران ہوا۔ پھر سوچا شاید یہ کسی کے ساتھی کا نام ہو۔ چنانچہ وہ پھر چائے کی پیالی کی طرف متوجہ ہو گیا کہ اچانک اسے ایک چھوٹا سا کنکر لگا۔ بے ساختہ اس کی نظر اوپر اٹھ گئی تو گیلری میں اسے کیپٹن شکیل بیٹھا ہوا نظر آیا۔ کیپٹن شکیل نے اسے آنکھ سے اشارہ کیا اور خود اٹھ کر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔

صفدر نے اطمینان سے چائے کا آخری گھونٹ لیا اور پھر اٹھ کر باتھ روم کی قطار کی جانب بڑھ گیا۔ ایک طرف اسے کیپٹن شکیل سگریٹ پیتا نظر آیا۔ اس کی آنکھوں میں بے تعلقی تھی اور چہرہ ہمیشہ کی طرح ہر قسم کے جذبات سے عاری۔ صفدر جیسے ہی اس کے پاس سے

گزرا۔ ایک کاغذ کا پرزہ اس کے ہاتھ میں منتقل ہو گیا۔ صفدر فوراً ایک خالی باتھ روم میں گھس گیا۔ اس نے پرزہ پڑھا تو لکھا تھا صفدر اپنی سامنے والی میز پر گرے سوٹ والے کا خیال رکھنا۔ وہ تمہارا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آیا ہے۔

صفدر نے کاغذ کو مرور کر بیسن میں بہا دیا اور خود دروازہ کھول کر باہر آ گیا تو اسے وہی گرے سوٹ والا اپنی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ صفدر کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلک نمایاں ہوئی۔ صفدر بغیر توجہ دیئے اس کے پاس سے گزرتا چلا گیا۔ صفدر سیدھا کاؤنٹر پر گیا اور کاؤنٹر گرل سے فون کی اجازت چاہی۔ اجازت ملتے ہی صفدر نے ایکسٹو کے نمبر گھمائے۔ فوراً ادھر سے ایکسٹو کی مخصوص آواز ابھری۔

''ایکسٹو۔''

''میں صفدر بول رہا ہوں جناب۔''

''کہو کیا بات ہے۔''۔۔۔۔۔ آواز میں سختی نمایاں تھی۔

''جناب میں آپ کے حکم کے مطابق ہوٹل میزان میں ٹھیک چھ بجے پہنچ گیا تھا۔ وہاں مجھے کیپٹن شکیل نے ایک گرے رنگ کے سوٹ والے کے متعلق بتایا کہ وہ میرا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہے۔''

''صفدر۔''۔۔۔۔۔ ایکسٹو غرایا۔

''یس سر۔''۔۔۔۔۔ صفدر نے فوراً کہا۔

''تم فوراً ہوٹل سے چلے جاؤ۔ گرے سوٹ والا تمہارا پیچھا کرے گا۔ اسے ہر حالت میں پکڑ کر دانش منزل پہنچ جاؤ۔ میں ناکامی کی بات

نہیں سنوں گا۔''

''اوکے سر۔''۔۔۔۔۔ صفدر نے جواب دیا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس نے فون رکھ کر کاؤنٹر گرل کی طرف دیکھا لیکن وہ اس طرف متوجہ نہ تھی۔ صفدر نے آہستہ سے جیب سے پیسے نکالے اور کاؤنٹر پر رکھ کر ہوٹل سے باہر نکلتا چلا گیا۔ باہر آ کر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور ایک ٹیکسی کو بلا کر اس میں بیٹھ گیا۔ ڈرائیور کو نیو ہائی سٹریٹ کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ ٹیکسی چل پڑی۔ صفدر نے تھوڑی دیر بعد پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک سرخ رنگ کی کار اس کے پیچھے تھی۔ جیسے ہی وہ ڈاؤننگ سٹریٹ کی طرف مڑ کر چارلی سٹریٹ کی طرف گئے۔ وہ سرخ رنگ کی کار بڑی تیزی سے ان سے آگے نکل گئی۔ اسے وہی گرے سوٹ والا ڈرائیو کر رہا تھا۔ صفدر مسکرایا اور اس نے ڈرائیور سے کہا کہ اس کا پیچھا کرو۔

''مگر جناب۔''۔۔۔۔۔ ڈرائیور نے کہا۔

''یہ پولیس کا کام ہے۔ گھبراؤ مت۔''۔۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

اور ڈرائیور بڑی مستعدی سے اس کا پیچھا کرنے لگا۔ اچانک سرخ رنگ کی کار جھرنا جھیل کی طرف مڑ گئی۔ یہ ایک سنسان سڑک تھی۔ صفدر سنبھل گیا۔ اب تمام علاقہ سنسان شروع ہو گیا تھا۔ اچانک سرخ رنگ کی کار سڑک پر ٹیڑھی ہو کر کھڑی ہو گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے بڑی پھرتی سے بریک لگائی۔ ٹیکسی رک گئی۔ ایک کار پیچھے بھی آ رکی۔ اس میں سے چار آدمی پستول لئے نیچے اتر آئے۔ صفدر بری طرح گھر چکا تھا لیکن وہ اطمینان سے بیٹھا رہا۔ وہ چاروں اس کی کار کے گرد کھڑے ہو

گئے۔ ان میں سے ایک نے صفدر کو نیچے اترنے کو کہا۔ جیسے ہی صفدر نیچے اترا وہ سرخ رنگ کی کار تیزی سے آگے بڑھ گئی اور صفدر اپنی قسمت کو کوسنے لگا۔ وہ چاروں اسے پستول کی زد میں لیے اپنی کار کی طرف بڑھنے لگے۔ صفدر نے سوچا اس طرح تو وہ خود کسی حقیر چوہے کی طرح چوہے دان میں پھنس جائے گا۔ اسے کچھ کرنا چاہیے۔ یہ سوچتے ہی وہ چلتے چلتے یکدم بیٹھ گیا۔ اس سے بالکل پیچھے آنے والا اس کے اوپر سے گرتا ہوا آگے جا پڑا۔ صفدر کو اتنا موقع کافی تھا۔ وہ باقی تینوں سے الجھ پڑا اور اتنی تیزی سے لاتیں اور گھونسے مارنے لگا کہ ان کے ہاتھوں سے پستول چھوٹ گئے اور وہ صفدر سے الجھ گئے۔ صفدر بھلا تین آدمیوں کے بس میں کہاں آتا تھا۔ اس نے دو منٹ سے بھی کم وقت میں تینوں کو لٹا دیا۔ اچانک اس کے پیچھے ایک چیخ ابھری۔ وہ اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اسے اپنے پیچھے ایک آدمی جس کو اس نے نیچے بیٹھ کر گرایا تھا گرتا ہوا نظر آیا۔ یہ کارنامہ ٹیکسی ڈرائیور کا تھا جس نے ایک پتھر سے اسے مار گرایا تھا۔ صفدر نے ان چاروں کی تلاشی لی تو سب کی جیبوں سے ایک جیسے عجیب وغریب کارڈ نکلے جس پر سرخ روشنائی سے ''ماکازونگا'' لکھا ہوا تھا۔ نیچے موت کی تصویر یعنی کھوپڑی اور اس کے نیچے دو ہڈیاں بنی ہوئی تھیں۔ اتنے وہ ٹیکسی ڈرائیور بھی قریب آ گیا۔ صفدر نے اسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھا اور اس کی مدد سے ان چاروں کو اٹھا کر ان کی کار میں ٹھونس دیا اور خود ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس شہر کی طرف چل پڑا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ وہ

اس سرخ رنگ کی کار کو نہیں پا سکتا۔ وہ ایکسٹو سے سخت شرمندہ تھا۔ اب نجانے اس کی اس ناکامی پر ایکسٹو کا ردعمل کیا ہو گا۔ لیکن شاید ان کارڈوں کی وجہ سے جان بچ جائے۔ شہر آنے پر اس نے ٹیکسی فون بوتھ کے قریب رکوا دی۔

جیسے ہی گرے سوٹ والا ہوٹل سے اٹھا کیپٹن شکیل نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ بل وہ پہلے ہی ادا کر چکا تھا۔ وہ تیر کی طرح گرے سوٹ والے کے پیچھے گیا۔ گرے سوٹ والا ایک سرخ رنگ کی کار میں بیٹھ رہا تھا۔ کیپٹن شکیل نے تیزی سے جیب سے ماسٹر کی نکالی اور ادھر ادھر دیکھا اور پھر پھرتی سے ڈگی کھول کر کسی سانپ کی مانند اندر گھس گیا۔ اتنے میں کار آہستہ آہستہ چل پڑی۔ پھر وہ تیزی سے بھاگنے لگی۔ کیپٹن شکیل ایک جھری سے پیچھے کا نظارہ دیکھ رہا تھا۔ اچانک کار نے ایک ٹیکسی کو کراس کیا۔ اس ٹیکسی میں اسے صفدر کی قمیض کے کف میں لگے ہوئے مخصوص بٹن کی جھلک نظر آئی۔ پھر وہ ٹیکسی تیزی سے کار کے پیچھے بھاگتی ہوئی نظر آئی۔ اچانک کار رک گئی۔ کیپٹن شکیل نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا۔ ورنہ تو اس کا سر ڈگی کے ڈھکنے سے جا ٹکراتا۔ ٹیکسی کے بریک بھی بڑی تیزی سے لگے تھے۔ کیپٹن شکیل کو ڈر

تھا کہ کہیں کار میں موجود گرے سوٹ والا اتر کر پیچھے نہ چلا جائے لیکن کوئی نہ آیا۔ اس نے دیکھا کہ صفدر کی کار پیچھے ایک اور کار آ کر رکی اور صفدر چار پستولوں کی زد میں نیچے اتر رہا تھا۔ ابھی وہ کچھ کرنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ کار تیزی سے چل پڑی۔ اب ساری سکیم اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اپنے تعاقب کو روکنے کا بہترین طریقہ استعمال کیا گیا تھا۔

کار تیزی سے چل رہی تھی۔ اچانک وہ کچے میں اتر گئی۔ اب کیپٹن شکیل سخت مشکل میں پھنس گیا۔ کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ کہیں ڈگی کے اچھلنے یا خود اس کے اچھلنے سے گرے سوٹ والا ہوشیار نہ ہو جائے لیکن کچے میں تھوڑی دیر ہی چل کر کار رک گئی اور وہ گرے سوٹ والا اتر کر ایک طرف چل پڑا۔ کیپٹن شکیل بھی پھرتی سے ڈگی میں سے اترا اور ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ سامنے ہی ایک کچی سی عمارت نظر آ رہی تھی۔ وہ کار سے اترنے والا شخص اس میں داخل ہو گیا۔ کیپٹن شکیل بھی اس عمارت میں داخل ہو گیا۔ عمارت کے دروازے کے بعد ایک راہداری بنی ہوئی تھی۔ جس کے دونوں طرف کمرے تھے۔ ایک دروازے کی درز میں سے روشنی کی پتلی سی لکیر باہر آ رہی تھی۔ کیپٹن شکیل بلی کی سی چال چلتے ہوئے اس دروازے تک پہنچا۔ اس نے ہاتھ میں ریوالور مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اور وہ انتہائی چوکنا نظر آ رہا تھا۔ اس نے درز سے آنکھ لگا کر دیکھا تو اندر چار آدمی نقاب پہنے صوفوں پر بیٹھے تھے۔ گرے سوٹ والا ایک طرف کھڑا تھا۔

"کیسا رہا۔" ـــــ ایک نقاب پوش نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے۔" ـــــ گرے سوٹ والے نے جواب دیا۔

"کسی نے تعاقب تو نہیں کیا۔"

"تعاقب کیا تھا مگر ترکیب نمبر چار سے اسے جھٹک دیا۔"

اچانک کیپٹن شکیل کو پیچھے سے ایک زور دار لات لگی اور کیپٹن شکیل بے اختیار کمرے کے اندر جا گرا۔ لیکن فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ دروازے پر ایک قوی ہیکل حبشی ہاتھ میں پستول تھامے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ کمرے میں بیٹھے ہوئے چاروں نقاب پوش ہڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ کیپٹن شکیل کا پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گرے سوٹ والے کے قدموں میں جا گرا تھا۔ جسے اس نے اٹھا لیا تھا۔ اب کیپٹن شکیل خالی ہاتھ تھا۔

"صاحب یہ کتا باہر سے باتیں سن رہا تھا۔" ـــــ حبشی غرایا۔

"ہوں۔" ـــــ ایک نقاب پوش کی پھنکارتی ہوئی آواز آئی۔

"کون ہو تم اور یہاں کیسے آئے۔" ـــــ اس نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"سوال کے پہلے حصے کا جواب میں نہیں دے سکتا۔ البتہ دوسرے بتا سکتا ہوں کہ میں ان کی کار کی ڈگی میں آیا ہوں۔" ـــــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"تمہیں یہ بتانا پڑے گا کہ تم کون ہو اور یہاں کیسے آئے ہو۔" نقاب پوش کی غراہٹ بھیانک ہو گئی۔ لیکن کیپٹن شکیل نے کوئی جواب

نہ دیا۔

"اس کا دماغ ٹھکانے لاؤ۔" ـــــ نقاب پوش نے حبشی طرف دیکھ کر کہا تو اس گرانڈیل حبشی نے اپنا پستول ایک نقاب پوش کے حوالے کیا اور خود آہستہ آہستہ کیپٹن شکیل کی طرف بڑھا۔ اس کا انداز انتہائی مرعوب کن تھا لیکن کیپٹن شکیل ایک ٹھوس چٹان کی طرح کھڑا رہا۔ اس کے چہرے پر کوئی شکن نہ تھی۔ وہ انتہائی اطمینان سے اس حبشی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ حبشی اس کا یہ اطمینان دیکھ کر ایک لمحے کے لیے جھجکا لیکن پھر اچانک اچھل کر کیپٹن شکیل کی طرف لپکا۔ کیپٹن شکیل انتہائی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور حبشی اتنی تیزی میں ہی آگے کی طرف بڑھا۔ پیچھے سے کیپٹن شکیل نے اس کو پشت سے ایک بھرپور لات ماری اور حبشی اچھل کر سامنے والی دیوار سے ٹکرا گیا۔ پھر اچانک وہ تیزی سے پلٹا۔ اس کا چہرہ لہولہان ہو گیا تھا اور انتہائی بھیانک لگ رہا تھا۔ آنکھوں سے شعلے سے بھڑک اٹھے تھے۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ تیزی سے گھمایا۔ کیپٹن شکیل نے فوراً پہلو بدلا لیکن حبشی اسے ڈاج دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے فوراً انتہائی پھرتی سے اپنے بائیں ہاتھ سے کیپٹن شکیل کے منہ پر بھرپور گھونسہ مار دیا اور کیپٹن شکیل لڑکھڑاتا ہوا تین قدم پیچھے چلا گیا۔ اب کیپٹن شکیل کی آنکھوں میں سرخی آ گئی لیکن چہرے پر وہی اطمینان تھا۔ اچانک کیپٹن شکیل اپنی جگہ سے اچھلا اور اس کے دونوں پیر پوری قوت سے حبشی کے سینے سے ٹکرائے۔ حبشی کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر

پڑا۔ اس کے منہ اور ناک سے خون کے فوارے ابل پڑے۔ کیپٹن شکیل کی زوردار فلائنگ کک سے اس کی پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ وہ چند سیکنڈ کے لیے تڑپا اور پھر ٹھنڈا ہو گیا۔ چاروں نقاب پوش ایک لمحے کے لیے حیران رہ گئے۔ کیپٹن شکیل انتہائی تیزی سے گھوما اور دوسرے لمحے گرے سوٹ والا اس کے ہاتھوں میں تھا۔ وہ دروازے کی طرف بھاگا۔ گرے سوٹ والا اس کے ہاتھوں میں ایک بے بس پرندے کی طرح مچل رہا تھا۔ اچانک جیسے نقاب پوشوں کو ہوش آیا۔ ایک نے گولی چلا دی لیکن بے سود۔ گولی دروازے کے سامنے والی دیوار سے ٹکرائی تھی۔ کیپٹن شکیل راہداری کے آخری سرے تک دوڑتا گیا پھر اچانک پلٹا اور ایک ساتھ کے کمرے میں گھس گیا۔ گرے سوٹ والا اب بھی اس کے ہاتھوں میں مچل رہا تھا لیکن کیپٹن شکیل نے اس کا منہ سختی سے دبا رکھا تھا۔ نقاب پوش دوڑتے ہوئے راہداری میں آئے لیکن کیپٹن شکیل انہیں نظر نہ آیا۔ وہ راہداری سے باہر نکل گئے۔ وہاں بھی کیپٹن شکیل کا کوئی پتہ نہ تھا۔

''اتنی جلدی بھلا وہ کہاں جا سکتا ہے۔''۔۔۔۔ ایک نقاب پوش نے کہا۔

''پتہ نہیں۔''۔۔۔۔ ایک غراہٹ بلند ہوئی۔

''کہیں پچھلے دروازے سے تو نہیں بھاگ گیا۔''۔۔۔۔ پہلے نے کہا اور چاروں پچھلے دروازے کی طرف بھاگے۔ لیکن وہاں بھی کوئی نہ تھا۔ ایک نقاب پوش نے جو ان کا سردار تھا تینوں کو عمارت کے مختلف

کونوں میں دیکھنے کے لیے بھگا دیا اور خود بلڈنگ کے اندر دیکھنے کے لیے بھاگا۔ اتنا وقفہ کیپٹن شکیل کے لیے کافی تھا۔ اس نے گرے سوٹ والے کو ہاتھوں پر اٹھایا۔ اس کے منہ پر ہاتھ رکھنے کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا۔ کیونکہ منہ کے ساتھ اس کی ناک بھی بند ہو گئی تھی۔ وہ گیٹ کے سامنے کھڑی ہوئی سرخ کار میں پھرتی سے بیٹھ گیا۔ گرے سوٹ والے کو اس نے پچھلی سیٹ پر پھینکا اور پھر انتہائی تیزی سے کار بیک کی اور سڑک پر سے ہوتا ہوا تیزی سے ایک طرف چل پڑا۔ اس کی کار پر پچھلی طرف سے گولیاں ٹکرائیں لیکن جلد ہی اس کی کار پستول کی رینج سے نکل گئی۔ چند ہی لمحوں میں وہ جام نگر والی سڑک پر تھا۔ اس کی کار انتہائی تیزی سے بھاگ رہی تھی اور اب اس کا رخ دانش منزل کی طرف تھا۔

عمران کی سرخ رنگ کی کار سر سلطان کی وسیع وعریض کوٹھی کے پورچ میں جا کر رک گئی۔ عمران دروازہ کھولتے ہی تیزی سے نیچے اترا۔ اس بار اس کے جسم پر سلیقے کے کپڑے تھے اور چہرے پر حماقت کی تہیں بالکل غائب تھیں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ عمران کی بجائے کوئی اور ہے۔ وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا سر سلطان کے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔ سر سلطان اپنے ڈرائنگ روم میں بڑی پریشانی کے عالم میں ٹہل رہے تھے۔ ان کی پیشانی پر غور وفکر کی گہری لکیریں نمایاں تھیں۔ عمران کو دیکھتے ہی ان کے چلتے ہوئے قدم رک گئے۔ عمران نے سلام کیا۔ سر سلطان نے سلام کا جواب دے کر اسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ سر سلطان عمران کو اس روپ میں دیکھ کر اور بھی زیادہ سنجیدہ ہو گئے تھے۔ دو منٹ تک تو کوئی بھی نہ بولا۔ پھر سر سلطان نے سکوت توڑا۔

"عمران بیٹے حالات کا تو تمہیں معلوم ہی ہے۔"

"جی ہاں بخوبی۔" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"میں تو سوچ سوچ کر تھک گیا ہوں۔ کچھ بھی سمجھ نہیں آتا۔ ادھر عوام حکومت کے خلاف بغاوت پر تلے کھڑے ہیں اور ادھر حکومت بے بس نظر آتی ہے کہ وہ کس طرح اس مصیبت کا مقابلہ کرے۔" سر سلطان نے اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"جی کچھ نہ کچھ تو ہو جائے گا۔ میں اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا ہوں۔" ـــــ عمران نے کہا۔

"بیٹا اب سب کی نظریں تمہاری طرف ہی لگی ہوئی ہیں اور ہاں ملڈن کا پتہ چلا کہ وہ یہاں کس لیے آیا تھا۔" ـــــ سر سلطان نے کہا۔

"بلیک زیرو نے اس کے متعلق تحقیق کی ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق وہ بھی اسی "ماکا زونگا" کے چکر میں یہاں آیا تھا لیکن کسی سے رابطہ قائم کرنے سے پہلے ہی جواء خانہ میں قتل کر دیا گیا۔" ـــــ عمران نے کہا۔

"کیا جرمن حکومت کو اس کی ہلاکت کی خبر پہنچا دی ہے۔" سر سلطان نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہماری حکومت نے اسے مطلع کر دیا ہے۔ اچھا مجھے اجازت دیجئے۔ میں نے بہت سے کام کرنے ہیں۔" ـــــ عمران نے اٹھتے

ہوئے کہا۔

''اچھا اللہ تمہیں کامیاب کرے۔''______ سرسلطان نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا اور عمران تیزی سے باہر نکل گیا۔ اس نے بڑی تیزی سے کار کوٹھی سے باہر نکالی۔ اس کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی اور دراصل بات ہی کچھ ایسی تھی۔ دارالحکومت میں اس طرح ایسی تباہی آئی تھی کہ اس سے پہلے اس کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور دارالحکومت غیر ملکی جاسوسوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ان حالات میں عمران اور اس کی ٹیم کے سر پر ہی تمام ذمہ داریاں آ گئی تھیں۔ عمران کی کار بڑی تیزی سے جھرنا جھیل کی طرف جا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں چاروں طرف گردش کر رہی تھیں۔ وہ بے انتہا چوکنا تھا۔ جھرنا جھیل کے قریب جا کر اس نے کار روک دی اور پھر وہ آہستہ سے کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس کا ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا۔ آہستہ آہستہ وہ ہاتھ کوٹ کی جیب سے باہر آیا۔ اس میں ایک کارڈ تھا جس پر ''ماکا زونگا'' لکھا ہوا تھا۔ اس نے وہ کارڈ نکال کر غور سے دیکھا اور پھر جیب سے لائٹر نکال کر جلایا اور اس کارڈ کو اس کی لو پر رکھ دیا۔ آہستہ آہستہ اس کارڈ پر ایک عمارت ابھرتی ہوئی نظر آئی۔ اس نے غور سے اس عمارت کی طرف دیکھا اور پھر کارڈ کو جیب میں ڈال لیا۔ اب وہ آہستہ آہستہ درختوں کی قطاروں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ تھوڑی دور چل کر اسے ایک عمارت نظر آ گئی۔ جس کی تصویر اس پراسرار کارڈ پر تھی۔ عمارت انتہائی خستہ اور پرانی تھی۔ کسی زمانے میں یہ عمارت

واقعی فن تعمیر کا شاندار نمونہ ہو گی لیکن اب بے رحم زمانے کے ہاتھوں اس کی تمام دلکشی اور خوبصورتی مٹ چکی تھی۔ اب تو وہ شکستہ اینٹوں اور گردوغبار کا ایک ڈھیر تھی۔ لیکن اس کے باوجود کھنڈر بتا رہے تھے کہ عمارت عظیم تھی۔ عمران نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر واپس اپنی کار طرف چل پڑا۔ اب اس کے قدم تیز تیز بڑھ رہے تھے۔ کار کے قریب پہنچ کر اس نے کار کا سٹیرنگ سنبھالا اور اسے سڑک کے ایک طرف لمبی لمبی گھاس میں اگی ہوئی جھاڑیوں کے گھنے جھنڈ میں اس طرح چھپا دیا کہ وہ بالکل نظر نہ آتی تھی اور خود وہ دوبارہ اس عمارت کی طرف چل پڑا۔ جب وہ اس جگہ پہنچا جہاں سے وہ واپس مڑا تھا تو اس نے ایک بار پھر غور سے عمارت کو دیکھا۔ لیکن عمارت کا اردگرد کا ماحول بالکل خاموش تھا۔ ایک بار اس کے دل میں خیال آیا کہ وہ اس عمارت کو رات کی تاریکی میں چیک کرے۔ لیکن پھر وہ سر جھٹک کر آہستہ آہستہ اس عمارت کی طرف چل پڑا۔ اسے یہ تو یقین تھا کہ کسی نہ کسی واسطے سے یہ عمارت ''ماکا زونگا'' سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے وہ انتہائی محتاط تھا۔ وہ لمبی لمبی گھاس کی آڑ لے کر آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ جب وہ عمارت کے نزدیک پہنچا تو کچھ دیر اس گھاس میں دبک کر بیٹھا رہا۔ پھر وہ آہستہ سے اٹھا اور عمارت میں داخل ہو گیا۔ عمارت تمام تر سنسان تھی۔ کوئی بھی ایسا کمرہ نہ تھا جو شکستہ نہ ہو۔ ہر طرف مکڑی کے جالے تنے ہوئے تھے۔ وہ سخت پریشان ہو گیا کہ اس ویران عمارت کا ماکازونگا سے کس طرح تعلق ہو سکتا ہے۔ اس عمارت کو

دیکھ کر تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں کوئی نہیں آیا۔ ہر چیز گرد و غبار سے اٹی ہوئی تھی۔ اس کی باریک بین نظریں چاروں طرف گردش کر رہی تھیں۔ اچانک وہ چونکا۔ اسے ایک چھوٹا سا بیج پڑا نظر آیا۔ جو عموماً کوٹ کے کالر پر لگایا جاتا ہے۔ اس پر ایم زیڈ کے الفاظ کندہ تھے اور اس پر ایک بل کھاتا ہوا اژدہا ابھرا ہوا تھا۔ جس کی سرخ زبان باہر کو نکلی ہوئی تھی۔ اس نے وہ بیج اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔ اب وہ انتہائی احتیاط سے ادھر ادھر نظریں دوڑا رہا تھا۔ ایک جگہ اسے گرد و غبار ذرا کم نظر آیا۔ اس نے بغور دیکھا تو کسی کے جوتوں کے ہلکے ہلکے نشان نظر آنے لگے۔ وہ کچھ سوچ کر مسکرایا۔ اب اس کا ازلی احمق پن اس کے چہرے پر دوبارہ نظر آنے لگا۔ اس نے ایک بار پھر چاروں طرف دیکھا پھر منہ لٹکا لیا اور مایوسی سے گردن جھٹک کر واپس مڑ گیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا باہر آیا اور پھر تھوڑی دور چل کر ایک اونچے درخت پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ ابھی اسے بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک اس عمارت سے دو آدمی نکلے۔ ان کے ہاتھوں میں سٹین گنیں تھیں۔ انہوں نے چاروں طرف دیکھا اور پھر کسی کو نہ پا کر واپس چلے گئے۔ عمران کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا اور وہ وہاں سے اتر کر واپس کار کی طرف آیا اور تھوڑی ہی دیر بعد اس کی کار شہر کی طرف واپس دوڑنے لگی۔ اب اس کے ہاتھ سراغ کی ایک کڑی آ گئی تھی۔ اسے معلوم ہو گیا کہ کم از کم یہ ان کا کوئی اہم اڈہ ہے جس میں یقیناً تہہ خانوں کا ایک جال بچھا ہوا ہو گا۔

جولیا جھلائی ہوئی ایک بس سٹینڈ پر کھڑی تھی۔ نجانے آج کیا بات تھی کہ اس کے اشارے پر کوئی ٹیکسی بھی نہیں رکتی تھی۔ وہ اپنے فلیٹ میں آرام سے لیٹی ہوئی تھی کہ ایکسٹو کا فون آیا کہ فوراً دانش منزل پہنچو اور وہ اس وقت سے ٹیکسی کے انتظار میں کھڑی سوکھ رہی تھی۔ آخر تنگ آ کر وہ بس سٹاپ پر آ گئی لیکن بس تھی کہ آنے کا نام ہی نہ لے رہی تھی کہ اچانک ایک کار اس کے پاس آ کر رکی۔ اس میں عمران اپنی تمام تر حماقتوں سمیت جلوہ فرما تھا۔ جوزف کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ عمران نے اسے دیکھتے ہی آنکھیں جھپکنی شروع کر دیں۔

''میں نے کہا محترمہ۔ اندر تشریف لائیے۔ دھوپ میں رنگ کالا ہو جائے گا۔''

''نہیں مجھے دانش منزل جانا ہے۔''۔۔۔۔۔ جولیا نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

"تو میں تمہیں کون سا تمہارے میکے لے جا رہا ہوں۔"۔۔۔ عمران نے آنکھیں جھپکا کر کہا۔ مگر جولیا بدستور منہ موڑے کھڑی رہی۔

"میں بھی تمہارے سسرال ہی جا رہا ہوں۔"۔۔۔ عمران نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ میں ٹیکسی میں آ جاؤں گی۔"۔۔۔ جولیا نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا مگر عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچنے لگا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔"۔۔۔ جولیا نے بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"اسے اغوا بالجبر کہتے ہیں۔"۔۔۔ عمران نے کہا اور اسے گاڑی میں کھینچ لیا پھر جوزف کو مخاطب ہو کر کہا چلو۔ جوزف نے کار چلا دی۔

جوزف انتہائی تیز رفتاری سے کار چلا رہا تھا۔ کار کا سٹیرنگ اس کے ہاتھوں میں کھلونے کی طرح معلوم ہو رہا تھا جسے وہ انتہائی تیزی سے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر گھما رہا تھا۔ کار اب بھری سڑکوں سے گزر کر ویران سڑکوں پر چلنے لگی۔

"یہ کہاں چلے۔ دانش منزل چلو۔"۔۔۔ جولیا نے عمران سے پوچھا۔

"کیوں کیا میرا گھر تمہیں پسند نہیں۔"۔۔۔ عمران نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

"میں کہتی ہوں بکواس بند کرو۔ جوزف کار روکو۔ میں نیچے اتروں گی۔"۔۔۔ جولیا نے کہا لیکن جوزف کے کان پر جوں بھی نہ رینگی بلکہ اس نے کار کی رفتار اور تیز کر دی۔ جولیا نے جھنجھلا کر کار کے

دروازے پر ہاتھ رکھا تو ایک سرد سی آواز آئی۔

"پاگل نہ بنو جولیا۔ ہمارا تعاقب ہو رہا ہے۔"۔۔۔ یہ عمران تھا۔ جولیا نے اچانک پیچھے مڑ کر دیکھا تو کافی دور اسے ایک نیلے رنگ کی شیورلیٹ آتی ہوئی نظر آئی۔

"جوزف گاڑی کی رفتار آہستہ کرو تاکہ میں پیچھے آنے والوں کا آملیٹ بنا کر سرکنڈوں پر منڈلانے والی روح کو ڈنر کھلا سکوں۔" عمران نے جوزف کو مخاطب ہو کر کہا۔ جوزف نے فوراً گاڑی کی رفتار آہستہ کر دی اور بولا۔

"باس جمعرات کے دن سرکنڈوں کی روح کا نام مت لیا کرو ورنہ ہمیشہ شکست کا منہ دیکھنا پڑے گا۔"

"ارے میرا دماغ خراب ہے۔ آج کوئی دن ہے آج تو جمعرات ہے یعنی جمعہ کی رات کیوں جولیا۔"

"مجھے معلوم نہیں ۔ مجھے بور مت کرو۔"۔۔۔ جولیا آہستہ سے بولی۔ اتنے میں نیلے رنگ کی شیورلیٹ بالکل نزدیک آ گئی اور پھر وہ آہستہ سے پاس سے گزرنے لگی تو عمران کی آواز آئی۔

"ہوشیار اور سب نے اپنے سر نیچے کر لئے۔ اسی لمحے گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی لیکن کچھ نہ ہوا۔ اب نیلے رنگ کی شیورلیٹ آگے نکل گئی۔ جوزف نے اپنی بساط سے بڑھ کر عقلمندی کا مظاہرہ کیا کہ کار کی رفتار نہ صرف بالکل آہستہ کر لی بلکہ اچانک سڑک سے نیچے کھیتوں میں اتار دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشین گن سے آنے والی گولیوں کی بوچھاڑ

کار کے دائیں طرف ہو گئی۔ ورنہ سامنے سے پڑنے والی گولیاں یقیناً ان میں سے ایک آدھ کو ضرور چاٹ جاتیں۔ اب نیلے رنگ کی شیور لیٹ کار کا فاصلہ عمران کی کار سے اتنا زیادہ تھا کہ عمران کی کار گولی کی رینج سے باہر تھی۔

''جوزف کار کو پھرتی سے واپس موڑ لو۔''۔۔۔۔عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور جوزف نے ڈرائیونگ کا انتہائی حیرت انگیز کمال دکھاتے ہوئے تقریباً پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جاتی ہوئی کار کا ایک دم سٹیرنگ موڑ لیا اور کار صرف دو پہیوں کے بل ایک چکر کھاتی ہوئی بیک ہو گئی۔ جولیا کی تو چیخ ہی نکل گئی۔ لیکن عمران کے چہرے پر تحسین کے تاثرات نمایاں تھے۔ تھوڑی دیر بعد کار کی رفتار خود بخود آہستہ ہونے لگی۔

''کیا ہوا جوزف۔''۔۔۔۔عمران نے چونک کر پوچھا۔

''باس شاید پٹرول ختم ہو گیا ہے۔''

''پٹرول ختم ہو گیا گدھے۔ جب چلا تھا تو پٹرول چیک نہیں کیا تھا۔ اب غلطی کا خمیازہ بھگت۔ چل باہر نکل اور پانچ سو ڈنڈ نکال۔''

''باس مر جاؤں گا۔''

''مر جاؤ۔ فاتحہ میں دلوا دوں گا اور وعدہ کرتا ہوں تیرا مزار بھی بناؤں گا اور وہاں پر جنگل کے جنگل اگواؤں گا۔''

''کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''۔۔۔۔جولیا عمران پر برس پڑی۔

''جوزف میں نے کیا کہا ہے۔''۔۔۔۔عمران نے جولیا کی بات کا کوئی نوٹس نہ لیتے ہوئے کہا اور پھر جوزف کو نیچے اترنا پڑا اور پھر وہ کار کے پیچھے ڈنڈ نکالنے کے لیے گیا لیکن عمران نے اسے بیچ سڑک میں جانے کا حکم دیا۔ جولیا کو اس وقت شدید غصہ آ گیا۔

''بھلا یہ بھی کوئی مذاق کا وقت ہے۔''۔۔۔۔اس نے عمران کو جھنجھوڑ ڈالا لیکن عمران مزے سے چیونگم چباتا رہا اور جوزف غریب عین سڑک کے درمیان ڈنڈ نکالتا رہا۔ اس کا چہرہ پسینے سے تر ہو گیا۔ اچانک وہ کھڑا ہو گیا۔

''باس اس بار معاف کر دو۔ آئندہ غلطی نہیں ہو گی۔''

''تم کھڑے کیوں ہو گئے ہو۔ میرے حکم کی عدم تعمیل پر سو ڈنڈ اور بطور جرمانہ۔ جلدی کرو ورنہ سو اور۔''۔۔۔۔اور جوزف جلدی سے دوبارہ ڈنڈ نکالنے لگا۔

جولیا کا غصے سے برا حال تھا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اچانک اس نے عمران کے بالوں میں ہاتھ ڈال دیا اور اس کے بال مٹھی میں پکڑ کر جھنجھوڑنے لگی اور عمران ارے ارے کرتا ہوا اپنے بال چھڑانے لگا۔

''میں کہتی ہوں بند کرو یہ ناٹک۔ نہیں تو میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔''۔۔۔۔اور عمران کو مجبوراً جوزف کو منع کرنا پڑے۔ مگر جوزف نے ڈنڈ پیلنے بند کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے رک کر صرف یہ کہا۔

''باس میں عورت کا حکم نہیں مان سکتا۔''

''ارے گدھے کیا میں عورت ہوں۔''

''باس حکم دلانے والی تو عورت ہی ہے۔'' ــــــ جوزف نے بدستور ڈنڈ نکالتے ہوئے کہا اور جولیا کا دل چاہا کہ وہ خودکشی کر لے۔ اس نے جھنجھلاہٹ میں کار کا دروازہ کھولا اور باہر نکل کر ایک طرف تیزی سے چل دی۔

اتنے میں ایک کار سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی۔ وہ جوزف کے نزدیک آ کر رک گئی مگر جوزف اپنی دھن میں ڈنڈ پیلتا رہا۔

اس کار میں دو مرد تھے۔ وہ نیچے اتر آئے اور اتنی حیرانی سے جوزف کو دیکھنے لگے جیسے وہ کسی چڑیا گھر میں پہنچ گئے ہوں۔

''جوزف اب بس کرو۔'' ــــــ عمران نے کہا اور جوزف یک لخت یوں رک گیا۔ جیسے کسی مشین کو بریک لگا دیا گیا ہو۔اس کا سارا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ وہ دونوں مرد اب عمران کے پاس آئے اور پوچھنے لگے۔

''جناب یہ کیا قصہ ہے۔''

''ہیرامن طوطے کا ہے۔ میں نے نانی اماں سے سنا تھا۔''

''کیا مطلب ہے۔'' ــــــ حیرت سے ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

''مطلب تو مجھے بھی نہیں آتا۔ بہرحال کیا آپ کے پاس کچھ فالتو پٹرول ہوگا۔''

''پٹرول۔''

''جی ہاں پٹرول۔ جسے انگلش میں پٹرول کہتے ہیں اور اردو میں بھی پٹرول کہتے ہیں۔ یار یہ اردو بھی کیسی زبان ہے کوئی لفظ بھی تو اس کا اپنا نہیں۔ اب بتاؤ بھلا بول اردو رہے ہیں اور لفظ انگریزی۔ یہ کیا زبان ہے۔ پٹرول کا اردو ترجمہ ہونا چاہیے۔ میرے خیال میں اس کا اردو ترجمہ مشمک تیل ہونا چاہیے۔'' ــــــ عمران پوری روانی سے بول رہا تھا۔

''مشمک تیل۔ کیا مطلب۔'' ــــــ ان میں سے ایک نے دلچسپی سے پوچھا۔ شاید انہوں نے عمران کو پاگل سمجھ لیا تھا۔

''ارے مشمک تیل نہیں جانتے۔ یعنی صاف شدہ مٹی۔ تیل ان کے پہلے کے لیے یعنی صاف سے ص شدہ سے ش مٹی سے م اور کارے ک۔ یہ بن گیا مشمک اور تیل ساتھ ملا لیا۔ یہ بن گیا مشمک تیل۔''

''لیکن تیل کو پورا کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ تیل کا ت بھی ساتھ ملا لو۔'' ــــــ ایک نے بحث کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں تیل دراصل بنیادی چیز ہے۔ تیل چاہے مٹی کا ہو یا سرسوں کا ہو تیل ہی ہوتا ہے۔''

''باس پٹرول۔'' ــــــ جوزف نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔ اب اس کا سانس ٹھیک ہو گیا تھا۔

''ہاں جناب۔ کیا آپ کے پاس پٹرول ہے۔'' ــــــ عمران نے پھر پوچھا۔

''جی ہاں۔'' ــــــ اور ان میں سے ایک نے اپنی کار کی ڈگی

کھول کر پٹرول ایک گیلن اسے لا دیا۔ غنیمت تھا کہ یہ سڑک اکثر سنسان رہتی تھی ورنہ اب تک تو یہاں ٹریفک اژدہام ہو جاتا۔ جوزف نے وہ پٹرول اپنی کار میں ڈالا اور عمران ان سے کچھ کہے بغیر کار میں بیٹھ گیا۔ جولیا جو ایک درخت کے نیچے کھڑی اپنے ہونٹ چبا رہی تھی۔ وہ بھی کار میں آ کر بیٹھ گئی اور جوزف نے کار سٹارٹ کر دی۔ اب اس کا رخ دانش منزل کی طرف تھا۔

دانش منزل کے ساؤنڈ پروف کمرے میں عمران، بلیک زیرو اور گرے سوٹ والا جسے کیپٹن شکیل لے آیا تھا موجود تھے۔ وہ گرے سوٹ والا انتہائی خوفزدہ معلوم ہوتا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر کچھ اس طرح کے گھبراہٹ کے تاثرات تھے۔ جیسے وہ اپنی زندگی کے بارے میں ناامید نہ ہو۔

"دیکھو۔ اگر تم نے میرے سوالوں کے صحیح صحیح جواب دیئے تو تمہارے لیے بہتر ہوگا۔" ـــــ عمران نے اسے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"مجھے کچھ نہیں معلوم۔" ـــــ گرے سوٹ والے نے جواب دیا۔ اب اس کا چہرہ قدرے پرسکون ہو گیا تھا۔

"میں کہتا ہوں مجھے تشدد پر مجبور نہ کرو ورنہ تم تو تم تمہارے فرشتے بھی سب کچھ بتا دیں گے۔"

''تم سے جو کچھ ہو سکتا ہے کرلو۔ اگر تم میری زبان کھلوا سکو تو تم سے زیادہ مجھے خوشی ہو گی۔''

''ہوں۔ تو یہ بات ہے۔ اچھا اپنا نام تو بتاؤ۔''

''ہاں۔ نام بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میرا نام جیکل ہے۔''

''جیکل کیا تم امریکی ہو۔'' ــــــ لیکن جیکل نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ چپکے سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ عمران نے طویل سانس لی اور پھر بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر بولا۔

''میرے خیال میں ترکیب نمبر تیرہ مناسب رہے گی۔''

بلیک زیرو یہ سن کر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ جب واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں ایک شیشی تھی جو اس نے عمران کو دے دی۔ عمران نے بلیک زیرو کو اشارہ کیا اور اس نے جلدی سے جیکل کو دونوں ہاتھوں کی طرف سے کس لیا۔ جیکل تلملانے لگا لیکن عمران نے شیشی سے ایک بھورے رنگ کا سفوف نکال کر جیکل کے نتھنوں میں ڈال دیا اور پھر ایک ہاتھ سے اس کا منہ سختی سے بند کر دیا۔ جیکل نے تلملا کر زور سے سانس لی اور پھر بلیک زیرو اور عمران دونوں اسے چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گئے۔ اچانک جیکل کو ایک زور دار چھینک آئی اور پھر تو چھینکوں کا ایک تانتا بندھ گیا۔ جیکل سارے کمرے میں ناچتا پھر رہا تھا۔

اس کے ناک، منہ اور آنکھوں سے پانی نکل رہا تھا۔ آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ سارے جسم کا خون چہرے پر سمٹ آیا تھا اور وہ پاگلوں کی طرح کمرے میں ہر طرف چھینکتا پھر رہا تھا۔

''دیکھو میں کہتا ہوں اب بھی سب کچھ بتا دو ورنہ چھینکتے چھینکتے دم نکل جائے گا۔''

اب جیکل کی بری حالت تھی۔ چھینکیں تھیں کہ رکنے کا نام ہی نہ لیتی تھیں۔ شاید اسے انتہائی طاقتور قسم کی نسوار دی گئی تھی۔ یہ مجرموں کا منہ کھلوانے کا ایک نرالا طریقہ تھا جو یقیناً عمران نے ہی ایجاد کیا تھا۔

اب جیکل میں اور چھینکنے کی تاب نہ رہی۔ اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ اس نے عمران کی طرف ہاتھ بڑھائے اور اشارہ کیا کہ وہ سب کچھ بتانے کے لیے تیار ہے۔ عمران نے بلیک زیرو کو اشارہ کیا۔ اس نے آگے بڑھ کر الماری سے ایک محلول نکالا اور جیکل کے نتھنوں میں دو دو قطرے ٹپکا دیئے اور جیکل کی چھینکیں بند ہو گئیں مگر اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اور وہ بے دم سا ہو کر فرش پر پڑا ہانپ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس کی حالت اعتدال پر آئی اور وہ کچھ بتانے کے قابل ہوا تو بلیک زیرو نے اسے برانڈی کا ایک گلاس دیا۔ جس کے بعد اس کے اعصاب معمول پر آ گئے۔

''تمہارا صحیح نام کیا ہے۔'' ــــــ اب عمران نے اس سے دوبارہ پوچھا۔

''صحیح نام۔ میں نے بتایا تو ہے میرا نام جیکل ہے۔'' ــــــ اس نے جواب دیا۔

''کیا اب تک تمہارا دماغ ٹھکانے نہیں آیا۔ کیا ایک ڈوز کی ابھی اور ضرورت ہے۔'' ــــــ عمران غرایا۔

بلیک زیرو نے پھر شیشی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''نہیں نہیں۔ کچھ نہ کرو۔ میں سب کچھ بتاتا ہوں۔ مجھے کچھ نہ کہو۔'' ـــــ اور عمران نے اشارے سے بلیک زیرو کو منع کر دیا۔

''آپ سوالات پوچھتے جائیں۔ میں جوابات دیتا جاؤں گا۔'' جیکل نے کہا۔

''لیکن دیکھو اب میں غلط جواب ہرگز نہیں سنوں گا۔'' ـــــ عمران نے کہا اور پھر پوچھا۔

''تمہارا اصل نام۔''

''کارل برگر۔''

''قومیت۔''

''نیدر لینڈ۔''

''پاسپورٹ کس ملک کا ہے۔''

''غیر قانونی طریقے سے آیا ہوں۔''

''آنے کی وجہ۔''

''تخریب کاری حربے استعمال کر کے آپ کے ملک کو نقصان پہنچانا۔''

''یہاں کس پارٹی کے تحت کام کر رہے ہو۔''

''ماکازونگا کے تحت۔''

''اس کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔''

''مجھے نہیں معلوم۔ گروپ میں مجھے ابھی اتنی اہمیت نہیں ہے کہ

مجھے ہیڈ کوارٹر کے متعلق پتہ چل سکے۔''

''تمہاری پوزیشن کیا ہے۔''

''میرا کام پیغام پہنچانا ہے۔''

''کیا مطلب۔''

''کبھی کبھی ایک شخص سے دوسرے شخص تک پیغام پہنچانا۔''

''پیغام کون دیتا ہے۔''

''پیغام مجھے ہمیشہ فون پر ملتا ہے اور جس شخص کو پہنچانا ہوتا ہے اس کا پتہ بھی۔''

''پھر تم اسے پہچانتے کیسے ہو۔''

''اس کے دستانوں سے۔''

''دستانوں سے۔''

''جس شخص کو پیغام پہنچانا ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ سفید رنگ کے دستانے پہنے ہوتا ہے۔''

''احکامات کیسے ہوتے ہیں۔'' ـــــ عمران نے پوچھا۔

''بالکل مختصر مثلاً پانی چڑھ گیا۔ بارش ہو گئی ہے۔ اس قسم کے فقرے۔''

''لیکن صرف پیغام پہنچانے کے لیے تمہیں دوسرے ملک سے بلایا گیا ہے۔ کیا اس کے لیے کوئی مقامی شخص نہیں مل سکتا تھا۔''

''مجھے معلوم نہیں۔''

''تمہارے سر پر سینگ کیوں نہیں ہیں۔'' ـــــ عمران نے

یکلخت پوچھا۔

''جی۔''۔۔۔۔۔ اور کارل آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔

''میں کہتا ہوں تمہارے سر پر سینگ کیوں نہیں ہیں۔''۔۔۔۔۔ عمران غرایا۔

''سینگ۔''۔۔۔۔۔ اور پھر وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کو دیکھنے لگا۔

''گدھے۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ تم نے یہ سب کچھ اتنی تفصیل سے کیوں بتایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نرے گدھے ہو۔ لیکن تمہارے سر پر سینگ نہیں ہیں۔ اس لیے تم گدھے نہیں بیل ہو۔''

اور کارل بے تحاشہ ہنسنے لگا۔

''جناب یہ سب کچھ میں نے اس لیے بتا دیا ہے کہ اب مجھ میں مزید چھینکنے کی طاقت نہیں تھی اور سچ اس لیے بتا دیا ہے کہ یہ سب کچھ بتا کر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ تنظیم مجھے ہر حالت میں مار ڈالے گی۔ اس لیے کیا فائدہ مرنے سے پہلے جھوٹ بولوں۔''

عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر بلیک زیرو کو لے کر اس ساؤنڈ پروف کمرے سے باہر نکل آیا۔

ابھی رات کے صرف دس بجے تھے لیکن جولیا بے حد بور ہو چکی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وقت کیسے گزارے۔ ایکسٹو نے آج صبح ہی اسے کہا تھا کہ وہ اس کی طرف سے جب تک دوبارہ اطلاع نہ ملے سیکرٹ سروس کا کوئی ممبر اپنے فلیٹ سے باہر نہ نکلے۔ صبح دس بجے یہ اطلاع ملی اور اب رات کے دس بج چکے تھے۔ بارہ گھنٹے سے کوئی اطلاع نہ دی گئی تھی۔ اب انہیں کمروں میں بند ہوئے بارہ گھنٹے گزر چکے تھے۔ کئی بار صفدر، تنویر اور نعمانی جولیا کو فون پر بوریت کی شکایت کر چکے تھے لیکن جولیا کیا کر سکتی تھی۔ جولیا حیران تھی کہ کیپٹن شکیل نے اسے اب تک فون نہیں کیا تھا۔ پھر جولیا کا ذہن کیپٹن شکیل کے متعلق سوچنے لگا۔ جب سے کیپٹن شکیل سروس میں آیا تھا۔ صفدر اور جولیا کے درمیان کئی بار اس سلسلے میں بحث ہو چکی تھی کہ آیا کیپٹن شکیل ہی ایکسٹو ہے۔ شک کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ کیپٹن

شکیل کا چہرہ ہر وقت سپاٹ رہتا تھا نہ خوشی نہ غمی۔ نہ فکر نہ غصہ کے تاثرات۔ غرضیکہ کسی چیز کا بھی تاثر اس کے چہرے پر نہیں ابھرتا تھا۔ اس سے جولیا یہ نتیجہ نکالتی تھی کہ وہ پلاسٹک میک اپ میں ہے اور سوائے ایکسٹو کے اور کس کو ضرورت ہے کہ وہ سروس میں میک اپ میں آئے۔ لیکن صفدر کا دوسرا خیال تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر ایکسٹو نے ضرور میک اپ کر کے ہمارے ساتھ شامل ہونا تھا تو پھر اتنا بھونڈا میک اپ کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ جسے ہم لوگ بھی پہچان جائیں۔ بھونڈا تو خیر تم نہیں کہہ سکتے۔ ہم نے کتنی بار بغور اس کا چہرہ دیکھا تھا لیکن کسی صورت میں بھی میک اپ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ صرف اس کے چہرے کا سپاٹ پن دیکھ کر شک ہوتا ہے کہ ضرور میک اپ ہو گا لیکن پھر کیپٹن شکیل کی موجودگی میں ایکسٹو کی آواز کا کیا بنے گا۔ اسے کس خانے میں فٹ کیا جائے گا۔ لیکن صفدر اسے کوئی اہمیت نہ دیتا تھا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا ہوسکتا ہے کہ ایکسٹو نے ایک آدمی ایسا رکھا ہوا ہے جو اس کی آواز کی نقل کر کے اس کے لکھے ہوئے الفاظ اس کے سامنے بول دے۔ معاملہ شک و شبہ ہی میں تھا۔ آخر کار صفدر اور جولیا نے یہ طے کیا تھا کہ کسی طرح کیپٹن شکیل کا منہ امونیا سے دھلوایا جائے تا کہ معلوم ہو کہ میک اپ ہے یا نہیں۔ لیکن اس کا موقعہ کب آئے گا۔ اچانک جولیا کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی مانند کوندا کہ کیپٹن شکیل کو فون کر کے دیکھا جائے کہ آیا وہ فلیٹ میں ہے یا نہیں۔ اس نے تیزی سے نمبر گھمائے اور بے تابی سے رسیور کو کانوں سے لگا لیا۔

چند لمحوں کے بعد دوسری طرف سے رسیور اٹھانے کی آواز آئی اور جولیا کے اعصاب ڈھیلے پڑنے لگے۔ ادھر سے ایک غیر مانوس آواز آئی۔

"کون بول رہا ہے۔"

"آپ کیپٹن شکیل بول رہے ہیں۔"۔۔۔۔ جولیا نے پوچھا۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ کیپٹن شکیل کی آواز نہیں۔

"نہیں میڈم۔ میں ان کا ملازم جمیل بول رہا ہوں فرمائیے۔"

"شکیل صاحب کہاں ہیں۔"

"وہ دوسرے کمرے میں کتاب پڑھ رہے ہیں۔"

"انہیں بلواؤ۔ انہیں کہو جولیا کا فون ہے۔"

"اچھا ایک منٹ ہولڈ کیجئے۔"

چند ہی لمحے بعد جولیا کے کانوں میں ایک بھاری مگر مانوس آواز آئی۔

"ہیلو جولیا ہاؤ آر یو۔"

"او کے۔"

"کس سلسلے میں فون کیا۔"

"کچھ نہیں۔ ویسے ہی سارا دن کمرے میں بند پڑے پڑے بور ہو گئی تھی۔ تقریباً سب کے فون میرے پاس آئے۔ سب ہی بوریت کی شکایت کر رہے تھے۔ ایک تمہارا فون نہیں آیا تھا۔ میں نے سوچا خود ہی فون کر کے حال معلوم کر لوں۔"

"جولیا دراصل میری طبیعت کچھ عجیب وغریب واقع ہوئی ہے۔

آج سارا دن میں کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ مجھے مطالعہ کا بے حد شوق ہے۔ میرے پاس دس ہزار کے لگ بھگ نایاب کتابوں کا ذخیرہ ہے۔ مجھے جب بھی ذرا سی فرصت ملتی ہے میں کتابوں میں گم ہو جاتا ہوں۔ اس لیے بوریت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' ــــــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

''ہوں۔ اچھا شغل ہے۔ کبھی مجھے بھی کوئی کتاب دینا۔''

''اچھا کبھی میرے پاس آ جانا۔ جو کتاب اچھی لگے لے جانا۔''

''او کے پھر اجازت دو۔ خدا حافظ۔''

''خدا حافظ۔'' ــــــ اور جولیا کو رسیور رکھنے کی آواز آئی۔

جولیا نے ایک طویل سانس لے کر رسیور رکھ دیا۔ ابھی رسیور رکھے ہوئے ایک ہی منٹ ہوا تھا کہ فون کی گھنٹی زور سے بجی۔ اس نے سوچا شاید ایکسٹو کا فون ہو۔ اس لیے بڑی پھرتی سے اس نے رسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور بولی۔

''ہیلو جولیا سپیکنگ۔''

''جولیا نہیں۔ جولیانے فٹزر واٹر بولو۔'' ــــــ عمران کی آواز آئی۔

''عمران تم ہو۔'' ــــــ جولیا ذرا سی مسکرائی۔

''جی ہاں۔ میں ہی ہوں حقیر فقیر پر تقصیر، ہیچ مدان بندہ نادان، مسمی علی عمران نوکر جس کا ہے سلیمان کھا رہا ہوں آپ کے کان۔''

جولیا ہنسنے لگی۔ خوب تو آج شاعری کا دورہ پڑا ہے۔

''شاعری کون چغد کر رہا ہے میں تو اپنی شان میں مرثیہ پڑھ رہا ہوں۔''

''کیوں۔ کیا ہوا۔''

''ہائے ظالم۔ دل کو جلا کر راکھ کر دیا جگر میرا خاک کر دیا۔ اور اب یہ پوچھتی ہو کیوں کیا ہوا۔''

''یہ کیا بکواس لگا رکھی ہے۔ کیا میں رسیور رکھ دوں۔'' ــــــ جولیا نے جھنجھلا کر کہا۔

''نہیں جولیا خدا کے لیے رسیور نہ رکھنا ورنہ میں مارے بوریت کے آج خودکشی کر لوں گا۔ غضب خدا کا اب تمہارا یہ چوہا بھی مجھ پر رعب ڈالنے لگا۔ آج صبح فون کیا کہ جب تک میں نہ کہوں فلیٹ نہ چھوڑنا۔ بھلا بتاؤ یہ بھی کوئی تک ہے بھلا میں اس کے باپ کا نوکر ہوں کہ اس کے حکم کی پابندی کروں۔''

''پھر تم نے فلیٹ کیوں چھوڑا۔'' ــــــ جولیا نے پوچھا۔

''کیسے چھوڑتا۔ اب اس نے کہہ تو دیا تھا۔''

اور پھر جولیا کے حلق سے ایک طویل قہقہہ نکلا اور پھر وہ لگاتار ہنستی ہی چلی گئی۔

''ہائیں ہائیں یہ تمہیں کیا ہوا۔ خدا کے لیے چپ ہو جاؤ ورنہ میرے کانوں کے نازک پردے پھٹ جائیں گے۔ ارے تمہیں کیا ہو گیا۔''

آخر جھنجھلا کر عمران نے رسیور رکھ دیا۔ جولیا کا ہنستے ہنستے برا حال ہو

گیا تھا۔ اسے ہنسی اس خوشی میں آ رہی تھی کہ آخر ایکسٹو نے عمران پر اپنی برتری منوا ہی لی۔ عمران اسے کچھ نہیں سمجھتا تھا اور اکثر ممبران کے سامنے ڈینگیں مارتا رہتا تھا کہ وہ ایکسٹو سے نہیں دبتا۔ آج وہی عمران ایکسٹو کی پابندی کے احکام کے سامنے بے بس ہو گیا تھا حالانکہ اگر غریب جولیا کو یہ معلوم ہو جاتا کہ عمران ہی دراصل ایکسٹو ہے تو معلوم نہیں اس کا کیا حشر ہوتا۔ ابھی تک جولیا اپنی ہنسی پر پوری طرح قابو نہ پا سکی تھی کہ فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ اس نے فوراً رسیور اٹھایا اور پھر ایک غراہٹ آمیز آواز جو یقیناً ایکسٹو کی تھی۔ سن کر اسے ہنسی کا گلا گھونٹنا پڑا۔

''یس سر'' ـــــ ہنسی کو دبانے کی وجہ سے اس کی آواز عجیب ہو گئی تھی۔

''کیا ہو رہا ہے۔ تم شاید فون اٹھانے سے پہلے ہنس رہی تھی۔'' آواز حد درجہ سرد تھی۔

''یس سر۔ عمران نے فون کیا تھا۔ اس کی باتوں پر ہنس رہی تھی۔'' جولیا نے خوشگوار موڈ میں جواب دیا تھا۔

''جولیا'' ـــــ ایکسٹو کی غراہٹ تیز ہو گئی اور سردی کی ایک شدید لہر جولیا کے جسم میں سرایت کر گئی۔

''یس سر'' ـــــ جولیا نے پژمردہ سا جواب دیا۔

''میں نے تمہیں کئی بار کہا ہے کہ فون کو زیادہ انگیج نہ کیا کرو۔ ہو سکتا ہے کسی انتہائی ضروری کال کے لیے تمہیں فوراً احکام دینے ہوں۔''

ایکسٹو کا لہجہ انتہائی سرد تھا۔

''معافی چاہتی ہوں سر'' ـــــ شدت جذبات سے جولیا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''سنو۔ کیپٹن شکیل کو فوراً اطلاع دو کہ وہ جھرنا جھیل کے پاس والی قدیم عمارت کے پاس عمران کو ملے۔''

''اوکے سر'' ـــــ اور جولیا نے رسیور رکھنے کی آواز سن کر رسیور رکھ دیا۔ اسے ایکسٹو پر بری طرح غصہ آ رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ کیا کرے اور وہ بے چاری کر بھی کیا سکتی تھی۔ ایکسٹو تو ایک پتھر تھا۔ جذبات کا شیشہ تو اس سے جتنی بار بھی ٹکراتا ٹوٹ جاتا۔ بہرحال اس نے کیپٹن شکیل کو ایکسٹو کے احکام پہنچا دیئے اور خود نڈھال ہو کر پلنگ پر گر گئی۔

پورے ماحول پر ایک پراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی اور گھور تاریکی کی وجہ سے اس پراسراریت میں کچھ اور اضافہ ہو گیا تھا۔ جھاڑیوں اور درختوں میں چھپی ہوئی وہ شکستہ سی عمارت تاریکی میں ایک ہیولہ محسوس ہو رہی تھی۔ اس پراسراریت میں اس عمارت کی شکستگی بھی کردار ادا کر رہی تھی۔ عمران ایک شکستہ سے کھنڈر میں دبکا ہوا تھا۔ اس نے چست سیاہ لباس پہنا ہوا تھا اور منہ پر نقاب پہنی ہوئی تھی۔ وہ اس سیاہ لباس میں تاریکی ہی کا ایک حصہ معلوم ہو رہا تھا۔

اچانک اس تاریکی کو ایک کار کی مدھم سی روشنی نے چیر ڈالا۔ یہ روشنی صرف چند سیکنڈ کے لیے چمکی تھی اور پھر دوبارہ تاریکی میں مدغم ہو گئی۔ وہ کار ایک سیاہ ہیولے کی طرح آہستہ آہستہ اس عمارت کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کی تمام لائٹس بند تھیں۔ اندر کی لائٹیں بھی بند تھیں اس لیے کچھ محسوس تک نہیں ہوتا تھا کہ کار میں کتنے آدمی ہیں اور

کون کون ہیں۔ کار آہستہ آہستہ چلتی ہوئی عمارت کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ اچانک عمارت میں سے ایک روشنی کا سگنل ہوا۔ دور سے بالکل ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی جگنو چمکا ہو۔ اس روشنی کے ہوتے ہی کار کا دروازہ آہستہ سے کھلا اور پھر اس میں سے دو آدمی نکلے اور عمارت کی طرف بڑھے اور پھر وہ تاریکی میں جذب ہو گئے۔ ایک بار پھر اس پراسرار تاریکی نے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ تھوڑی دیر بعد اسی طرح ایک کار اور آئی اور اس میں سے تین آدمی نکل کر اندر چلے گئے۔ آہستہ آہستہ وقت گزرتا گیا اور کاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اب عمران بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔

اچانک فضا میں الو کی کرخت آواز گونجی۔ یہ کیپٹن شکیل کا سگنل تھا کہ میدان صاف ہے۔ چنانچہ ادھر سے عمران نے بھی اسی جیسی آواز میں سگنل دیا اور پھر وہ آہستہ آہستہ اس کھنڈر سے نکل کر عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ سامنے کے درخت سے ایک اور سایہ بھی اسی کی طرف بڑھنے لگا۔ یہ کیپٹن شکیل تھا۔ عمارت کے نزدیک آ کر وہ دونوں مل گئے۔ اب مسئلہ تھا اندر داخل ہونے کا۔ دونوں زمین پر لیٹ گئے اور پھر رینگتے رینگتے اس عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ اب وہ ایک شکستہ کمرے میں موجود تھے۔ وہ وہاں دم سادھے پڑے تھے کہ اچانک اس کمرے کی دیوار ایک طرف سرکتی چلی گئی اور ایک شخص اس میں سے باہر نکلا اور پھر وہ کمرے میں سے ہوتا ہوا باہر چلا گیا۔ دیوار پھر سے مل رہی تھی۔ اچانک عمران نے چھلانگ لگائی اور اس ملتی ہوئی دیوار

سے اندر چلا گیا۔ بس چند سیکنڈ کا فرق تھا۔ اگر چند سیکنڈ وہ دیر سے چھلانگ لگاتا تو اس کی ہڈیاں دیواروں کے درمیان پھنسی ہوئی ہوتیں۔ کیپٹن شکیل ابھی تک باہر لیٹا ہوا تھا۔ عمران کی یہ چھلانگ اتنی خطرناک تھی کہ کیپٹن شکیل جیسے آدمی کے اعصاب بھی جھنجھلا اٹھے اور وہ عمران کی بے جگری کا دل سے قائل ہو گیا۔ اب مسئلہ تھا کہ وہ اندر کیسے داخل ہو۔ اس کے لیے انتظار کرنا پڑا کہ وہ شخص جو ابھی اندر سے باہر آیا ہے جب وہ دوبارہ اندر جائے گا تو اس وقت کوشش کی جائے گی۔ چنانچہ وہ اٹھ کر دم سادھے ایک کونے میں کھڑا رہا۔ اب وہ تاریکی میں آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ عمران نے اندر جا کر کیا کیا ہوگا۔ اچانک قدموں کی مدھم آواز دور سے ابھری اور کیپٹن شکیل مستعد ہو گیا۔ وہی شخص اندر آرہا تھا۔ وہ تیزی سے اس کمرے میں آیا۔ اس نے شکستہ دیوار میں ایک سوراخ میں انگلی گھمائی اور دیوار ایک بار پھر سے سرکنے لگی اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ دیوار ایک بار پھر تیزی سے مل گئی۔ چند لمحے ٹھہر کر کیپٹن شکیل اس سوراخ کی طرف بڑھا۔ اس نے اس سوراخ میں انگلی ڈالی تو اسے ایک جگہ ابھری ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے اسے دبایا اور دیوار ایک بار پھر کھل گئی اور وہ بھی تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ اندر بھی ایک کمرہ سا تھا۔ جیسے ہی اس نے اندر قدم رکھا دیوار ایک بار پھر تیزی سے مل گئی۔ وہ چند لمحے کمرے کے ایک کونے میں کھڑا رہا۔ پھر وہ کونے میں بنے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازے سے سر باہر نکال کر دیکھا۔ اسے لمبی سی ایک گیلری

نظر آئی۔ جس کے دونوں طرف کمرے بنے ہوئے تھے اور گیلری میں ایک طاقتور بلب لگا ہوا تھا۔ جس سے گیلری روز روشن کی طرح چمک رہی تھی۔ کیپٹن شکیل اس گیلری میں داخل ہوا اور دیوار کے ساتھ چپک کر آگے بڑھنے لگا۔ جب پہلے کمرے کا دروازہ آیا تو اس نے اپنے کان دروازے کے ساتھ لگا دیئے لیکن کوئی آواز نہ آئی۔ شکر یہ تھا کہ گیلری بالکل سنسان تھی۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا گیا۔ ایک دروازے میں اسے کچھ روشنی نظر آئی۔ اس نے کی ہول میں سے نظر اندر ڈالی۔ اسے ایک شخص کسی عجیب سی مشین کے سامنے بیٹھا نظر آیا۔ ابھی وہ اچھی طرح دیکھ بھی نہ سکا تھا کہ گیلری میں بھاری قدموں کی آواز ابھری۔ وہ فوراً ایک طرف جھکا مگر وہاں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اس نے دیوار کے ساتھ چپکنے کی کوشش کی لیکن یہ کوشش بے سود تھی۔ سامنے سے آنے والے دو اشخاص تھے جن کے ہاتھوں میں ٹامی گنیں تھیں۔ جیسے ہی انہوں نے کیپٹن شکیل کو دیکھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹکے۔ دوسرے لمحے ان کی ٹامی گنیں اس کی طرف تن گئیں۔ کیپٹن شکیل کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے جیب میں رینگا اور گیلری میں جلتا ہوا بلب ایک دھماکے سے بجھ گیا۔ اسی لمحے کیپٹن شکیل نے انتہائی پھرتی سے چھلانگ لگائی اور دوسری طرف زمین پر لیٹ گیا۔ دونوں ٹامی گنوں سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی اور اب وہ اندھا دھند گولیاں چلا رہے تھے۔ کیپٹن شکیل انتہائی تیزی سے زمین پر رینگ رہا تھا۔ اس کی جان سخت خطرے میں تھی۔ گولیاں اس کے اردگرد پڑ رہی تھیں ۔

اچانک اس نے ٹریگر دبایا اور ایک دلخراش چیخ ابھری اور ایک مشین گن خاموش ہوگئی۔ پھر دوسری چیخ ابھری اور دوسری مشین گن بھی خاموش ہوگئی۔ اچانک کمروں کے دروازے دھڑا دھڑ کھلنے لگے۔ پھر پوری گیلری فلش لائٹ سے چمک اٹھی۔ اب کیپٹن شکیل کو سوائے ہاتھ اٹھانے کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ اس کے اردگرد ٹامی گنوں سے لیس چار نقاب پوش کھڑے تھے۔ انہوں نے کیپٹن شکیل کو ایک طرف چلنے کا اشارہ کیا اور کیپٹن شکیل ہاتھ اٹھائے ان نقاب پوشوں کی رہنمائی میں چلنے لگا۔ وہ گیلری کی سیدھی سمت جا رہے ہیں لیکن کیپٹن شکیل سوچ رہا تھا کہ عمران کہاں ہوگا۔ ابھی تک عمران کہیں نظر نہیں آیا تھا اور نہ ہی اس سے پہلے اسے کوئی گڑبڑ ہوتی نظر آئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ عمران کسی مخصوص جگہ بحفاظت پہنچنے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ پھر وہ یہاں آنے کے مقصد پر غور کرنے لگا۔ آج اسے جولیا نے اس عمارت کے پاس پہنچنے کے لیے ایکسٹو کا حکم سنایا تھا۔ پھر یہاں اسے عمران ملا اور اس نے اسے بتایا کہ اس عمارت میں شاید ماکا زونگا کی مقامی برانچ کا ہیڈکوارٹر موجود ہے۔ اس لیے اس رات تم اور میں اس عمارت میں گھسیں گے۔ شاید کوئی سراغ مل جائے۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں وہ اس وقت یہاں موجود تھا۔ اچانک اس کی سوچ میں خلل پڑ گیا کیونکہ اسے دائیں طرف مڑنے کا حکم دیا گیا۔ وہ دائیں طرف مڑ گیا۔ یہاں گیلری کا اختتام اور سامنے ایک بڑا دروازہ نظر آ رہا تھا جو بند تھا اور جس پر پیتل کی دو تلواریں جڑی ہوئی تھیں۔ دروازے کے

سامنے ایک نقاب پوش مشین گن ہاتھ میں لئے ٹہل رہا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی وہ رک گیا۔ اس نے کیپٹن شکیل کی طرف گن سیدھی کر لی۔ کیپٹن شکیل ایک لمحے کے لیے رک گیا لیکن پیچھے سے ٹھوکا ملتے ہی پھر آگے بڑھنے لگا۔ جب وہ اس محافظ کے پاس پہنچا تو پیچھے آنے والے نقاب پوشوں میں سے ایک نے دروازے کے محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ماکا عظیم ہے۔"

دروازے پر ٹہلنے والے محافظ نے جواب دیا۔

"زونگا عظیم ترین ہے۔"

اس کے بعد دروازے والے محافظ نے اپنی مشین گن نیچے کر لی۔ اس نے کیپٹن شکیل کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"یہ کون ہے اور اس جگہ کیسے آیا۔"

"معلوم نہیں کیسے آیا ہے۔ ویسے مجھے تو کوئی مقامی جاسوس معلوم ہوتا ہے۔" ـــــ پیچھے سے آواز آئی۔ کیپٹن شکیل ہاتھ اٹھائے خاموشی سے یہ مکالمے سنتا رہا۔

دروازے پر ٹہلنے والے محافظ نے ایک تلوار کے دستے پر بنے ہوئے کسی بٹن کو دبایا۔ پھر دوسری تلوار کے دستے پر زور دیا۔ پھر ان تلواروں کے نیچے بنے ہوئے ہینڈل کو گھمایا۔ اب دروازہ ایک زوردار چڑچڑاہٹ سے کھل گیا۔ اندر ایک بہت بڑا ہال نظر آ رہا تھا۔ جس میں چاروں طرف قسم قسم کی مشینیں چل رہی تھیں۔ ان میں سے ہر ایک

مشین کے سامنے ایک ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ چند مشینوں میں اسکرین بھی تھی۔ جن پر مختلف منظر نظر آ رہے تھے۔ ہر شخص اپنے اپنے کام میں لگا ہوا تھا۔ چند نقاب پوش یہاں بھی ہاتھوں میں ٹامی گنیں لیے ٹہل رہے تھے۔ کیپٹن شکیل غور سے مشینوں کو دیکھتا ہوا درمیان سے گزرتا چلا گیا۔ ہال کے ایک طرف پہلے دروازے کی طرح بڑا دروازہ تھا جس کے پار ایک اور گیلری نظر آ رہی تھی۔ کیپٹن شکیل اس ٹوٹی پھوٹی عمارت کے نیچے اس قدر عظیم الشان اور پراسرار انتظامات دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اب وہ گیلری میں سے گزر رہے تھے۔ ایک دروازے پر جا کر وہ رک گئے۔ اس کے باہر ایک سرخ بلب جل رہا تھا۔ ایک نقاب پوش نے کونے میں لگا ہوا بٹن دبایا اور پھر دروازے کی طرف منہ کر کے اٹن شن کھڑا ہو گیا۔ دوسرے نقاب پوش بھی مستعد کھڑے تھے۔ اچانک دروازے کے سامنے لگا ہوا بلب سرخ سے سبز رنگ میں تبدیل ہو گیا اور دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔ نقاب پوشوں نے کیپٹن شکیل کو اندر چلنے کا اشارہ کیا اور کیپٹن شکیل خاموشی سے اندر داخل ہو گیا۔ نقاب پوش بھی اندر داخل ہو گئے۔ اندر ایک نیم تاریک سا کمرہ تھا۔ سامنے ایک بہت بڑی مشین نظر آ رہی تھی جس پر مختلف قسم کے بٹن نظر آ رہے تھے۔ سینکڑوں کی تعداد میں ڈائل تھے۔ اس مشین کے ایک کونے میں ایک چھوٹی سی سکرین بھی تھی۔ رنگ برنگ کے بے شمار بلب بڑی تیزی سے اسپارک کر رہے تھے جس پر سرخ رنگ کی بہتات تھی۔ اس پورے کمرے میں کوئی بھی شخص نہ تھا۔ کیپٹن شکیل حیران تھا کہ اب کیا ہوگا

کہ اچانک سکرین روشن ہو گئی۔ جس میں ایک سایہ سا کرسی پر بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ اس سایہ کو دیکھتے ہی تمام نقاب پوشوں نے بیک وقت بلند آواز میں کہا۔

"ماکا عظیم ہے۔"

"زونگا عظیم ترین ہے۔"

"ہم ماکا زونگا کو سلام کرتے ہیں۔"

اچانک اس سائے کے ہونٹ ہلے اور پھر مشین پر لگے ہوئے ایک مائیک میں سے آواز آئی۔

"ماکا زونگا کے غلاموں میں یہ کون ہے۔"

"یہ شخص گیلری نمبر ایک میں پھر رہا تھا۔"

"کیا" ——— آواز اتنی غضبناک تھی کہ مشین کا مائیک بھی تھرتھرا اٹھا۔

اور کیپٹن شکیل کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے کانوں میں لوہے کی گرم سلاخ اترتی چلی گئی ہو اور وہ نقاب پوش رکوع کے بل جھک گئے۔

"کیا کسی نے غداری کی ہے جو اس شخص نے یہاں داخل ہونے کا راستہ پا لیا ہے۔"

"نقاب پوش خاموش رہے۔

"اسے چھوڑ کر باہر چلے جاؤ اور گیلری نمبر ایک کے آپریٹر کو فوراً حاضر کرو۔" ——— آواز میں غراہٹ بدستور موجود تھی۔

چاروں نقاب پوش فوراً سیدھے ہوئے اور کمرے سے باہر نکل گئے

اور دروازہ ایک بار پھر بند ہو گیا۔ اب کیپٹن شکیل اس مشین کے سامنے اکیلا کھڑا تھا۔

"تم کون ہو۔ منہ سے نقاب اتارو۔" ـــــ مائیک سے آواز آئی لیکن کیپٹن شکیل چپ چاپ کھڑا رہا۔

"کیا تم نے سنا نہیں۔" ـــــ اس بار آواز میں شدید غراہٹ تھی لیکن کیپٹن شکیل پھر بھی گم سم کھڑا رہا۔ اس نے کوئی حرکت نہ کی۔

اچانک مشین کی سائیڈ میں لگے بلب انتہائی تیزی سے سپارک کرنے لگے اور پھر ایک باریک شعاع تیزی سے کیپٹن شکیل پر پڑی۔ اس شعاع کا پڑنا تھا کہ کیپٹن شکیل کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے دماغ میں آندھیاں چل رہی ہوں اور کوئی شخص اسے منہ پر سے نقاب اتارنے کا حکم دے رہا ہو۔ اچانک کیپٹن شکیل کا ہاتھ اٹھا اور اس نے اپنے منہ پر سے نقاب اتار لی۔ نقاب اترتے ہی اس کے دماغ میں سکون ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی بلبوں کی سپارکنگ بھی کم ہو گئی۔ کیپٹن شکیل حیران رہ گیا۔ مائیک میں سے ایک قہقہہ بلند ہوا۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور وہ چاروں نقاب پوش ایک آدمی کو لے کر اندر آ گئے۔ جس کا رنگ زرد پڑا ہوا تھا۔ وہ مشین کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

"گیلری نمبر ایک پر تم تھے۔" ـــــ آواز آئی۔

"یس سر۔" ـــــ اس نوجوان نے بدستور سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔

"پھر یہ نوجوان اندر کیسے پہنچ گیا۔" ـــــ آواز انتہائی غضب ناک ہو گئی۔ لیکن نوجوان بدستور سر جھکائے کھڑا رہا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"ہوں۔ تم نااہل ثابت ہوئے ہو۔" ـــــ اتنا کہتے ہی ایک سبز رنگ کی شعاع اس مشین سے نکلی اور اس نوجوان پر پڑی اور نوجوان کی ایک بھیانک چیخ نکلی اور ایک لمحے کے بعد اس کی لاش وہاں پڑی تھی۔ بالکل جلی ہوئی لاش۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے اسے روسٹ کر دیا ہو۔

نقاب پوش فوراً جھکے اور ماکا زونگا زندہ باد کا نعرہ لگانے لگے۔ اس کے بعد مائیک سے پھر آواز آئی۔

"نوجوان۔ اب تم بتاؤ کون ہو۔ دیکھو سچ سچ بتاؤ ورنہ تمہارا حشر بھی یہی ہو سکتا ہے۔"

"میں سی آئی ڈی انسپکٹر ہوں۔"

"تم غلط بیانی کر رہے ہو۔"

"میں سچ بول رہا ہوں۔" ـــــ کیپٹن شکیل نے زور دے کر کہا۔

"اچھا تم یہاں کیسے آئے۔"

"میں راہ بھٹک کر ادھر آ گیا۔ لیکن یہاں اچانک دیوار کھلی دیکھ کر نیچے اتر آیا۔"

"بکواس۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ دیکھو اپنی جان کے دشمن نہ

بنو۔ سب کچھ بتا دو ورنہ یہاں لوگ موت کو ترستے ہیں اور موت نہیں آتی۔‘‘

’’میں نے سب کچھ بتا دیا ہے۔‘‘ ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

’’ماکا زونگا کے غلامو، تم آپریٹر کی لاش لے کر باہر جاؤ اور چند منٹ کے بعد اس کی لاش لے جانا۔‘‘ ——— اور نقاب پوش آپریٹر کی لاش لے کر باہر نکل گئے۔

ابھی دروازہ پوری طرح بند نہیں ہوا تھا کہ کیپٹن شکیل نے پھرتی سے ریوالور نکال لیا اور پھر اس نے مشین پر لگاتار فائر کرنے شروع کر دیئے۔ پہلا فائر ہوا اور ایک بہت بڑا بلب جو مسلسل سپارک کر رہا تھا ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد دوسرا فائر ہوا اور سکرین تاریک ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی مشین سے ایک عجیب سی شعاع نکلی اور کیپٹن شکیل کی طرف بڑھی۔ لیکن کیپٹن شکیل پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ شعاع سیدھی سامنے موجود دروازے پر پڑی اور دروازہ یوں پگھل گیا جیسے موم پگھلتا ہے۔ کیپٹن شکیل نے ایک اور فائر کیا اور ایک اور ڈائل ٹوٹا مگر اسی لمحے کیپٹن شکیل کے دماغ پر دھند سی چھا گئی اور اس کے تمام احساسات یکدم سو گئے۔ اسے اتنا یاد تھا کہ وہ بری ہاتھ پیر مارتا ہوا نیچے گر رہا تھا۔ اس کے بعد مکمل تاریکی تھی۔

عمران جیسے ہی چھلانگ مار کر اندر آیا۔ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں تھا۔ عمران چند لمحے اس کمرے میں کھڑا رہا۔ پھر ہاتھ میں پستول لے کر دروازے سے باہر نکل آیا۔ سامنے ایک لمبی سی گیلری تھی جس میں ایک بہت بڑا اور تیز بلب جل رہا تھا اور گیلری کے دونوں طرف کمروں کے دروازے تھے اور سامنے سے دو ٹامی گنوں والے راؤنڈ لگا کر واپس جا رہے تھے۔ عمران آہستہ آہستہ ان کے پیچھے چل دیا اور وہ آخری سرے پر جا کر مڑنے لگے۔ اب عمران کے پاس چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ عمران ایک لمحہ کے لیے ٹھٹکا لیکن پھر گولی کی سی تیزی سے ساتھ والے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازے پر زور دیا اور اتفاق سے وہ دروازہ کھلا تھا۔ عمران پلک جھپکتے ہی اندر داخل ہو گیا۔ اور آہستہ سے دروازہ بند کر دیا۔ راؤنڈ لگانے والوں کی قدموں کی آواز ویسے ہی جچی تلی اور پرسکون تھی۔ اس لیے عمران کو اطمینان ہو

گیا کہ انہوں نے اسے نہیں دیکھا۔ اب عمران کمرے کے اندر کی طرف متوجہ ہوا۔ کمرہ خالی تھا لیکن اس میں ایک میز اور کرسی رکھی ہوئی تھی۔ ایک طرف ایک بہت بڑی الماری رکھی ہوئی تھی۔ اس کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا۔ اس میں قسم قسم کے کپڑے دکھائی دے رہے تھے۔ میز پر ایک گلاس پڑا تھا جس میں ابھی تک شراب تھی۔عمران گلاس کے پاس آیا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ اسے محسوس ہوا جیسے گلاس میں شراب کی سطح تھرتھرا رہی ہے۔

وہ فوراً وارڈ روب کے پیچھے چھپ گیا۔ ایک لمحے کے بعد سامنے کی دیوار میں ایک شگاف ہوا اور ایک لمبا تڑنگا شخص نمودار ہوا۔اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی اور وہ جیسے ہی اس شگاف سے باہر آیا شگاف دوبارہ بند ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کرسی پر آبیٹھا اور پھر گلاس میں رکھی ہوئی باقی ماندہ شراب اٹھا کر آہستہ آہستہ پینے لگا اور فائل کھول کر اسے پڑھنے لگا۔عمران کی طرف اس کی پشت تھی۔عمران آہستہ سے الماری کے پیچھے سے نکلا اور قدم پر قدم رکھتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ ویسے بھی قالین پر ربڑ سول جوتے آواز نہیں دیتے تھے۔ اس نے اپنی جیب سے رومال نکالا اور پھر اس نے بجلی کی سی تیزی سے ایک ہاتھ اس شخص کے گلے میں ڈالا اور رومال اس کی ناک پر رکھا۔ ایک لمحے کے لیے وہ تڑپا لیکن شاید رومال میں کلوروفارم کی مقدار کافی سے زیادہ تھی کیونکہ دوسرے لمحے وہ عمران کے ہاتھوں جھول گیا۔عمران نے اسے پکڑ کر قالین پر لٹا دیا اور اس کی نبض دیکھ کر اندازہ لگایا۔ پھر

مطمئن ہو کر فائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فائل پر نظر ڈالتے ہی وہ بری طرح چونکا۔ اس نے جھپٹ کر وہ فائل اٹھائی اور پھر جیسے جیسے وہ اسے پڑھتا گیا اس کی حالت متغیر ہوتی گئی۔ پھر اس نے فائل موڑ توڑ کر اپنے کوٹ کی اندر والی جیب میں رکھ لی۔ اب وہ الماری کو چیک کر رہا تھا جس میں کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔ اس نے کپڑوں کے پیچھے ہاتھ بڑھا کر دیکھا تو اسے ایک اور خانہ محسوس ہوا۔ اس نے اسے کھولا۔ اس میں مختلف کاغذات تھے جو تمام کے تمام کوڈ ورڈز میں لکھے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ عمران نے یہ سب نکال کر اپنی جیبوں میں ٹھونس لیے۔ یکدم وہ اچھل پڑا کیونکہ گیلری میں ٹامی گنوں کے چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ ایک فائر ہوا اور پھر ایک چیخ نکلی۔ عمران نے جلدی سے اس شخص کے کپڑے اتار کر خود پہنے۔ اپنے کپڑے اسے پہنائے۔ کاغذات نکال کر اپنی جیبوں میں رکھے اور الماری میں رکھا ہوا ایک نقاب جس پر ایم زیڈ کے الفاظ لکھے ہوئے تھے اپنے منہ پر چڑھا لیا۔ اب گیلری میں شور مچ گیا تھا۔ وہ دروازے کے پاس آیا۔ اس نے ذرا سا دروازہ کھول کر دیکھا تو کیپٹن شکیل ٹامی گن والوں کے درمیان کھڑا تھا۔ اس نے طویل سانس لی اور پھر دروازہ بند کر دیا۔ اب وہ اس خفیہ دروازے کو کھولنے کا طریقہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے تمام دیواروں کو ہلکا ہلکا ٹھونکا مگر بے سود۔ آخر اس نے آتشدان پر رکھی ہوئی تصویر کو ہلایا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ اچانک اسے تصویر کے کونے میں ایک سرخ رنگ کا نقطہ نظر آیا۔ اس نے اس پر انگلی رکھ کر اسے دبایا لیکن پھر

بھی کچھ نہ ہوا۔ اس کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ اس نے کوٹ کے کالر سے پن نکالی اور اس کے سرے سے اس رخ نقطہ کو دبایا تو دیوار کھٹ سے کھل گئی۔عمران کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ جلدی سے اس شگاف کی طرف بڑھا۔ نیچے سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ وہ ایک ایک کر کے نیچے اترتا گیا۔دوسری سیڑھی پر اس کا قدم پڑتے ہی دیوار پھر برابر ہوگئی تھی۔ اب وہ انتہائی چوکنا ہو کر نیچے اتر رہا تھا۔ دسویں سیڑھی کے بعد وہ ایک کمرے میں پہنچ گیا جس میں ایک بہت بڑی میز تھی۔ جس پر ایک بہت بڑی مشین تھی جو اس وقت بند پڑی تھی۔عمران نے اسے غور سے دیکھا لیکن وہ کچھ نہ سمجھ سکا۔ اس نے کمرے میں ادھر ادھر نظریں گھمائیں تو اسے ایک کونے میں ایک دروازہ نظر آیا۔ اس نے وہ دروازہ ذرا سا کھولا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔سامنے ایک بہت بڑا ہال تھا جس میں بہت سی مشینیں چل رہی تھیں۔ آپریٹران کے سامنے بیٹھے انہیں کنٹرول کر رہے تھے۔ وہ اندر داخل ہوگیا۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا تمام مشین گن والے جو وہاں ٹہل رہے تھے اٹینشن ہو گئے۔ وہ سر ہلاتا ہوا ایک سرے سے دوسرے سرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ جس کا اس نے لباس پہنا ہوا ہے۔ وہ شاید یہاں کا انچارج ہے یا کوئی اچھی پوزیشن رکھتا ہے۔ وہ باری باری ایک ایک مشین کے پاس رکتا اور پھر اسے غور سے دیکھنے لگتا۔ ایک مشین کی سکرین پر اسے صدر مملکت اپنے آفس میں کام کرتے دکھائی دیئے۔پھر صدر مملکت نے میز کی دراز میں سے ایک فائل نکالی اور اس

کا مطالعہ کرنے لگا۔اب وہ فائل ایک زاویہ سے دکھائی دینے لگی۔ پھر آپریٹر نے ایک اور بٹن دبایا۔ اب مشین نے اس فائل کے فوٹو اتارنے شروع کر دیئے۔ عمران یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اسی طرح ہر مشین کسی نہ کسی اہم شخصیت کی نگرانی کر رہی تھی۔نگرانی کا یہ جدید ترین طریقہ دیکھ کرعمران کی عقل جواب دے گئی۔ اتنی ترقی یافتہ اور بڑی تنظیم کے متعلق تو اس نے سوچا ہی نہ تھا اور نہ ہی اس عمارت میں گھستے وقت اسے خیال آیا تھا کہ وہ اتنی بڑی تنظیم کے ہیڈکوارٹر میں گھس رہا ہے۔پھر وہ آہستہ سے ہال کے سامنے کے دروازے میں چلا گیا۔ سامنے ایک گیلری نظر آرہی تھی۔ اس کے دونوں طرف بھی دروازے تھے۔ اس نے ایک دروازے پر دباؤ ڈالا تو وہ کھل گیا۔ عمران اندر داخل ہوگیا۔ دروازہ پیچھے سے بند ہوگیا۔ کمرے میں ایک میز کے پیچھے ایک نوجوان جس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک معلوم ہو رہی تھی بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ اس نے عمران کو دیکھتے ہی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر بولا آج ایک مقامی جاسوس پکڑا گیا ہے۔ اس نے مشین نمبر ایک پر فائرنگ کر دی تھی۔ اب وہ مشین ٹھیک ہو رہی ہے۔ میں نے اسے ہلاک اس لیے نہیں کیا کہ اتنی جرأت کرنے والا یقیناً کوئی معمولی شخص نہ ہوگا۔ اب میں اس سے تمام راز اگلواؤں گا۔ مگر تم بولتے کیوں نہیں۔“ ـــــ اس نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ اچانک عمران نے اچھل کر اس کی ناک پر ٹکر دے ماری اور وہ ڈکراتا ہوا کرسی سے نیچے گرا لیکن پھر سنبھل کر کھڑا ہوگیا۔اسی لمحے عمران کے

کوٹ کی جیب میں سے فائر ہوا اور گولی اس شخص کی کھوپڑی میں سوراخ کرتی ہوئی نکل گئی۔ کمرہ چونکہ ساؤنڈ پروف معلوم ہوتا تھا اس لیے آواز باہر جانے کا خطرہ نہ تھا۔ ایسا کرنا عمران کے لیے ضروری ہو گیا تھا۔ کیونکہ عمران بول نہیں سکتا تھا اور نہ ہی کوئی ایسی حرکت کر سکتا تھا جس سے اس پر شک ہوتا۔ اس نے چونکہ جس کا لباس پہنا ہوا تھا اس کی آواز ہی نہیں سنی تھی اور وہ کوڈ ورڈ بھی نہیں جانتا تھا۔ اس نے دوبارہ اپنے کپڑے اتارے اور مردہ شخص کے کپڑے اتار کر خود پہنے۔ اس کا نقاب منہ پر لگایا اور اسے اٹھا کر ایک الماری میں ٹھونس دیا اور خود کمرے کا معائنہ کرنے لگا۔ پھر بغلی دروازے سے وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ سامنے ایک کیمرہ نما مشین رکھی ہوئی تھی۔ جس پر مختلف بٹن لگے ہوئے تھے۔ اس کے ایک کونے میں سکرین تھی۔ اس نے میز پر بیٹھ کر ایک سبز رنگ کا بٹن دبایا تو اچانک ساری مشین کے ڈائل چلنے لگے۔ بلب سپارک کرنے لگے اور پھر سکرین پر ایک کمرے کا منظر ابھرنے لگا۔ جس کا دروازہ بند تھا اور کمرہ خالی تھا۔ اچانک کمرے کے دروازے کے باہر لگا ہوا سرخ بلب جلنے بجھنے لگا۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے مشین کے پیلے رنگ کا بٹن دبایا۔ وہ اس طرح ایک بہت بڑا خطرہ مول لے رہا ہے کیونکہ اسے بالکل معلوم نہیں تھا کہ ان بٹنوں کے دبانے سے کیا ہوگا۔ کہیں ان کا ردعمل خطرناک نہ ہو لیکن وہ بھی عمران تھا۔ اس کے دل میں جو خیال آ جاتا پھر دنیا کا کوئی خوف اس کو اس خیال پر عمل کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔ بہرحال

زرد رنگ کے بٹن دبانے سے کوئی بھی ردعمل نہ ہوا بلکہ دروازے کے اندر کا بلب بند ہو گیا اور عمران نے دیکھا کہ دروازہ آہستہ آہستہ کھل رہا ہے۔ پھر دروازے سے ایک نقاب پوش اندر داخل ہوا جس نے مشین گن اٹھائی ہوئی تھی۔ اس نے اندر داخل ہو کر سر جھکایا اور پھر عمران کے سامنے موجود مشین سے آواز سنائی دی۔ وہ نقاب پوش سر جھکائے ماکا عظیم ہے زونگا عظیم ہے کے نعرے لگا رہا تھا۔ عمران نے بغیر سوچے سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔ اب مشین کے بٹن تیزی سے جلنے بجھنے لگے۔ اچانک عمران نے دیکھا کہ مشین میں سے سرخ رنگ کی شعاع نکلی اور اس نقاب پوش پر پڑی جو سر جھکائے کھڑا تھا۔ نقاب پوش کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور ایک منٹ کے بعد اس نقاب پوش کی جلی ہوئی لاش وہاں پڑی تھی۔ عمران یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اب صرف ایک بٹن تھا جو نیلے رنگ کا تھا۔ اس نے وہ دبا دیا۔ تھوڑی دیر بعد اسے سکرین پر وہ ہال نظر آیا جس میں تمام آپریٹر کام کر رہے تھے۔ سکرین کے نیچے ایک چھوٹا سا ہینڈل لگا ہوا تھا۔ اس نے اسے گھمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ منظر بھی تبدیل ہونے لگا۔ اسے سکرین پر ہر کمرہ باری باری نظر آنے لگا۔ کہیں پر جدید اسلحہ کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ کسی کمرہ میں شراب کی بوتلوں کے انبار تھے۔ ایک چھوٹے سے ہال میں کرنسی نوٹ بنانے کی مشین تھی۔ اس طرح وہ باری باری ہر کمرہ دیکھتا گیا۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت تھی۔ اتنی بڑی اور جدید تنظیم اس کی آنکھوں کے سامنے تھی۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ

اتنے انتظامات ہوگئے اور اسے آج تک خبر نہ تھی۔ پھر ایک کمرے کو دیکھ کر وہ چونک پڑا کیونکہ اس میں کیپٹن شکیل ایک کرسی پر بندھا ہوا تھا۔ اب اس کے سامنے دو مسئلے تھے ایک تو کیپٹن شکیل کو آزاد کرانا اور دوسرا ان تمام مشینوں پر یا تو حکومت کا قبضہ کرانا یا انہیں تباہ کرنا تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ اس نے ہیڈ کوارٹر کے انچارج کو ختم کر دیا ہے۔ یہ بھی اتفاق تھا ورنہ نجانے انچارج تک پہنچنے کے لیے عمران کو کتنے ہاتھ پیر مارنے پڑتے۔ لیکن اس کے باوجود جو لمحہ بھی گزر رہا تھا اس کے لیے خطرہ بڑھتا جا رہا تھا۔ آخرکار اس نے ایک فیصلہ کن اور خطرناک قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا اور پھر کچھ سوچ کر انچارج کا لباس پہنے وہ کمرے سے باہر نکل کر گیلری میں آ گیا۔ یہ ایک انتہائی خطرناک اقدام تھا کیونکہ عمران کو بالکل معلوم نہیں تھا کہ آیا انچارج کبھی راؤنڈ بھی لگاتا تھا یا نہیں۔ اگر لگاتا تھا تو باقی لوگوں سے اس کا رویہ کیسا تھا۔ بہرحال جو ہو سو ہو کے مصداق اس نے فیصلہ کن قدم اٹھا لیا تھا۔ اب وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بھی تو نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ بہرحال جیسے ہی اس نے گیلری میں قدم رکھا ایسا معلوم ہوا جیسے پورے ماحول میں ایک عجیب قسم کی بے چینی سنسنی اور پراسراریت سی پھیل گئی جسے عمران نے بھی بخوبی محسوس کر لیا۔ اس سے اسے معلوم ہوا کہ انچارج اول تو کبھی باہر نہیں نکلا۔ دوسرا اس کا رویہ دیگر لوگوں سے انتہائی سخت رہا ہوگا ورنہ اسے دیکھتے ہی پورے ماحول میں یکدم بے چینی اور عدم اطمینان کی لہر نہ دوڑ جاتی۔ جیسے ہی عمران آہستہ آہستہ سے گیلری میں نکلا سامنے پہرہ

دینے والے نقاب پوشوں کے گروہوں نے ماکا عظیم ہے زونگا عظیم ترین ہے کے نعروں سے اس کا استقبال کیا لیکن عمران آہستہ سے ان کے پاس سے گزر گیا۔ اس نے صرف ایک ہاتھ جس پر سیاہ رنگ کے دستانے پہنے ہوئے تھے اٹھانے پر اکتفا کیا۔ وہ ہال میں داخل ہو گیا۔ اسے دیکھتے ہی تمام آپریٹر اپنے کاموں میں اور بھی زیادہ تندہی سے مصروف ہو گئے۔ کسی نے ایک نظر بھی اٹھا کر اوپر نہ دیکھا۔ عمران ان کے درمیان سے گزرتا ہوا دوسری گیلری میں نکل آیا۔ دو نقاب پوش مشین گنیں لئے اس کے پیچھے پیچھے بطور بارڈ گارڈ آ رہے تھے۔ عمران ایک دروازہ کھول کر ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ پھر اس کے عقبی دروازے سے داخل ہو کر وہ ایک اور بڑے ہال میں داخل ہو گیا۔ یہاں ایک بہت بڑا پلانٹ کسی بہت بڑے مقصد کے لیے نصب تھا۔ عجیب وغریب مشینیں تھیں۔ عمران سمجھ گیا کہ یہ پلانٹ کسی بہت بڑے مقصد کے لیے یہاں نصب ہے۔ وہ اس کے آپریٹر کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور اس پلانٹ کا مقصد سمجھنے کے لیے اسے غور سے دیکھنے لگا۔ اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اسے اٹھا کر ہواؤں میں اچھال دیا ہو لیکن یہ صرف اس کی ذہنی کیفیت تھی کیونکہ اب اس پلانٹ کا مقصد وہ کسی حد تک سمجھ گیا تھا۔ یہ پلانٹ زمین سے پانی باہر نکالنے کے لیے نصب تھا۔ جس کا مظاہرہ پچھلے دنوں ماکا زونگا بطور سزا کے کر چکا تھا۔ اب عمران کے لیے یہ لازمی ہو گیا کہ وہ ہر قیمت پر اس پلانٹ کو تباہ کر دے۔ وہ فوراً مڑا اور اس کمرے کی طرف چل دیا جس میں

کیپٹن شکیل بند تھا۔ کمرہ کا نمبر سکریننگ مشین سے وہ دیکھ چکا تھا۔وہ چلتا ہوا اس کمرے کے سامنے رکا اس کے باہر تالا لگا ہوا تھا اور ایک نقاب پوش مشین گن اٹھائے باہر پہرہ دے رہا تھا۔عمران نے اسے تالا کھولنے کا اشارہ کیا۔ اس نے جھٹ تالا کھول کر دروازہ کھول دیا۔ عمران اور اس کے ساتھ دو باڈی گارڈ اندر داخل ہوئے۔ کیپٹن شکیل کرسی پر بندھا ہوا تھا لیکن اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔عمران اسے دیکھ کر دل ہی دل میں مسکرایا۔ پھر اس نے انچارج کے لہجے میں پکارا۔

''تمہارا دماغ ٹھکانے لگا یا نہیں۔''۔۔۔۔ لیکن کیپٹن شکیل نے کوئی جواب نہ دیا۔

عمران نے نقاب پوشوں کو اس کے کھولنے اور اسے اپنے کمرے میں پہنچانے کا حکم دیا اور خود کمرے سے باہر نکل گیا۔انہوں نے جھٹ کیپٹن شکیل کو کھول دیا اور پھر اسے لے کر اس کے کمرے کی طرف بڑھے۔عمران ان سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکا تھا۔وہ لوگ کیپٹن شکیل کو چھوڑ کر خود باہر چلے گئے۔کیپٹن شکیل کے ہاتھ ابھی تک بندھے ہوئے تھے۔عمران نے ہر طرف سے اطمینان کر کے اپنا نقاب اتار دیا اور کیپٹن شکیل اسے دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن حیرت اس کی آنکھوں سے ٹپک رہی تھی چہرے سے نہیں۔عمران نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ کھول دیئے اور آہستہ سے اسے تمام حالات بتا دیئے۔ اب دونوں نے مل کر اس ہیڈکوارٹر کو تباہ کرنا تھا۔ عمران نے اس کے لیے ڈائنامائیٹ تجویز کیا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ ڈائنامائیٹ لایا کہاں سے

جائے۔ اسے آپریٹ کہاں سے کیا جائے۔ کیپٹن شکیل نے ٹائم بم کا مشورہ دیا لیکن یہاں مسئلہ بموں کی فوری فراہمی کا تھا۔ اچانک عمران کو ایک تجویز سوجھی۔ اس نے نقاب چہرے پر ڈالا اور خود اٹھ کر اسی مشین پر جا بیٹھا۔ اس نے سبز رنگ کا بٹن دبایا اور مشین کو سٹارٹ کر دیا۔سکرین پر ایک کمرے کا منظر ابھرا تو اس نے فوراً نیلے رنگ کا بٹن دبا دیا۔ اب کسی حد تک وہ اس مشین کو سمجھ چکا تھا۔ اس لیے آسانی سے اسے آپریٹ کر رہا تھا۔اب سکرین پر ہال کا منظر ابھرا لیکن وہ ہینڈل گھماتا رہا اور ایک کمرہ میں اسے ایک نقاب پوش کرسی پر بیٹھا شراب پیتا نظر آیا۔ اس کے سینے پر نمبر تھری لکھا ہوا تھا۔عمران نے ہینڈل کو وہیں روک دیا اور پھر اس نے زرد رنگ کا بٹن دبایا اور پھر اس شخص کو چونکتے دیکھا اور پھر وہ شخص تیزی سے اٹھا اور چہرے پر نقاب ٹھیک کرتا ہوا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اب عمران نے ہینڈل کو دوبارہ گھمایا اور جب اس کمرے کا منظر نظر آیا جو پہلے نظر آتا تھا تو اس نے ہینڈل کو چھوڑ دیا۔ اچانک اسے کمرے کے دروازے کے اندر لگا ہوا بلب جلتا بجھتا نظر آیا۔ اس نے زرد رنگ کے بٹن کو ایک بار پھر دبایا اور دروازہ آہستہ سے کھلا اور وہی نقاب پوش نمبر تھری اندر داخل ہوا۔ اس نے اندر داخل ہو کر مخصوص نعرہ لگایا اور پھر سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔عمران نے مائیک کا بٹن دبایا اور پھر سرسراتی ہوئی آواز میں بولا۔

''نمبر تھری۔''

''یس سر۔''۔۔۔۔ نمبر تھری نے سر اٹھا کر کہا۔

"ہمارے سٹاک میں کتنے ٹائم بم موجود ہیں۔" ـــــ عمران نے پوچھا۔

"جناب ہمارے سٹاک میں ایک سو ٹائم بم موجود ہیں۔" ـــــ نمبر تھری نے ادب سے جواب دیا۔

"ہوں۔ اچھا ابھی جاؤ ان میں سے آٹھ ٹائم بم لے آؤ۔"

"بہت بہتر۔" ـــــ اس نے کہا اور پھر تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ عمران نے پھر ہینڈل کو گھمایا۔ سکرین پر وہ نقاب پوش ایک گیلری میں تیزی سے جاتا نظر آیا۔ عمران سکرین پر اسے فالو کرتا رہا۔ نقاب پوش چلتا ہوا ایک دروازے پر رک گیا۔ اس نے دروازے پر مخصوص دستک دی۔ دروازہ کھل گیا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ اندر ایک بہت بڑا اسلحہ خانہ تھا۔ عمران اس اسلحہ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

اسے اس اسلحہ خانے کا علم نہیں تھا۔ اس نے دیکھا کہ نقاب پوش وہاں بیٹھے ایک نقاب پوش سے ٹائم بم لے رہا ہے۔ عمران اب کیپٹن شکیل کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے اسے ساری سکیم بتائی کہ جیسے ہی نمبر تھری بم لے کر اندر داخل ہو گا میں اسے چھاپ لوں گا۔ تم اس مشین پر بیٹھ جانا۔ عمران نے اسے آپریٹ کرنے کا طریقہ بتلا دیا۔ اس نے اسے بتایا کہ یہ بم مختلف کمروں میں رکھوں گا۔ تم اس مشین کے ذریعے مجھے فالو کرتے رہنا جہاں کچھ خطرہ معلوم ہو۔ یہ سرخ رنگ کا بٹن دبا دینا۔ فوکس میں جتنے لوگ ہوں گے وہ جل جائیں گے۔ لیکن یہ اس وقت کرنا جب اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا لبادہ

اتار کر کیپٹن شکیل کو پہنا دیا اور شکیل وہ مخصوص نقاب لگا کر مشین پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں نمبر تھری بموں کا ڈبہ لے کر مخصوص کمرے کے دروازے تک پہنچ گیا۔ کیپٹن شکیل نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اور پھر اسے ہدایت کی کہ وہ ان بموں کو کمرہ ایک پہنچا دے۔ کمرہ نمبر ایک اس کا اضافی کمرہ تھا۔ نمبر تین بموں کو لے کر کمرہ نمبر ایک کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں عمران اس کی تاک میں تھا۔ جیسے ہی نمبر تھری اندر داخل ہوا عمران نے اسے چھاپ لیا۔ چونکہ یہ افتاد اس پر اچانک پڑی تھی اس لیے وہ بے خبری میں مار کھا گیا۔ چنانچہ چند ہی لمحوں بعد وہ عمران کے ہاتھوں میں جھول رہا تھا۔ عمران نے پھرتی سے اس کے کپڑے اتارے اور اپنے کپڑوں پر پہن لئے۔ پھر اس نے بموں کو نکال کر اپنے لبادہ میں مختلف جگہوں پر چھپانا شروع کر دیا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

عمران کمرے سے نکل کر تیزی سے گیلری میں چلنے لگا۔ اس نے تمام بم نکالے اور پندرہ منٹ کا ٹائم سیٹ کیا اور پھر ایک بم گیلری میں لگی ہوئی ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ عمران کے خیال میں یہ اس ٹوکری کا بہترین مصرف تھا۔ بہرحال وہ آگے بڑھا اور ہال میں داخل ہو گیا۔ وہ آہستہ سے چلتا ہوا ایک کونے میں گیا اور ایک مشین کے پاس کھڑا ہو گیا۔ آپریٹر نے اسے دیکھا اور پھر اپنے کام میں لگ گیا۔ عمران نے ہاتھ میں وہ چھوٹا سا مگر انتہائی طاقتور بم لیا اور پھر آہستہ سے اس کی مشین اور پچھلی دیوار کے درمیان میں رکھ دیا۔ پھر وہ خاموشی سے آگے بڑھ گیا اور اب اسلحہ کا انچارج اس کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا۔ عمران نے اس سے رجسٹر مانگا اور پھر اس رجسٹر میں دیکھنے لگا۔ پھر اچانک وہ زور سے چونکا اور غور سے دوسرے کمرے کی طرف دھیان کر کے کچھ سننے لگا۔ اسلحہ خانے کا انچارج بھی نقاب لگائے

ہوئے پریشان ہو گیا۔ اس نے نمبر تھری کی طرف حیرانگی سے دیکھا۔ عمران نے اس کے کان میں کہا کہ دوسرے کمرے سے کوئی آواز آ رہی ہے جا کر دیکھو کون ہے۔ وہ تیزی سے اس کمرے کی طرف بڑھا اور عمران نے پھرتی سے اسلحہ کے ڈھیر کے درمیان ایک بم چھپا کر رکھ دیا۔ وہ انچارج واپس آیا تو اس نے بتایا کہ وہاں کوئی نہیں ہے۔ عمران نے اپنا وہم کہہ کر اسے مطمئن کر دیا اور پھر وہ واپس مڑ گیا۔ عمران نے گیلری میں بنے ہوئے مختلف خالی کمروں میں بم چھپا دیئے۔ اب وہ اس پلانٹ کی طرف جا رہا تھا جس نے پچھلے دونوں پورے دارالحکومت میں بھیانک تباہی مچا دی تھی۔ وہ اس کمرے میں داخل ہوا وہاں پر صرف ایک آپریٹر ڈیوٹی پر موجود تھا۔ پلانٹ مکمل طور پر بند تھا۔ عمران نے اسے دیکھتے ہی اشارے سے اپنی طرف بلایا۔ وہ اس کی طرف بڑھا عمران نے اس کی گردن پکڑ لی۔ وہ بھی خاصا طاقتور تھا لیکن عمران کے سامنے اس کی کچھ پیش نہ چلی اور چند لمحوں بعد اس کی آنکھیں باہر نکل آئیں وہ دم توڑ چکا تھا۔ عمران نے اس کی لاش گھسیٹ کر ایک طرف ڈالی اور خود سکریو ڈرائیور لے کر اس پلانٹ کی ایک سائیڈ کھولی اور اس میں دو بم چھپا کر سائیڈ دوبارہ بند کر دی۔ اب اسے اطمینان ہو گیا کہ اگر کسی نے آپریٹر کی لاش دیکھ بھی لی تو وہ پلانٹ کو نہ بچا سکیں گے۔

یہاں سے فارغ ہو کر وہ اطمینان سے باہر نکل گیا لیکن باہر نکلتے ہی وہ ٹھٹھک گیا کیونکہ سارے ہال میں ہلچل مچ گئی تھی۔ اس کی سمجھ

میں اس کی وجہ نہ آ سکی لیکن اچانک اسے خیال آیا کہ کہیں کیپٹن شکیل کا راز تو نہیں کھل گیا۔ کیونکہ اس نے بہت سے نقاب پوش مشین گنیں اٹھائے کمروں کی طرف بھاگتے دیکھے۔ ٹائم بم پھٹنے میں صرف دس منٹ باقی رہ گئے تھے۔ اب ان دس منٹوں میں اسے بھی اور کیپٹن شکیل کو بھی اس عمارت سے باہر نکل جانا تھا لیکن یہ اچانک افتاد اور آ پڑی تھی بھاگتے بھاگتے اس نے ایک نقاب پوش سے مشین گن لے لی۔ اس پہرے دار نے اسے اپنا آفیسر سمجھتے ہوئے اپنی مشین گن اسے پکڑا دی۔ وہ تیزی سے کمرہ نمبر ایک کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور بیس پہرے دار نقاب پوش اندر مشین گنیں اٹھائے کھڑے تھے۔ وہ نمبر تھری کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے لیکن وہ عمران کو پہچان نہ سکے کیونکہ یہاں تمام لوگ منہ پر نقاب ڈالے پھرتے تھے ۔اس لیے وہ کچھ نہ سمجھ سکے۔ عمران نے دیکھا کہ کیپٹن شکیل ایک شیشے کے بہت بڑے جار میں بند ہے۔ عمران کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیپٹن شکیل یہاں یکدم کیسے بند ہو گیا لیکن اب وقت سوچنے کا نہ تھا۔ مکمل تباہی میں صرف چند منٹ باقی رہ گئے تھے۔ عمران نے مشین گن سیدھی کی اور پھر کمرہ مشین گن کی ریٹ ٹیٹ سے گونج اٹھا۔ ایک ہی وار میں تمام نقاب پوش فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے۔ عمران نے ٹریگر پر بدستور دباؤ ڈالے رکھا۔ سینکڑوں گولیاں ان کے جسموں سے پار ہو گئیں اور چند لمحوں بعد وہاں فرش پر خون ہی خون اور لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ عمران بھاگ کر کیپٹن شکیل کی طرف بڑھا۔ اس نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا لیکن اس

جار میں کہیں بھی دروازہ نہ تھا۔ اس نے کیپٹن شکیل کو آواز دی لیکن بے سود۔ ادھر کیپٹن شکیل کے ہونٹ ہلے لیکن عمران کوئی لفظ نہ سن سکا۔ اب عمران نے کیپٹن شکیل کو ایک طرف ہٹنے کا اشارہ کیا اور گولیوں کی باڑ اس شیشے پر ماری لیکن اس پر کوئی اثر نہ پڑا۔ اب عمران گھبرا گیا کیونکہ بم پھٹنے میں صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے تھے اور انہی پانچ منٹوں میں اسے سب کچھ کرنا تھا۔لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ فوری طور پر اسے ایک خیال آیا۔ اس نے جیب سے آخری ٹائم بم نکالا اور کیپٹن شکیل کو اشارہ کیا کہ وہ فرش پر لیٹ جائے۔ اب جو بھی ہوتا سو ہوتا۔ اگر رہائی کی کوئی صورت نکل آئی تو خیر ورنہ موت تو سامنے ہی تھی۔ کیپٹن شکیل اشارہ پاتے ہی فوراً زمین پر لیٹ گیا۔ عمران نے بم پر دو سیکنڈ کا ٹائم لگایا اور بم شیشے کی دیوار کے پاس رکھ کر خود بھی پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ پلک جھپکتے ہی دو سیکنڈ گزر گئے اور پھر ایک زبردست دھماکہ ہوا اور شیشے کے جار کے پرزے اڑ گئے۔ اس کے ساتھ ہی وہ کمرہ بھی تباہ ہو گیا۔ چھت ٹوٹ کر ترچھی نیچے گری اور چھت کے ترچھا گرنے کی وجہ سے کیپٹن شکیل اور عمران بچ گئے کیونکہ تمام ملبہ اس چھت نے روک لیا۔ اب دونوں وہاں سے اٹھے اور باہر کی طرف بھاگنے لگے۔ بم پھٹنے میں صرف تین منٹ باقی رہ گئے تھے۔ وہ تیزی سے ایک گیلری میں بھاگے۔اس دھماکے کی وجہ سے تمام کمروں میں بھاگ دوڑ مچی ہوئی تھی۔ سرخ اور سبز بلب جل رہے تھے۔وہ دونوں تیزی سے ایک طرف بھاگے۔ اس گیلری کی طرف

ایک ٹنل سی بنی ہوئی تھی۔ وہ دونوں تیزی سے اس میں دوڑنے لگے۔ یہ پانی کا بہت بڑا پائپ تھا وہ تحاشہ بھاگ رہے تھے۔ اچانک کیپٹن شکیل کا پاؤں پھسل گیا اور وہ تیزی سے عمران سے الجھ پڑا اور پھر وہ دونوں اس ٹنل میں پھسلتے چلے گئے۔ دوسرے لمحے وہ ٹنل کے دوسرے سرے سے باہر ہوا میں ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے اڑتے چلے جا رہے تھے۔ ٹنل زمین سے کافی اونچائی پر بنی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ تقریباً ہوا میں اڑتے ہوئے زمین پر جا گرے۔ کیپٹن شکیل اس سے پہلے زمین پر پڑا تھا۔

چند لمحوں تک کیپٹن شکیل کو کچھ محسوس نہ ہوا۔ لیکن پھر اچانک کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور اسے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی آتش فشاں پہاڑ گرج پڑا ہو۔ پھر پے در پے دھماکے ہونے لگے۔ عمران اور کیپٹن شکیل کے نیچے کی زمین ہل رہی تھی۔ پھر ایک زبردست دھماکہ ہوا اور ایسا محسوس ہوا جیسے عمران اور کیپٹن شکیل کے اعصاب جواب دے گئے ہوں اور ان کی قوت سماعت ختم ہو گئی ہو۔

صفدر نے بھی اپنی موٹر سائیکل پارکنگ شیڈ کی طرف گھما دی۔ وہ نیچے اترا اور جیبوں میں ہاتھ ڈالے ریستوران کے ہال میں داخل ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ دونوں غیر ملکی ایک کونے والی میز پر بیٹھے رہے ہیں۔ صفدر آہستہ سے چلتا ہوا ان کی طرف بڑھا اور ان کے قریب موجود میز پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ اسے دیکھ کر قطعاً نہ چونکے۔ جس سے صفدر نے اندازہ لگایا کہ انہیں تعاقب کا علم نہیں ہوا۔ وہ آج صبح سے ایکسٹو کے حکم سے ان دونوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس لیے کسی حد تک صفدر بور ہو گیا تھا لیکن حکم بہرحال حکم تھا۔ صفدر نے ویٹر کو کافی کا آرڈر دیا اور جیب سے سگریٹ نکال کر منہ سے لگایا۔ اب اس نے جیب سے لائٹر نکالا جو جسامت میں عام لائٹروں سے قدرے بڑا اور وزن میں بھی قدرے زیادہ تھا۔ اس نے لائٹر سے سگریٹ سلگایا لیکن اس دوران وہ ان دونوں کے دو دو پوز فوٹو لے چکا تھا۔ اس لائٹر میں

ایک چھوٹا سا مگر انتہائی طاقتور کیمرہ نصب تھا۔ صفدر نے لائٹر جیب میں رکھ لیا اور پھر اطمینان سے کافی پینی شروع کر دی جو ویٹر اس کی میز پر رکھ گیا تھا۔ وہ دونوں بھی چپ چاپ کافی پی رہے تھے۔ اچانک ان میں سے ایک بولا۔

"آج کدھر جانا ہے۔"

"نمبر تین میں۔"

"نمبر ایک تباہ ہو گیا ہے۔"

"ہاں زبردست نقصان پہنچا ہے۔"

اور پھر وہ خاموش ہو گئے۔ اتنے میں ایک لڑکی ان کی طرف بڑھتی ہوئی نظر آئی۔ وہ کوئی غیر ملکی نظر آ رہی تھی۔ صفدر اس کے چہرے سے اس کی قومیت کا اندازہ لگانے میں ناکام رہا۔ اس کے نزدیک آتے ہی وہ دونوں احتراماً کھڑے ہو گئے اور وہ بھی ان کے برابر کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر صفدر کو بھی چونکنا پڑا کیونکہ اسی لمحے جولیا بھی ہال میں داخل ہو رہی تھی اور اس کی نظریں ہال میں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ صفدر سمجھ گیا کہ جولیا اس لڑکی کے تعاقب میں یہاں آئی ہے۔ چنانچہ جیسے ہی جولیا کی نظریں اس لڑکی پر پڑیں اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلک نظر آئی۔ صفدر نے جولیا کو اشارہ کیا اور وہ سیدھی اسی کی میز کی طرف چلی آئی۔

"کیسے بیٹھے ہو۔"۔۔۔۔ جولیا نے بیٹھتے ہی سوال کیا۔

"دو شعروں پر غور کر رہا ہوں۔"۔۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"شعروں پر۔"۔۔۔۔ ایک لمحے کے لیے جولیا کو حیرت ہوئی۔ لیکن پھر وہ سمجھ گئی کہ صفدر بھی کسی کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آیا ہے۔ اس لیے اس نے اور سوال نہ کیا۔

صفدر نے اس کے لیے کافی کا آرڈر دیا اور پھر غور سے ساتھ والی میز کی گفتگو سنتا رہا۔ وہ لوگ اب اطالوی زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ صفدر کسی حد تک اطالوی زبان سمجھ رہا تھا لیکن جولیا اس زبان سے نابلد تھی۔ چنانچہ خاموش بیٹھی کافی پیتی رہی۔ صفدر نے سنا کہ وہ آپس میں کسی آپریشن کے سلسلے میں بات کر رہے ہیں لیکن ان کی آواز اتنی مدھم تھی کہ صفدر کافی کوشش اور توجہ کے سوائے چند لفظوں کے اور کچھ نہ سن سکا۔ کافی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد وہ لڑکی اٹھ کر چلی گئی اور اس کے بعد جولیا بھی چلی گئی۔ صفدر نے دوبارہ کافی منگوائی اور اسے پینے لگا۔ اب دونوں اٹھ کر اوپر بنے ہوئے کمرے کی طرف جا رہے تھے اور صفدر سوچ رہا تھا کہ آیا یہ اسی ریستوران میں رہائش پذیر ہیں یا کسی اور سے ملنے جا رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے چیک کرنے کا فیصلہ کیا اور جیسے ہی وہ دونوں اوپر جا کر ایک اور گیلری کی طرف مڑے صفدر نے پھرتی سے اپنی میز چھوڑی اور زینوں کی طرف بڑھ گیا۔ اس سے پہلے وہ میز پر نوٹ رکھنا نہ بھولا تھا۔ صفدر جب اس گیلری تک پہنچا جس پر وہ دونوں مڑے تھے تو اسے وہ ایک کمرے میں گھستے دکھائی دیئے۔ و اس کمرے کی طرف بڑھا اور پھر اس نے گیلری میں ادھر ادھر دیکھ تمام گیلری سنسان تھی۔ صفدر نے اپنی آنکھ کی ہول پر لگائی اندر اسے

چار آدمی ایک میز کے گرد بیٹھے نظر آئے۔ اچانک قدموں کی چاپ ہوئی اور صفدر پھرتی سے دروازے کے ایک طرف ہٹ گیا اور پھر آہستہ آہستہ آگے جانے لگا۔ یہ ایک ویٹر تھا جو ٹرے ہاتھ میں لئے اسی کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ صفدر آگے بڑھ کر نیچے اتر گیا اور پھر اس نے ایکسٹو کو فون کیا تاکہ اس سے مزید ہدایات لے۔ ایکسٹو نے اسے وہاں سے کیفے گلستان پہنچنے کو کہا جہاں عمران اس کا انتظار کر رہا تھا اور یہاں صفدر کی بجائے نعمانی کی ڈیوٹی لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد نعمانی ہال میں داخل ہوا۔ صفدر نے اسے تمام حالات سے آگاہ کر دیا اور خود باہر نکل کر موٹر سائیکل سٹارٹ کر کے سڑک پر نکل آیا۔ اب اس کا رخ کیفے گلستان کی طرف تھا۔ کیفے گلستان اس شہر کا ایک ماڈرن کیفے تھا۔ اس کی سب سے بڑی شہرت اس کا باغ تھا جو شاید اس شہر کا بہترین باغ تھا۔ اسی وجہ سے شام کے وقت لوگ عموماً کیفے گلستان جانا زیادہ پسند کرتے تھے۔ صفدر کی موٹر سائیکل بڑی تیزی سے سڑک پر بھاگ رہی تھی اور صفدر کا ذہن ان دو آدمیوں کی طرف لگا ہوا تھا۔ جنہیں وہ پیچھے نعمانی کی نگرانی میں چھوڑ آیا تھا۔ اسی ادھیڑ بن میں اسے تعاقب محسوس نہ ہوا۔ حالانکہ اس کے ریستوران سے نکلتے ہی ایک چھوٹی سفید رنگ کی کار اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ اس میں دو آدمی سوار تھے۔ صفدر کی موٹر سائیکل کیفے گلستان کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی اور اس کے ساتھ ہی وہ کار بھی اس کمپاؤنڈ میں آ کر رکی۔ صفدر موٹر سائیکل کو پارک کرنے کے بعد ہال کی طرف بڑھا۔ یہاں عمران ایک میز پر بیٹھا اونگھ رہا

تھا۔ صفدر اس کی میز کی طرف بڑھا۔ اس نے عمران کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور بے اختیار اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ کیونکہ عمران اس کے ہاتھ لگاتے ہی کرسی سے نیچے آ گرا تھا لیکن فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کے حلق سے بے اختیار قہقہے نکل پڑے لیکن عمران صفدر کو اس طرح آنکھیں جھپکا جھپکا کر دیکھ رہا تھا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو۔ صفدر ندامت سے سرخ ہو رہا تھا۔ عمران کا یہ مذاق اسے کھل گیا مگر وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ چپکے سے ساتھ بیٹھ گیا۔ عمران دوبارہ کرسی پر بیٹھ کر یوں اونگھنے لگا جیسے کچھ بھی نہ ہوا ہو۔ آخر تنگ آ کر صفدر نے عمران کو کہا۔

''عمران صاحب۔'' ـــــ اور عمران نے آنکھیں پھاڑ کر صفدر کی طرف دیکھا اور پھر بولا۔

''آپ نے مجھے کچھ کہا ہے۔''

''نہیں تو۔ تمہارے فرشتوں سے کچھ کہہ رہا ہوں۔'' ـــــ صفدر نے جھنجھلا کر کہا۔

''معاف کیجئے۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔'' ـــــ عمران نے معصومیت سے جواب دیا۔

صفدر سمجھ گیا کہ عمران کسی وجہ سے اس سے انجان بننا چاہتا ہے۔ اس لیے اب وہ بھی چپ چاپ بیٹھ گیا اور عمران ایک بار پھر اونگھنے لگا۔ صفدر اتنی شدت سے بور ہو گیا کہ جس کی انتہا نہیں۔ اس کا ذہن لگاتار بوریت بوریت کی گردان کر رہا تھا۔ اس نے عمران کو دیکھا اور

دوسرے لمحے وہ ایک جھٹکے سے اپنی کرسی چھوڑ چکا تھا۔ وہ تیزی سے باہر کو لپکا۔ اس کے اٹھتے ہی وہ دونوں بھی اپنی اپنی میزوں سے اٹھ کر باہر کو لپکے۔ عمران نے کن آنکھوں سے انہیں دیکھا اور پھر وہ بھی کرسی سے اٹھ کر باہر نکل گیا لیکن باہر جانے کے لیے اس نے سامنے والے دروازے کی بجائے عقبی دروازے کا انتخاب کیا۔ اس طرف سے وہ تیزی سے گھومتا ہوا باہر نکل کر سامنے آیا تو اسے وہ دونوں ایک کار میں بیٹھے تیزی سے ایک طرف جاتے دکھائی دیئے۔ عمران نے ایک ٹیکسی روکی اور پھر تیزی سے اس کار کا تعاقب کرنے لگا۔ صفدر اپنے تعاقب سے بے خبر انتہائی جھنجھلاہٹ میں اپنے فلیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ یہ اس کی زندگی کا پہلا موقع تھا جب وہ اتنی شدید جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا تھا کہ وہ ایکسٹو کے حکم کو بھی بھلا بیٹھا اور تیزی سے اپنے فلیٹ کی طرف چل پڑا۔ عمران ٹیکسی میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ کسی طرح صفدر کو اس کے فلیٹ جانے سے روکا جائے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ صفدر کی رہائش گاہ دشمنوں کی نظر میں آ جائے کیونکہ سیکرٹ سروس کے ارکان ایک دوسرے کے ہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس طرح دشمن تھوڑی سی نگرانی کے بعد تمام سیکرٹ سروس کے ارکان سے واقف ہو جائیں گے۔ وہ دوسروں کو بحیثیت ایکسٹو صفدر کے فلیٹ پر جانے سے روک سکتا تھا لیکن وہ نہیں چاہتا تھا کہ صفدر کا فلیٹ ان کی نظروں میں آئے لیکن صفدر کی موٹر سائیکل کچھ اتنی تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی کہ وہ کچھ بھی نہ کر سکتا تھا۔ اچانک صفدر کا ذہن پلٹا اور اسے ایکسٹو کا حکم یاد آیا

کہ وہ عمران سے ملے۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ عمران سے کوئی ہدایت لے یا اس کے ساتھ مل کر کام کرے لیکن عمران نے وہاں اسے نہ پہچانا۔ جس سے بور ہو کر وہ واپس پلٹ پڑا تھا لیکن اب اسے خیال آیا کہ عمران نے یہ سب کچھ کسی وجہ سے کیا ہوگا اور پھر اسے اپنے تعاقب کا خیال آتے ہی اس کے ذہن پر چھائی ہوئی تمام دھند یکدم چھٹ گئی اور اب وہ اپنے آپ کو کوسنے لگا کہ وہ ایک سیدھی اور صاف بات بھی نہ سمجھ سکا۔ یقینی بات تھی کہ صفدر کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔ اس لیے عمران نے اسے نہ پہچانا۔ اس سے پہلے کہ عمران اور کوئی راستہ نکالتا۔ صفدر واپس جانے کی حرکت کر بیٹھا۔ اب اسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ اگر اس وقت اس کا تعاقب ہو رہا تھا تو یقیناً اب بھی ہو رہا ہو گا۔ یہ سوچتے ہی وہ ایک اور سڑک پر مڑ گیا۔ عمران نے جیسے ہی اسے دوسری سڑک مڑتے دیکھا وہ سمجھ گیا کہ صفدر کو عقل آ گئی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے پاس اپنی ٹیکسی روک لی اور خود اتر کر ٹیلی فون بوتھ میں گھس گیا۔ ٹیلی فون میں سکے ڈالنے کے بعد اس نے ڈائل گھمایا۔ دوسری طرف رسیور اٹھانے والا بلیک زیرو تھا۔

"یس۔ ایکسٹو سپیکنگ۔" ____ بلیک زیرو کی آواز آئی۔

"عمران سپیکنگ۔"

"یس سر۔"

"طاہر۔ ایک کار کا نمبر نوٹ کرو اور اس کے مالک کا پتہ کراؤ

جلدی۔ دوسرے تمام ممبران سے کہہ دو کہ وہ اب صفدر کو مت ملیں۔ وہ ماکا زونگا کی نظروں میں آ گیا ہے۔"۔۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور ساتھ ہی کار کا نمبر بھی بتا دیا۔

"او کے سر۔ میں ابھی ہدایات جاری کر دیتا ہوں۔"

"نعمانی سے جیسے ہی رپورٹ ملے مجھے فوراً مطلع کر دینا۔" اس کے ساتھ ہی عمران نے رسیور رکھ دیا۔

ادھر صفدر نے دو تین موڑ کاٹنے سے ہی محسوس کر لیا کہ واقعی اس کا تعاقب ہو رہا ہے۔ چنانچہ وہ مالا بار ہوٹل کی طرف چلا گیا۔ مالا بار ہوٹل پہنچ کر وہ تیزی سے اندر داخل ہوا اور پھر فوراً ہال میں سے ہوتا ہوا عقبی دروازہ سے باہر نکل آیا۔ اب وہ گھومتا ہوا دوبارہ ہوٹل کے سامنے ایک چھوٹے سے کیفے میں بیٹھا چائے پی رہا تھا لیکن اب اس کے چہرے پر گھنی مونچھوں کا اضافہ ہو چکا تھا۔ اس نے ایک انتہائی سادہ سا میک اپ کیا تھا جس سے اس کا چہرہ بدل گیا تھا اور سوائے غور سے دیکھنے کے اسے پہچانا نہ جا سکتا تھا۔ ابھی اسے بیٹھے پانچ منٹ ہی ہوئے تھے کہ وہ دونوں اشخاص جو اس کا پیچھا کر رہے تھے۔ انتہائی سراسیمگی کی حالت میں باہر نکلے۔ انہوں نے صفدر کی موٹر سائیکل دیکھی۔ چند لمحے باتیں کرتے رہے اور پھر کار میں بیٹھ کر ایک طرف چل دیئے۔ صفدر تیزی سے اٹھا ایک چھوٹا نوٹ میز پر رکھا اور ٹیکسی پکڑ کر ان کے پیچھے چل دیا۔ وہ نزدیک ہی ایک کوٹھی میں گھس گئے۔ یہ رانا منزل تھی۔ شہر کے مشہور رئیس رانا شہزاد کی کوٹھی۔ صفدر اس کے بعد

نزدیکی فون بوتھ کی طرف چلا گیا اور ایکسٹو کو تمام حالات بتائے اور پھر موٹر سائیکل لے کر اپنے فلیٹ کی طرف چلا گیا۔ اسے کیفے گلستان سے اٹھ آنے پر ایکسٹو سے کافی جھاڑ پڑی تھی۔

آج کا دن پورے دارالحکومت پر قیامت بن کر گزرا۔ آج سارا دن سڑکوں پر فائرنگ ہوتی رہی۔ بے گناہ لوگ گولیوں کی بوچھاڑ میں مرتے رہے۔ پولیس کی پوری مشینری حرکت میں آ گئی۔ لیکن اس قتل و غارت پر قابو نہ پایا جا سکا اور یہ قتل و غارت عجیب طریقے سے ہوئی تھی۔ بھرے بازار میں اچانک ایک خوش پوش آدمی پستول نکالتا اور پھر چھ سات آدمی زمین پر گر کر تڑپنے لگتے۔ لیکن اچانک ایک نامعلوم سمت سے گولی آتی اور اس شخص کا سینہ توڑتی نکل جاتی۔ سارا دن شہر میں یہی ہوتا رہا۔ اب تک لوگ گھروں میں بند رہے۔ سارا شہر سنسان ہو گیا۔ صرف پولیس شہر میں گشت کر رہی تھی لیکن پھر یہ وبا پولیس میں بھی پھیل گئی اور پولیس والوں نے اپنے سروس ریوالور نکال لئے اور پھر پولیس کے سپاہی اور آفیسر سڑکوں پر ڈھیر ہونے لگے۔ اب تو حکام انتہائی پریشان ہوئے لیکن چار بجے کے بعد یہ قتل و غارت ختم ہو گئی۔

اس کے بعد رات تک کچھ نہ ہوا تو لوگ ڈرے ڈرے گھروں سے نکلنے لگے۔ دو گھنٹے بعد ایک بار پھر بازاروں میں لوگوں کا اژدہام ہو گیا۔ ہر طرف اسی قتل و غارت کے چرچے تھے۔ اندازاً دس پندرہ ہزار آدمی مر چکے تھے۔ ساری رات حکام پریشان ہو کر میٹنگ پر میٹنگ بلاتے رہے۔ لیکن کسی کی بھی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ ادھر عمران بھی سخت پریشان ہو گیا۔ اس کے خیال میں کسی مخصوص مقناطیسی اثر کے تحت ایسا ہوا تھا۔ اس نے اپنے تمام ممبروں کو حکم دیا کہ وہ صبح ہوتے ہی بازاروں میں گشت کریں اور جہاں کسی شخص کو پستول نکالتا دیکھیں اسے فوراً گولی مار دیں۔ اگر ہو سکے تو ایسے کسی ایک دو اشخاص کو پکڑ کر دانش منزل پہنچا دیں۔ سب ممبران کو اس وبا سے محفوظ رکھنے کے لیے اینٹی میگنٹ آلات دیئے گئے جو انہوں نے جیبوں میں رکھے ہوئے تھے۔ یہ عجیب و غریب حکم ملتے ہی سارے ممبران سخت پریشان تھے۔ زندگی میں پہلی بار انہیں سرکاری حکم کے تحت کھلے بندوں قتل و غارت کرنی تھی۔ یہ ان کا پہلا بھیانک تجربہ تھا لیکن اس کے باوجود وہ مجبور تھے۔ چنانچہ صبح ہی صبح وہ سارے شہر میں پھیل گئے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس دو دو ریوالور اور فالتو کارتوسوں کا کافی ذخیرہ تھا۔ عمران کا خیال تھا کہ سورج نکلتے ہی قتل و غارت شروع ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چھ بجے صبح جیسے ہی سورج طلوع ہوا۔ ایک بار پھر بازاروں میں فائرنگ کی گئی اور زخمیوں کی چیخوں اور آہوں سے بازار اور گلیاں گونجنے لگیں۔ اس بار بالواسطہ طور پر سیکرٹ سروس کے ارکان

بھی ملوث تھے۔ وہ جیبوں میں ریوالوروں پر ہاتھ رکھے ہر شخص کو غور سے دیکھتے پھر رہے تھے۔ پھر جیسے ہی اچانک کوئی شخص پستول نکالتا ان کے ریوالور سے ایک گولی نکلتی اور اس شخص کی کھوپڑی سے پار ہو جاتی۔ کہیں کہیں وہ گولی مارتے دیکھے جاتے تو انہیں لوگوں سے جان بچانے کے لیے بھاگنا پڑتا۔ ابھی تک کیپٹن شکیل اور صفدر ہی ایک ایک شخص کو دانش منزل پہنچانے میں کامیاب ہو سکے تھے۔ دن کے بارہ بجے تک ایک بار پھر سینکڑوں لوگ مر چکے تھے۔ اگر سیکرٹ سروس کے ارکان واقعی قتل و غارت نہ کرتے تو شاید تعداد ہزاروں میں ہو جاتی۔ دارالحکومت میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ شہر کا نظام فوج نے سنبھال لیا جو مشین گنوں سے مسلح تھے۔ ایک گھنٹے تک امن و امان رہا لیکن پھر اس دن کا بھیانک دور شروع ہو گیا۔ وہ وبا اب ملٹری کے سپاہیوں پر اثر انداز ہو گئی اور پھر پستول کی گولیوں کی بجائے مشین گنیں اور ٹینکوں پر لگی ہوئی توپیں چلنے لگیں اور ملٹری کے نوجوان مکئی کے دانوں کی طرح بھنے جانے لگے۔ حکام چیخ پڑے۔ یہ صورت حال انتہائی بھیانک پریشان کن اور نازک تھی۔ فوراً اعلیٰ حکام کی میٹنگ ہوئی۔ اس میں صدر مملکت تک شامل ہوئے۔ عمران بھی بحیثیت ایکسٹو نقاب پہن کر اس میں شامل ہوا۔ اس نازک مسئلے پر بحث شروع ہو گئی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ادھر بری سے بری خبریں آ رہی تھیں۔ اگر چند گھنٹے اور اسی طرح قتل و غارت ہوتی رہتی تو شاید اس شہر میں موجود ساری فوج ختم ہو جاتی۔ اس صورت حال کو بند کرنا انتہائی ضروری تھا۔ مگر اس کا حل کسی

کے پاس نہ تھا۔ سب کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔ آنکھوں کی چمک مدہم ہو چکی تھی لیکن ایکسٹو نے صرف ایک جملہ کہہ کر سب کے چہروں پر رونق بڑھا دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''حضرات اس وبا کا علاج میں نے ڈھونڈ لیا ہے۔''۔۔۔۔۔ اور سب کے چہرے اس کی طرف مڑ گئے۔

''خدا کے لیے بتاؤ۔ میرا تو دماغ خراب ہونے والا ہے۔'' صدر مملکت چیخ اٹھے۔

''بتا تو رہا ہوں جناب۔ دراصل یہ مقناطیسی قوت کا کرشمہ ہے۔''

''مقناطیسی قوت کا۔ کیا مطلب۔''۔۔۔۔۔ وزیر داخلہ حیران ہو کر بولے۔

''میرا مطلب اس سے یہ ہے کہ کسی مخصوص مقناطیسی اثر سے لوگوں کے دماغوں کا رخ قتل و غارت کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔ چنانچہ آج میں نے اپنے آدمیوں کو اینٹی میگنٹ آلات دے کر شہر میں پھرایا۔ ان میں سے کسی پر بھی اس وبا کا اثر نہ ہوا۔ چنانچہ میری رائے میں تمام ملٹری کو یہ آلات فوری طور پر تقسیم کر دیئے جائیں۔'' ایکسٹو نے کہا اور صدر مملکت نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر فوراً وزیر داخلہ سے مخاطب ہوئے۔

''ایکسٹو ٹھیک کہتے ہیں۔ آپ جلد از جلد ایسے آلات تقسیم کرنے کا انتظام کریں۔''

یہ کہہ کر صدر مملکت اٹھ کھڑے ہوئے اور میٹنگ ختم ہو گئی اور پھر

آدھے گھنٹے کے اندر اندر ایسے آلات تمام ملٹری میں تقسیم کر دیے گئے اور نتیجہ حسب توقع رہا۔ کیونکہ ملٹری کے ذہن سے دھند چھٹ گئی اور پھر حالات معمول پر آ گئے۔ لیکن یہ دو دن دارالحکومت کی تاریخ میں ہمیشہ ہمیشہ اس عبرت ناک تباہی کی یاد دلاتے رہیں گے۔ دس دن تک شہر میں کرفیو رہا۔ فوج گشت کرتی رہی۔ پھر کرفیو ہٹا دیا گیا اور حالات دوبارہ معمول پر آ گئے۔

عمران پر آج صبح ہی سے شاعری کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں سلیمان بے چارے کی کم بختی آ گئی تھی۔ وہ صبح سے عمران کے سامنے بیٹھا اس کے اوٹ پٹانگ شعروں پر داد دے رہا تھا۔ جان بچانے کا فی الحال کوئی راستہ اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔

''ہاں سلیمان یہ شعر سنو۔ بھئی غضب خدا کا قلم توڑ کر رکھ دیا ہے۔''

''میں نے تو شیر تو بہت سنے ہیں اب گیدڑ ہی سنا دیں۔''

''ابے الو کی دم فاختہ میں شعر کہہ رہا ہوں، شیر نہیں۔ ابے اگر کبھی لکھنؤ میں ہوتا تو ایک سیکنڈ زندہ نہ رہ سکتا''۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

''اچھا جناب آپ چاہے شیر سنائیں یا گیدڑ میں نہیں سن سکتا۔ مجھے چائے بنانی ہے۔''

''سلیمان میں کہتا ہوں کہ تم کبھی اچھے شاعر نہیں بن سکتے۔ سنو شعر سنو۔ نہیں تو ساری عمر باورچی ہی رہ جاؤ گے۔''

''میں باورچی اچھا ہوں جو شعریت دیگچی میں چمچہ چلانے میں ہوتی ہے وہ بھلا آپ کے شعروں میں کہاں۔''

''میں کہتا ہوں سلیمان شعر سن۔''

''سنائیں جی سنائیں۔''۔۔۔۔۔ سلیمان جماہی لیتا ہوا بولا۔

''میں سڑک کے اس پار
دیکھتا ہوں کسی مہ جبیں کو جس کے سر پر سینگ نہیں
جس کے کان ہیں اتنے اتنے۔''۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے ہاتھ سے بڑے کا اشارہ کیا۔

''جناب شاعری میں ہاتھوں کی اشارہ بازی ایک دم نہیں چلتی۔'' سلیمان آخر بول پڑا۔

''تم سنتے جاؤ۔ دخل درنا معقولات نہ کرو۔''

''جس کے کان اتنے اتنے ہیں
جس پر لدی ہے مٹی کی بوری۔''

''مٹی کی بوری ہا ہا واہ جناب واہ ایک دم مزدہ آ گیا۔ مجھے تو اس شاعری میں مسور کی دال کا مزہ آ رہا ہے۔ بڑا گرم گرم شعر ہے۔ بالکل گرم مصالحہ کی طرح۔ واہ واہ جناب مہ جبیں پر مٹی کی بوری۔''

''ابے تو داد دے رہا ہے یا میرا مذاق اڑا رہا ہے۔''

''نہیں جناب میں بھلا آپ کا مذاق اڑا سکتا ہوں۔ صرف بچپن میں کبوتر اڑاتا تھا۔ اب قسم لے لیجیے کبھی پتنگ بھی اڑائی ہو۔ مگر واہ واہ مٹی کی بوری مہ جبیں پر۔۔۔''

''ابے الو کی دم فاختہ۔ یہ جدید شاعری ہے کچھ سمجھا بھی کرو۔ یہ مہ جبیں دراصل گدھی ہے۔ گدھی آج کل تمام مہ جبیں گدھیاں ہوتی ہیں۔ گدھیاں جو خواہ مخواہ فیشن اور محبت کا بوجھ اٹھائے پھدکتی پھرتی ہیں۔''۔۔۔۔۔ عمران نے فلسفہ چھانٹا۔

''اچھا اچھا تو آپ گدھی پر شاعری کر رہے ہیں۔ بہت خوب آخر نسل کا بھی اثر ہوتا ہے۔''۔۔۔۔۔ سلیمان نے جان چھڑانے کے لیے کہا۔

''کیا کہ کہ میں گدھی کی نسل میں سے ہوں۔ سلیمان تم ہوش میں ہو۔''۔۔۔۔۔ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

''جناب اسے داد دینا کہتے ہیں۔ میں نے ایک دفعہ ایک مشاعرے میں یہ فقرہ سنا تھا۔ آج بول دیا ہے جناب۔ ذرا سوچیں تو جب ساری مہ جبینیں گدھیاں ہوتی ہیں تو پھر میں نے نسل کا اثر بتا دیا تو کون سا برا ہے۔''۔۔۔۔۔ سلیمان نے بھی عمران کے مقابلے میں فلسفہ چھیڑا۔

''تم فوراً چلے جاؤ تم ہو اسی قابل کہ ساری عمر باورچی خانے میں گزارو۔ تم بھلا علی عمران تخلص بودم بے دام اس کو کہاں سمجھ سکتے ہو۔''۔۔۔۔۔ عمران نے اس کی داد سے گھبرا کر کہا۔

''جناب صرف ایک بات بتا دیجیے۔ یہ آپ کے بودم کا کیا مطلب ہے۔''

''ابے اب تک تمہیں اتنا بھی پتہ نہیں چل سکا۔ اس کا مطلب کیا ہے۔''

''بودم بے دال یعنی ایسا بودم جس میں د نہ ہو۔ بودم میں سے د نکال دو تو باقی بچ جائے گا بوم۔

اور بوم کے معنی ہیں الو۔''

''تو آپ الو ہیں۔''

''ہاں سلیمان۔آج کل سارے شاعر الو ہیں۔ دن اونگھتے ہیں رات کو شاعری کرتے ہیں۔ پریشان اور انتہائی درجے کے نحوستی۔جس کسی نے ان کی شکل صبح صبح دیکھی ہو۔اس سے پوچھ لو۔''

''اچھا اب تو جا ذرا چائے پلا دے۔''

اتنے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے اور عمران نے رسیور اٹھایا۔

''بودم بے دال بول رہا ہوں۔''

''عمران میں سلطان بول رہا ہوں۔''

''سلطان بول رہے ہو یا الو۔ مجھے کیا اعتراض ہے۔''______عمران نے آنکھیں جھینچتے ہوئے کہا۔

''تم ہوش میں ہو۔فوراً مجھے ملو۔انتہائی اہم معاملہ ہے۔'' سرسلطان نے یہ کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

عمران نے رسیور رکھا اور پھر کپڑے تبدیل کرنے لگا۔ اتنے میں سلیمان نے چائے میز پر رکھ دی۔عمران نے آدھی پیالی پی اور پھر سلیمان کو منہ چڑاتا ہوا سیڑھیاں اتر گیا اور چند منٹوں بعد ہی اس کی کار سرسلطان کی کوٹھی میں تھی۔ سرسلطان اپنے ڈرائنگ روم میں عمران کے منتظر تھے۔ عمران جیبوں میں ہاتھ ڈالے کمرے میں داخل ہوا۔

سرسلطان نے اسے دیکھتے ہی بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ صوفوں کے درمیان رکھی ہوئی میز پر بیٹھ گیا۔

''یہ کیا بے ہودگی ہے۔اٹھو یہاں سے اور صوفے پر بیٹھو۔''

''جناب آپ کے ہاتھ کا اشارہ میز کی طرف تھا۔''

''بکو نہیں۔تمہاری یہ حرکتیں کبھی کبھی بڑا پریشان کرتی ہیں۔''

عمران میز سے اٹھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ اب وہ لاتعلق سا ڈرائنگ روم میں لگی ہوئی تصویروں کو دیکھ رہا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے جہاں نما میں دنیا کا مشاہدہ کر رہا ہو۔

''عمران میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے یہاں بلایا ہے کہ جو کچھ پچھلے دنوں دارالحکومت میں ہوا تھا اور جو صرف تمہاری ذہانت کی وجہ سے رک گیا وہی سب کچھ دنیا کے چودہ ممالک کی دارالحکومتوں میں ہوا ہے لیکن وہاں کا اتنا جانی نقصان ہوا جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکا۔ اس سے پہلے زمین سے پانی نکلنے کا واقعہ بھی ساری دنیا کے لیے تباہ کن ثابت ہوا تھا۔''______سرسلطان نے کہا۔

''لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ قتل و غارت ماکا زونگا کے تحت ہوئی ہے۔ اس کا مقامی ہیڈکوارٹر تو میں نے تباہ کر دیا تھا۔''______عمران بولا۔

''ابھی وہ تنظیم مکمل طور پر تباہ نہیں ہوئی۔ یہ دیکھو کل ہی صدر مملکت کے نام یہ خط آیا ہے۔ اسی سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ سب کچھ ماکا زونگا کے تحت ہوا ہے۔''

عمران نے سرسلطان سے وہ خط لیا جو سرخ رنگ کے لفافے میں تھا اور کاغذ کا رنگ بھی انتہائی سرخ تھا۔ اس میں تحریر تھا کہ ماکا زونگا کی نافرمانی کی ہلکی سی سزا تم نے دیکھ لی۔ یہ صرف ایک ہلکا سا پنچ تھا جو تم لوگوں کو اپنی طاقت کا ہم نے دکھایا ہے۔ صرف ایک معمولی سا ٹھکانہ تباہ کرنے پر ایک بہت بڑی تنظیم کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ماکا زونگا عنقریب دنیا پر حکومت کرے گی۔ یہ اس کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔ اب بہتر تو یہ ہے کہ تم اور تمہاری حکومت رضاکارانہ طور پر دستبردار ہو جائے اور نظم و نسق ماکا زونگا کے کارکنوں کے حوالے کر دیا جائے ورنہ بھیانک ترین سزا کے لیے تیار رہو۔ ماکا زونگا عظیم قوتوں کی مالک ہے۔ اس کی معمولی سزا بھیانک موت ہے۔

اور بڑی سزا کا تو تم تصور ہی نہیں کر سکتے۔ ماکا زونگا زندہ باد۔

عمران نے خط پڑھ کر زور کا سانس لیا۔ سرسلطان اس دوران عمران کے چہرے کو بغور دیکھ رہے تھے لیکن خط پڑھنے کے دوران عمران کے چہرے پر چھائی ہوئی حماقتوں کی تہہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

"اب کیا کیا جائے۔" ـــــ سرسلطان نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"ڈانس۔" ـــــ عمران نے مختصر جواب دیا۔

"کیا مطلب۔ میں کہتا ہوں یہ مذاق کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھو۔" ـــــ سرسلطان جھنجھلا گئے۔

"دیکھئے۔ میں کوشش کر رہا ہوں۔ امید ہے کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔" عمران نے کہا۔

"ہاں مجھے یاد آیا۔ دیکھو اس ماناک زونگا کے سلسلے میں دنیا کے چودہ ممالک کے ارکان کا اجلاز نیویارک میں ہو رہا ہے تاکہ اس کی سرکوبی کے لیے کوئی مشترکہ قدم اٹھایا جائے۔ میں چاہتا ہوں تم اس میں شرکت کرو۔ شاید کوئی راہ نظر آ جائے۔"

"کب ہو رہی ہے یہ میٹنگ۔" ـــــ عمران نے پوچھا۔

"ایک ہفتے بعد۔" ـــــ سرسلطان نے جواب دیا۔

"کتنے ارکان کی اجازت ہے۔"

"تم اپنے ساتھ تین اور ممبر لے جا سکتے ہو۔"

"بہتر۔ مجھے تفصیلات بھجوا دیجئے میں ہو آؤں گا۔"

"پھر تمہاری شرکت کے لیے لکھ دوں۔"

"ہاں۔ اچھا مجھے اجازت دیجئے۔ میں نے کچھ کام کرنے ہیں۔"

"بہتر۔ خدا حافظ۔" ـــــ سرسلطان نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا اور عمران کار میں بیٹھ کر کوٹھی سے باہر چلا گیا۔

جولیا آج کل باقاعدگی سے اخبار کا مطالعہ کر رہی تھی کیونکہ ماکا زونگا نے شہر میں اودھم مچا رکھا تھا اور روزانہ اخباروں میں ان کے متعلق کچھ نہ کچھ لوگ اندازے لگاتے رہتے تھے۔ جولیا نے سوچا تھا شاید ان میں سے کوئی اشارہ ان کے کام کا نکل آئے۔ لیکن آج جب اس نے پڑھا کہ ماکا زونگا دراصل حکومت کا سٹنٹ ہے جو اس نے آئندہ آنے والے انتخابات ملتوی کرنے کے لیے رچایا ہے تو اس نے جھنجھلا کر اخبار پھینک دیا۔ کیونکہ اسے لوگوں کی کم عقلی اور ناسمجھی پر غصہ آ گیا تھا۔ لیکن پھر اس کا خیال ان کی عدم واقفیت کی طرف چلا گیا اور اس کے اعصاب کافی حد تک نارمل ہو گئے کیونکہ یہ تو ظاہر تھا کہ سیکرٹ سروس میں ہوتے ہوئے جو کچھ اسے معلوم تھا عام باتوں کی تو شاید اس کو ہوا بھی کبھی نہیں لگی تھی اور نہ لگ سکتی تھی۔

ابھی جولیا یہ سوچ ہی رہی تھی کہ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی کی کرخت

آواز اس کے کانوں میں گونجی تو وہ فوراً اٹھ کر سائیڈ ٹیبل کی طرف مڑ گئی۔ جہاں فون رکھا ہوا تھا۔

''ہیلو جولیا سپیکنگ۔''—— جولیا نے ریسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

گڈ مارننگ جولیا۔ تم نے شاید ابھی تک ناشتہ نہیں کیا۔''—— ایکسٹو کی بھرائی ہوئی مخصوص آواز سنائی دی۔

''گڈ مارننگ سر۔''—— جولیا نے پرسکون لہجے میں جواب دیا کیونکہ ایکسٹو کی آواز میں نرمی تھی۔

''نو سر۔''—— جولیا کی آواز انتہائی شیریں ہو گئی کیونکہ ایکسٹو کا نرم لہجہ ہی اسے جنت کی لطیف فضاؤں میں پہنچا دیتا ہے جو اسے کبھی کبھی ہی نصیب ہوتا تھا۔

''اچھا۔ تم ناشتہ کر کے صفدر کو لے کر دانش منزل پہنچ جاؤ۔ وہاں سے تم صفدر، کیپٹن شکیل اور عمران نے نیو یارک جانا ہے۔ اس لیے اپنا روزمرہ کا سامان ساتھ لے آنا۔''

''تو کیا سر نیویارک جانا سرکاری کام سے ہو گا۔''—— جولیا نے نیچی آواز میں پوچھا۔

''جولیا تو کیا میں تمہیں وہاں کسی کی شادی میں شرکت کے لیے بھیج رہا ہوں۔ تم ہوش میں تو ہو۔''—— ایکسٹو غرایا۔

''معافی چاہتی ہوں سر۔ دراصل میں غلطی سے پوچھ بیٹھی۔ میں یہ پوچھنا چاہتی تھی کہ کیا وہاں ہم ماکا زونگا کے سلسلے میں جا رہے ہیں یا

کوئی اور سلسلہ ہے۔" ——— جولیا نے بڑی مشکل سے اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے جملہ پورا کیا۔ورنہ وہ تو درمیان میں ہی رو پڑتی تھی۔

"ہاں یہ ماکا زونگا کا ہی سلسلہ ہے۔ وہاں دنیا کے ان چودہ ممالک نے جن میں ماکا زونگا نے اپنی سرگرمیاں شروع کی ہوئی ہیں۔ ایکریمیا کی زیر صدارت ایک میٹنگ ہو گی جس میں اجتماعی طور پر ماکا زونگا سے نپٹنے کے طریقوں پر غور کیا جائے گا تاکہ اس کے سدباب کے لیے کوئی مناسب اقدامات اٹھائے جائیں۔ اس لیے میں تمہیں، عمران، صفدر اور کیپٹن شکیل کو وہاں اپنی حکومت کی طرف سے نمائندگی کرنے کے لیے بھیج رہا ہوں اور وہاں تم سب عمران کی سرکردگی میں کام کرو گے۔"

"مگر سر۔ عمران اپنی ناشائستہ حرکات سے اپنے ملک کا وقار بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے۔" ——— جولیا نے ہکلاتے ہوئے کہا کیونکہ یہ فقرہ کہتے ہوئے وہ اندر سے بہت ڈر رہی تھی۔

"دیکھو جولیا۔ تم ہزاروں بار دیکھ چکی ہو کہ اس کی کوئی حرکت فائدے سے خالی نہیں ہوئی۔ اس کا طریقہ کار یہی ہے کہ وہ خود کو بے وقوف پوز کر کے دوسروں کو بے وقعت بنا دیتا ہے اور پھر اپنا مطلب نکال لیتا ہے اور تم نے دیکھا ہے کہ کبھی وہ اپنے مشن میں ناکام نہیں رہا۔اس کے باوجود تم ہر وقت اس کی شکایت کرتی رہتی ہو۔" ایکسٹو کا لہجہ انتہائی بھیانک ہو گیا تھا۔

"معافی چاہتی ہوں سر۔" ——— جولیا نے جواب دیا مگر ایکسٹو کی

آواز نے اس پر کپکپی طاری کر دی تھی اور جب ادھر سے رسیور رکھنے کی آواز سنائی دی تو اس نے اطمینان کا سانس لیا جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ اس کے سر سے اتر گیا ہو۔اس نے رسیور رکھ دیا اور پھر آہستگی سے چلتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ پھر کچھ سوچ کر رکی اور پھر فون کی طرف تیزی سے آئی اور صفدر کو ٹیلی فون کیا۔ ادھر صفدر نے فوراً رسیور اٹھایا۔

"یس صفدر سپیکنگ۔" ——— صفدر کی آواز جولیا کے کانوں میں گونجی۔

"میں جولیا بول رہی ہوں۔ اگر تم ناشتہ نہیں کر چکے تو آج ناشتہ میرے پاس آ کر کرو۔" ——— جولیا نے جواب دیا۔

"شکریہ۔ ناشتہ سے تو میں ابھی فارغ ہوا ہوں۔ پھر کبھی تمہارے ہاں ناشتہ کروں گا۔" ——— صفدر نے جواب دیا۔

"اچھا تم ضروری سامان لے کر میرے پاس پہنچو۔ ہم عمران اور کیپٹن شکیل کی ہمراہی میں آج نیوبارک جا رہے ہیں۔"

"نیوبارک وہ کس خوشی میں۔"

"اسی ماکا زونگا کے چکر میں۔ وہاں چودہ ممالک کی میٹنگ ہو رہی ہے۔جس میں ماکا زونگا کے سدباب کے متعلق تدبیریں سوچی جائیں گی۔"

"اچھا میں ابھی آتا ہوں۔" ——— صفدر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔
جولیا نے رسیور رکھا اور خود کچن کی طرف بڑھ گئی اور پھر آدھے

گھنٹے بعد کیپٹن شکیل، عمران، جولیا دانش منزل کے میٹنگ ہال میں بیٹھے ایکسٹو کی کال کے منتظر تھے۔ عمران کی چلبلی شخصیت سے جولیا سخت بیزار تھی اور جب سے کیپٹن شکیل اس ٹیم میں داخل ہوا تھا۔ اس کی عمران سے بیزاری اور بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس سے جولیا کے کردار پر کوئی حرف نہیں آتا تھا۔ جولیا دراصل ابھی تک اس غلط فہمی میں مبتلا تھی کہ کیپٹن شکیل ہی ایکسٹو ہے اور کیپٹن شکیل کا میک اپ کر کے ہمارے درمیان شامل ہے۔ اس لیے کیپٹن شکیل کی شخصیت میں وہ کبھی کبھی اپنے لیے بے انتہا دلچسپی محسوس کرتی تھی لیکن ادھر کیپٹن شکیل ایکسٹو سے دو قدم شاید آگے تھا۔ وہ عورتوں سے رومانی باتیں کرنا اور ان میں دلچسپی لینے کو مردوں کی توہین سمجھتا تھا۔ اس لیے آج تک نہ ہی اس نے شادی کی تھی اور نہ ہی اس کی شخصیت سے کوئی رومانس ٹنگا تھا۔ اس کی شخصیت ایک بے داغ شخصیت تھی۔ جولیا سے بھی اس کی دلچسپی صرف اسی حد تک تھی جس حد تک وہ اس کی کرنٹ آفیسر تھی۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ آج جب ایکسٹو نے اسے صرف صفدر کو فون پر اطلاع دینے کے لیے کہا اور کیپٹن شکیل کے متعلق کوئی ہدایت نہ دی۔ حالانکہ جیسے وہ صفدر کو اطلاع دے سکتی تھی اسی طرح کیپٹن شکیل کو بھی اطلاع دے سکتی تھی تو اس کے ذہن کے کسی گوشے میں ایک خیال رینگ رہا تھا کہ کیپٹن شکیل ہی دراصل ایکسٹو ہے حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ کیپٹن شکیل عمران کے ساتھ کسی وجہ سے پہلے ہی دانش منزل میں موجود تھا۔ بہرحال اس وقت ان سب میں نیو بارک میں ہونے والی میٹنگ

کے متعلق بات چیت ہو رہی تھی۔ صفدر کا کہنا تھا کہ یہ میٹنگ ناکام رہے گی لیکن عمران اس کے خلاف تھا۔

"کیسے ناکام رہے گی۔"___عمران نے صفدر کو چیلنج کرتے ہوئے کہا۔

"اس لیے کہ اتنی بڑی تنظیم کی بیخ کنی اس طرح کی میٹنگوں سے نہیں کی جا سکتی۔ جو تنظیم اتنے بڑے پیمانے پر قتل و غارت کر سکتی ہے وہ اس میٹنگ کا سدباب نہیں کر سکتی۔"___صفدر نے باقاعدہ بحث کرتے ہوئے کہا۔

"صفدر کا خیال ٹھیک ہے۔"___کیپٹن شکیل نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"صفدر کا خیال غلط ہے۔ دراصل یہ ماکا زونگا سے ذہنی طور پر مرعوب ہو گیا ہے اور پھر یہ سکول کے امتحانات میں چونکہ ہمیشہ فیل ہوتا رہا ہے۔ اس لیے ناکامی کا بھوت ہر وقت اس کے ذہن پر سوار رہتا ہے۔"___عمران نے مضحکہ خیز دلیل پیش کی۔

"خیر امتحانات میں فیل ہونے کا ریکارڈ تو عمران صاحب ہی توڑتے رہے ہیں۔ میں نے تو ایک دلیل دی تھی۔"___صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"فیل ہونے کا ریکارڈ تو نہیں البتہ ریکارڈ پلیئر ضرور توڑا ہے۔" عمران نے انگلی سے سر کھجاتے ہوئے نیم وا آنکھوں سے جواب دیا۔

"اور مس دل موہ لیا کو تو میں نے ایک مدرسے میں کام پکڑتے

مرغا بنے ہوا بھی دیکھا ہے۔"۔۔۔۔۔ عمران نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے مزید ٹکڑا لگایا۔ کیپٹن شکیل اور صفدر نے دل موہ لیا کی اصطلاح پر دل کھول کر قہقہے لگائے اور جولیا پھٹ پڑی۔

"دیکھو عمران مجھے مت چھیڑا کرو۔ میں بری طرح پیش آؤں گا۔"

"غزل ہم نے چھیڑی۔ تم کوئی ساز چھیڑ دینا۔"۔۔۔۔۔ عمران بے نیازی سے گن گنانے لگا اور جولیا کا چہرہ مارے غصے سے سرخ ہو گیا۔

"شٹ اپ۔"۔۔۔۔۔ وہ زور سے چیخی۔

ابھی عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ٹرانسمیٹر کا بلب سپارک کرنے لگا اور سب سنبھل کر بیٹھ گئے۔ جولیا نے آگے بڑھ کر بٹن دبایا۔ اس کے چہرے پر اب تک سرخی تھی لیکن وہ اپنے جذبات پر قابو پانے کی شدید کوشش کر رہی تھی۔

"ہیلو ایکسٹو سپیکنگ۔"۔۔۔۔۔ ٹرانسمیٹر سے مخصوص آواز ابھری۔

"میں جولیا بول رہی ہوں جناب۔"۔۔۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"کیا سب ممبر آ چکے ہیں۔"

"یس سر۔"

"تو سنو۔ اب سے آدھے گھنٹے بعد تم سب لوگ اپنے ملک کی نمائندگی کرنے کے لیے نیویارک جا رہے ہو۔ وہاں اس بار میٹنگ کو خفیہ رکھنے کے لیے انتہائی سخت اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ تم سب لوگ یہاں سے میک اپ میں جاؤ گے۔ تمہارے پاسپورٹ تمہیں مل جائیں گے۔ پاسپورٹوں پر سفر کا مقصد سیاحت ہو گا۔ اس کے بعد تمہیں

عمران کی رہنمائی میں کام کرنا ہو گا۔ باقی ہدایات اسے دے دی گئی ہیں۔ عمران سے کہو وہ تم سب کے میک اپ کر دے۔"

"مگر جناب کیپٹن شکیل تو پہلے ہی میک اپ میں ہیں۔"۔۔۔۔۔ جولیا نے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ فقرہ سن کر کیپٹن شکیل سمیت تمام افراد بری طرح چونک پڑے اور سب کی نظریں کیپٹن شکیل کے چہرے پر پڑنے لگیں۔

"کیا کہا۔" ایکسٹو کی بھی حیرت آمیز آواز ابھری۔

"میرے خیال میں جناب کیپٹن شکیل صاحب شروع سے ہی ہمارے ساتھ میک اپ میں شامل ہیں۔"

"اس خیال کی وجہ۔"۔۔۔۔۔ ایکسٹو کی آواز میں کچھ تلخی ابھر آئی۔

"ان کا چہرہ بالکل سپاٹ رہتا ہے جناب۔ کسی قسم کا تاثر ان کے چہرے پر نہیں ابھرتا۔ صرف آنکھیں ہی اس تاثر کی غمازی کرتی ہیں۔ اس لیے مجھے شک ہوا کہ شاید یہ میک اپ کی وجہ سے ہے۔"

"جولیا کیپٹن شکیل کو سیٹ پر بلاؤ۔"

لیکن کیپٹن شکیل اطمینان سے اٹھ کر سیٹ کی طرف بڑھا۔ جولیا سیٹ سے ہٹ گئی۔

"کیپٹن شکیل۔"

"یس سر۔"۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"جولیا کیا کہہ رہی ہے۔ کیا واقعی تم میک اپ میں ہو۔"

"مس جولیا کو غلط فہمی ہوئی ہے جناب۔ دراصل ان کا شک بھی بجا

تھا اور میں ان کی دوربین نظروں کی داد دیتا ہوں۔ میرے چہرے کا سپاٹ پن دراصل قدرتی ہے۔ اس میں میرے کسی ارادے کا دخل نہیں ہوتا۔''

''کیا تم جولیا کی تسلی کرا سکتے ہو۔''۔۔۔۔۔ایکسٹو کی آواز میں پراسراریت شامل تھی۔

''جس طرح وہ چاہیں جناب۔''۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''نو سر۔ مجھے تسلی ہو چکی ہے۔ یہ صرف میرا ایک شک تھا۔ امید ہے کیپٹن شکیل صاحب ناراض نہیں ہوں گے۔''۔۔۔۔۔جولیا نے فوراً دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ جب ایک بات چل نکلی ہے تو اسے اختتام تک پہنچنا چاہیے۔ صفدر تم ایمونیا کی بوتل الماری سے نکالو اور کیپٹن شکیل تم اس سے منہ دھوؤ تاکہ جولیا کا شک ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے۔'' ایکسٹو نے کہا۔

صفدر جلدی سے الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے وہاں سے ایمونیا کی بوتل نکال کر کیپٹن شکیل کو دی۔ کیپٹن شکیل نے اس سے منہ اچھی طرح دھویا اور پھر خشک تولیے سے رگڑا لیکن وہاں میک اپ کے کوئی آثار نہ تھے۔

جولیا سخت ندامت محسوس کر رہی تھی۔ اسے افسوس تھا کہ اس نے خواہ مخواہ شک کر کے کیپٹن شکیل کا دل دکھایا۔

''کیا رزلٹ رہا''۔۔۔۔۔ایکسٹو کی آواز ٹرانسمیٹر سے ابھری۔

جولیا کچھ نہ بولی تو صفدر نے جواب دیا۔

''سر۔ شکیل صاحب میک اپ میں نہیں ہیں۔''

''ہوں جولیا کیا تمہاری تسلی ہو چکی ہے۔''

''میں معافی چاہتی ہوں سر۔ میں سخت شرمندہ ہوں۔'' جولیا نے ندامت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

''اس میں ندامت کی کوئی بات نہیں اور میرا خیال ہے کہ کیپٹن شکیل بھی اسے محسوس نہیں کرے گا کیونکہ ہمارا کام بھی ایسا ہے کہ ہمیں ہر وقت آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں۔ میں نے کیپٹن شکیل کا منہ اس لیے دھلوایا تھا کہ جولیا کا شک ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے ورنہ مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ کیپٹن شکیل کا چہرہ قدرتی طور پر سپاٹ ہے۔ یہ سب کچھ میں نے اس لیے کیا ہے کہ جب سے کیپٹن شکیل اس ٹیم میں شامل ہوا ہے۔ جولیا مسلسل اس پر ایکسٹو کا شک کر رہی ہے اور اس شک میں کیپٹن شکیل کے چہرے کا سپاٹ پن بہت معاون ثابت ہوا ہے۔ مجھے جولیا کے خیالات اور اندیشوں کا علم تھا لیکن میں نے کوئی توجہ نہ دی۔ اب جب جولیا نے خود بات چھیڑ دی تو میں نے مناسب سمجھا کہ بات پوری طرح کھل جائے۔ اچھا اب سب لوگ چلنے کی تیاری کریں۔ پاسپورٹ آپ سب کو ائیر پورٹ پر مل جائیں گے۔''۔۔۔۔۔اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔

''میں ایک بار پھر معافی چاہتی ہوں۔''۔۔۔۔۔جولیا نے کیپٹن

شکیل سے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔''۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور پھر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''عمران صاحب آپ میک اپ شروع کریں۔''

اور عمران جو اس سارے ہنگامے کے دوران بیٹھا اونگھتا رہا تھا۔فوراً اٹھا اور اس نے صفدر کو ساتھ کی الماری سے میک اپ کا سامان لانے کو کہا۔

طیارے نے اشارہ ملتے ہی ایئرپورٹ پر رینگنا شروع کر دیا اور پھر اس کی رفتار انتہائی تیز ہوتی چلی گئی اور چند ہی لمحوں بعد وہ زمین چھوڑ چکا تھا اور پھر فضا کی بلندیوں میں پرواز کرنے لگا۔ یہ اے آر سی کمپنی کا مخصوص طیارہ تھا جو صفدر، کیپٹن شکیل اور عمران کے ساتھ تیس اور مسافروں کو لے کر نیوبارک کی جانب جا رہا تھا۔ جولیا اور کیپٹن شکیل آگے بیٹھے تھے اور ان کے پیچھے صفدر اور عمران تھے۔

سب ہلکے ہلکے میک اپ میں تھے۔ جس سے ان کی شخصیت کچھ اور نکھر آئی تھی۔ صفدر کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں انتہائی شاندار لگ رہی تھیں اور عمران اسے چھیڑ رہا تھا۔

''صفدر یار تمہارے چہرے پر گلہری کی دُمیں بڑی شاندار لگ رہی ہیں۔''

''یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔''۔۔۔۔۔ صفدر نے آہستہ سے جواب

دیا۔

"خدا کے لیے صفدر کیا میں مونچھیں اگانے کا کام کرتا ہوں۔"

یہ سب تو باتوں میں مشغول تھے مگر ایک اکہرے بدن کا نوجوان جہاز کی تیسری رو میں بیٹھا ان کی طرف بڑی پراسرار نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ کبھی وہ ان کی شخصیتوں پر نظر ڈالتا اور کبھی اس کی نظریں عمران کی گود میں پڑے ہوئے کیمرے پر پڑتیں۔

طیارہ رواں دواں اپنی منزل کی طرف گامزن تھا۔ اچانک وہ نوجوان اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر وہ آہستہ سے عمران اور صفدر کے نزدیک سے گزرتا ہوا طیارے کی دم کی طرف جانے لگا۔ جیسے ہی وہ عمران کے پاس سے گزرا اس نے جھپٹ کر عمران کی گود سے کیمرہ اٹھایا اور پھر پوری تیزی سے بھاگ نکلا۔ عمران نے بھی اس کے پیچھے جست لگائی مگر وہ انتہائی پھرتی سے سٹاک روم میں داخل ہو کر دروازہ بند کر چکا تھا۔ تمام مسافر اس حرکت سے بری طرح بوکھلا اٹھے تھے۔ عمران سٹاک روم کے دروازے پر مکے برسا رہا تھا۔ صفدر، کیپٹن شکیل اور جولیا بھی اپنی جگہوں پر کھڑے تھے۔ ائیر ہوسٹس تیزی سے عمران کی طرف لپکی۔ عمران نے اسے کسی طرح بھی سٹاک روم کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا مگر ہوسٹس بے بس تھی۔ کیونکہ اندر سے بند تھا۔ یہ واقعہ اتنا ہی اچانک ہوا تھا کہ سب چکرا کر رہ گئے تھے۔ اچانک عمران نے جیب سے ریوالور نکالا اور دروازے پر بنے ہوئے لاک پر گولی چلا دی۔ گولی پڑتے ہی لاک ٹوٹ گیا اور عمران نے تیزی سے دروازے کو

دھکا دیا لیکن خالی سٹاک روم اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ البتہ سٹاک روم کا دوسرا کھلا دروازہ آہستہ آہستہ بند ہو رہا تھا اور اندر رکھا ہوا مسافروں کا سامان کھلے دروازے سے ہوا کے دباؤ کے باعث لڑھک کر باہر گرنے والا تھا۔ عمران نے تیزی سے سٹاک روم کا دروازہ بند کیا اور جہاز کی کھڑکی کی طرف دیکھا تو اسے فضاؤں میں ایک پیراشوٹ نظر آیا اور عمران زندگی میں پہلی بار بے بسی سے ہاتھ ملتا رہ گیا۔ لیکن شاید یہ کیمرہ اتنا قیمتی تھا کہ عمران نے بے بسی کی بجائے کچھ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے پیچھے مڑ کر کیپٹن شکیل کے کان میں کچھ کہا اور پھر وہ تیزی سے اپنی سیٹ کی طرف بڑھا۔ اس نے جہاز کی طرف سے ملنے والے پیراشوٹ کو اپنی کمر پر باندھا اور پھر اس نے صفدر کے کان میں تیزی سے سرگوشی کی اور صفدر پستول نکالتا ہوا کاک پٹ کی طرف بھاگا۔ پائلٹ بیٹھا جہاز کو کنٹرول کر رہا تھا۔ ائیر ہوسٹس اپنی نظروں سے یہ ہنگامہ دیکھ رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔ ادھر صفدر نے پائلٹ کی پشت پر پستول لگایا اور اسے مجبور کیا کہ وہ جہاز کو پیچھے کی طرف لوٹا دے۔

"دیکھو پائلٹ اپنا جہاز فوراً بیک کر دو۔ ایک آدمی ہماری ایک ایسی چیز چھین کر جہاز سے کود گیا ہے جس کے لیے ہم سارے جہاز کو تباہ کر سکتے ہیں۔ اس لیے تم فوراً جہاز موڑ کر اس کے پیچھے چلو اور اس کے پاس سے گزرتے ہوئے جہاز کی رفتار تیز کر دو۔ ہم میں سے ایک آدمی جہاز سے کود جائے گا۔ اس کے بعد تم اپنی منزل کی طرف چلے جانا

ورنہ تم جانتے ہو ہم سب کچھ کر گزریں گے۔“ ——— صفدر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ پائلٹ نے بے بسی سے پستول کی طرف دیکھا اور پھر جہاز کا رخ موڑ دیا۔ جہاز ایک بار پھر واپس جا رہا تھا۔

عمران جہاز سے کودنے پر تیار کھڑا تھا۔ ایئر ہوسٹس اسے ایسا کرنے سے روک رہی تھی لیکن جولیا نے اسے ریوالور دکھا کر چپ رہنے پر مجبور کر دیا۔ جہاز آہستہ آہستہ فضاؤں میں بلند پیراشوٹ کے نزدیک ہوتا جا رہا تھا۔ جیسے ہی وہ اس پیراشوٹ کے پاس سے گزرا تو عمران نے پھرتی سے سٹاک روم میں داخل ہو کر دوسرا دروازہ کھولا اور باہر چھلانگ لگا دی اور جہاز تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ایئر ہوسٹس نے عمران کے باہر کودتے ہی سٹاک روم لاک کر دیا۔ عمران کا پیراشوٹ کھل چکا تھا اور اب وہ بھی فضاؤں میں جھول رہا تھا۔ اس کا پیراشوٹ پہلے والے پیراشوٹ کے کافی نزدیک تھا۔ یہ عمران کا اندازہ تھا کہ اس نے ایسے وقت چھلانگ لگائی جب جہاز پیراشوٹ کے بالکل پاس سے گزرا۔ اب جہاز ایک لمبا چکر لگا کر دوبارہ واپس اپنی منزل کی طرف جا رہا تھا۔ عمران نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لیا۔

اب دونوں پیراشوٹ آہستہ آہستہ زمین کی طرف جا رہے تھے اور کچھ دیر بعد وہ دونوں زمین کے نزدیک آ گئے تھے۔ عمران زمین پر کودنے کے لیے تیار ہو گیا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ شخص زمین پر کودتے ہی بھاگ جانے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسے ہی دونوں زمین پر گرے۔ اس شخص نے جلدی جلدی اپنے آپ کو

پیراشوٹ کی ڈوریوں سے چھڑانا شروع کر دیا۔ عمران اس سے تقریباً ڈیڑھ سو گز دور گرا تھا۔ یہ جگہ ایک خشک پہاڑی تھی۔ عمران نے بھی جلدی سے اپنے آپ کو پیراشوٹ سے آزاد کرایا اور پھر پستول ہاتھ میں لے کر تیزی سے آگے بڑھا۔ وہ شخص بھی پیراشوٹ سے آزاد ہو کر بھاگ رہا تھا۔ کیمرہ اس کے ہاتھوں میں تھا۔ چونکہ وہ پستول کی رینج سے دور تھا۔ اس لیے عمران اس پر گولی نہیں چلا سکتا تھا۔ اس لیے وہ بھاگنے پر ہی اکتفا کر رہا تھا۔ ناہموار پتھروں کی وجہ سے اسے بھاگنے میں دشواری ہو رہی تھی لیکن اس کے باوجود اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ اس لیے وہ آہستہ آہستہ اس کے نزدیک ہوتا جا رہا تھا۔ وہ شخص پہاڑی کی دوسری طرف بھاگ رہا تھا۔ عمران کو معلوم تھا کہ دوسری طرف کیا ہے۔ اس لیے وہ پہاڑی کی طرف پہنچنے سے پہلے ہی اس شخص کو پکڑنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنی رفتار اور تیز کر دی۔ اب وہ شخص عمران کے پستول کی رینج میں تھا لیکن اب عمران پستول نہیں چلا سکتا تھا کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ اب اگر اس نے اسے گولی مار دی تو وہ کیمرہ سمیت پہاڑ سے نیچے جا گرے گا اور پھر جو اس شخص کا حشر ہوتا سو ہوتا لیکن کیمرہ عمران کو صحیح سلامت نہ مل سکتا تھا۔

اس لیے عمران چاہتا تھا کہ اسے زندہ پکڑے۔ اتنے میں وہ شخص پہاڑی کی دوسری طرف پہنچ کر عمران کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ عمران بھی تھوڑی دیر کے بعد چوٹی پر پہنچ گیا۔ اس نے نیچے دیکھا پہاڑی کے دوسری جانب سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور وہ شخص کیمرہ ہاتھ

میں لئے سمندر میں چھلانگ لگا چکا تھا۔ اتنی بلندی سے سمندر میں چھلانگ لگانا اس شخص کی انتہائی دلیری اور جرأت کی دلیل تھی۔

اسی وقت ایک زور کا چھپاکا ہوا اور وہ شخص سمندر کے پانی میں کیمرے سمیت گم ہو گیا۔ عمران نے پستول جیب میں ڈال لیا۔ پیر جوڑے اور پھر اس نے بھی سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ وہ تیر کی طرح اڑتا ہوا سمندر کی طرف جا رہا تھا اور سمندر لمحہ بہ لمحہ نزدیک آتا جا رہا تھا اور چند ہی لمحوں بعد وہ بھی سمندر کی گہرائیوں میں تھا۔ یہ غنیمت تھا کہ سمندر اس جگہ انتہائی گہرا تھا ورنہ اتنی بلندی سے کودنے کے بعد وہ یقیناً سمندر کے نیچے کی زمین سے ٹکرا جاتا اور پھر اس کے گوشت کا قیمہ مچھلیوں کی خوراک بن جاتا۔ عمران کافی گہرائی تک تیر کی طرح گیا اور اس کی رفتار جب کم ہوئی تو سمندر نے اسے تیزی سے اوپر کی طرف اچھالنا شروع کیا۔ تیرنے میں انتہائی مشاق ہونے کی وجہ سے عمران اوپر آ کر لمحہ بہ لمحہ اس شخص کے نزدیک ہوتا جا رہا تھا۔ لیکن اچانک اس کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔

کیونکہ ایک لانچ تیزی سے اس شخص کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جتنی تیزی سے وہ لانچ اس شخص کی طرف بڑھ رہی تھی۔ عمران کا خیال تھا کہ وہ شخص پکڑے جانے سے پہلے لانچ میں سوار ہو جائے گا۔ لانچ اس شخص کے پاس پہنچ کر آہستہ ہو گئی اور پھر لانچ پر کھڑے دو آدمیوں نے اسے پکڑ کر لانچ پر چڑھا لیا۔ اتنے میں عمران بھی اس کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ عمران کو دیکھتے ہی ان میں سے ایک شخص نے پستول

نکالنے کی کوشش کی لیکن عمران نے ایک ایسا جمپ لگایا کہ ایک انسان سے ایسی توقع کبھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ سمندر سے یوں اچھلا جیسے کوئی شخص زمین سے اچھلا ہو اور وہ جمپ بھی اتنا زور دار تھا کہ دوسرے لمحے وہ لانچ میں پڑا تھا۔ وہ دونوں شخص یہ دیکھ کر اتنے حواس باختہ ہوئے کہ ایک لمحے کے لیے آنکھیں پھاڑے رہ گئے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی انسان سمندر سے اتنا بڑا جمپ لگا سکتا ہے لیکن یہ عمران تھا جو خطرے میں واقعی مافوق الفطرت بن جایا کرتا تھا۔ عمران جیسے ہی لانچ پر گرا اس نے تیزی سے پلٹا کھایا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ چھلانگ لگانے میں اسے جتنا زور لگانا پڑا تھا۔ وہ ہی جانتا تھا۔ اسے ایسے محسوس ہوا کہ جیسے اس کے پھیپھڑے پھٹ گئے ہوں اور پھر لانچ کے تختوں پر گرنے سے اس کو چوٹ بھی کافی آئی تھی۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ یہی لمحہ فیصلہ کن ہے۔ اگر اس نے ذرا سی بھی کمزوری دکھائی تو سارا کیا دھرا بے سود ہو کر رہ جائے گا۔ اس لیے وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اٹھتا دیکھ کر دونوں شخص یوں چونک پڑے۔ جیسے خواب سے جاگے ہوں۔ وہ تیزی سے عمران کی طرف بڑھے لیکن عمران نے پھر ایک ہائی جمپ لگایا اور اس کی دونوں ٹانگیں سامنے والے ایک شخص کے سینے پر پڑیں اور وہ چیخ مار کر نیچے الٹ گیا۔ دوسرا شخص عمران سے لپٹنے لگا لیکن ایک ہی گھونسے نے اسے بھی نیچے گرا دیا۔ اب عمران تیسرے شخص کی طرف بڑھا جو یہ سچوئشن دیکھ کر کیمرے کو سمندر میں پھینکنے والا تھا۔ عمران نے ایک جھپٹا مارا اور کیمرہ اس کے ہاتھوں سے

چھین لیا۔ گھونسہ کھانے والا شخص دوبارہ عمران کی طرف بڑھ رہا تھا۔

عمران نے تیزی سے بھاگ کر کیمرے کو ایک کونے میں رکھا اور پھر آنے والے شخص کو پھرتی سے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ وہ شخص حالانکہ کافی قوی ہیکل تھا لیکن عمران کے ہاتھوں میں ایک کھلونے کی طرح بے بس ہو چکا تھا۔ عمران نے پھرتی سے اسے اٹھاتے ہی سمندر میں پھینک دیا۔

پھر وہ اس شخص کی طرف بڑھا جو کیمرہ لے آیا تھا۔ وہ شخص اب پھر کیمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمران نے ایک زوردار گھونسا اس کے منہ پر مارا اور پھر اسے بھی ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ ایک چھپاکے سے وہ بھی سمندر میں جا پڑا۔ عمران کے چہرے پر اس وقت درندگی پھیلی ہوئی تھی۔ تیسرا شخص ابھی فرش پر پڑا تھا۔ اس کے سینے پر پڑنے والی لات اسے ملک عدم کا راستہ دکھا چکی تھی۔ عمران نے اس کی طرف سے مطمئن ہو کر لانچ کو سنبھالا جو تیزی سے آؤٹ آف کنٹرول ہو کر سمندر میں چکر لگا رہی تھی۔ عمران نے سٹیئرنگ سنبھالا اور لانچ کو تیز کر کے مخالف سمت کی طرف بڑھا دیا۔ وہ دونوں شخص سمندر میں پڑے ہاتھ پیر مار رہے تھے لیکن عمران ان سے بے پرواہ ہو کر لانچ چلا رہا تھا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلک نمایاں تھی۔ اس کی لانچ تیزی سے اس پہاڑی کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی جہاں سے اس نے چھلانگ لگائی تھی۔

اب اس طرف سے فارغ ہو کر وہ سوچ رہا تھا کہ نجانے وہ کس

ملک میں ہے اور کس شہر سے کتنی دور ہے۔ اسے فوراً نیوبارک پہنچنا تھا کیونکہ اس کے بغیر اس کے ساتھی بے بس تھے۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ میٹنگ کہاں ہو رہی ہے اور اس کے کوڈ الفاظ کیا ہیں۔ اس لیے اسے آج نیوبارک پہنچ جانا لازمی تھا۔ اب لانچ ساحل کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے لانچ کو ساحل کے پاس لے جا کر روکا۔ پھر کیمرہ اٹھایا اور چھلانگ لگا کر ساحل پر اتر گیا۔ اب وہ تیزی سے دوبارہ پہاڑ کی جانب جا رہا تھا۔

جیسے ہی عمران نے چھلانگ لگائی اور طیارہ پھر مڑ کر اپنی منزل کی طرف چلا۔ کیپٹن شکیل، صفدر اور جولیا دوبارہ اپنی سیٹوں کی طرف بڑھے۔ وہ تینوں اپنی اپنی جگہ سخت پریشان تھے کہ نجانے عمران پر کیا گزرے گی۔ طیارے کے سارے مسافر ان تینوں کو عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ چند ایک نے تو ان سے سوالات بھی پوچھے۔ لیکن انہوں نے کچھ بتلانے سے انکار کر دیا۔

کیمرے کے متعلق ان تینوں میں سے کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کیمرہ کیا تھا۔ انہوں نے تو یہ سمجھا تھا کیونکہ وہ سیاح بن کر نیوبارک جا رہے ہیں اس لیے عمران نے ایک کیمرہ بھی ساتھ لے لیا۔ لیکن اب انہیں معلوم ہوا کہ یہ کیمرہ کوئی انتہائی قیمتی چیز تھی۔ کیپٹن شکیل سوچ رہا تھا کہ وہ شخص کون تھا اور اسے اس کیمرے کے متعلق معلومات کہاں سے ملیں؟ صفدر اور جولیا سوچ رہے تھے کہ نیوبارک جا کر وہ کیا کریں

گے۔ کیونکہ انہیں بذات خود کوئی معلومات نہ تھیں۔ سب کچھ عمران کو معلوم تھا اور عمران نجانے کب نیوبارک پہنچے لیکن وہ سب بے بس تھے۔ اب تو آئندہ کا لائحہ عمل نیوبارک جا کر ہی بنایا جا سکتا ہے۔ اس لیے وہ اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہے۔

ایک گھنٹے کے بعد طیارہ نیوبارک کے ائیرپورٹ پر لینڈ کر رہا تھا لیکن صفدر اور اس کے ساتھی یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے کہ ائیر پورٹ پر ہر طرف پولیس ہی پولیس نظر آ رہی تھی۔ صفدر سمجھ گیا کہ پائلٹ نے اس واقعے کی اطلاع ائیرپورٹ ٹاور کو دے دی ہے۔ اب سوالات اور تفتیش کا ایسا چکر چلتا نظر آ رہا تھا کہ جان چھڑانی مشکل ہو جاتی۔ اس لیے صفدر نے کیپٹن شکیل کے کان میں سرگوشی کی اور کیپٹن شکیل نے جولیا سے کہا۔ طیارہ ابھی تک ائیرپورٹ کے چکر لگا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ طیارہ ائیر پورٹ پر اتر گیا۔ جیسے ہی طیارہ اپنی مخصوص جگہ پر جا کر رکا۔ ائیر پورٹ سکیورٹی فورس اور پولیس نے طیارے کو گھیرے میں لے لیا۔ مسافر باری باری اترنے لگے۔ ان تینوں نے اپنے اپنے پستول نکال کر اپنے قریب موجود مسافروں کے بیگز میں ڈال دیئے۔ ان کی اس حرکت کو کسی نے محسوس نہ کیا کیونکہ تمام لوگ اترنے کی تیاریوں میں مشغول تھے۔ اب ان تینوں نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ کم از کم وہ اس کہانی سے ہی منکر ہو جاتے تو پستول کی عدم موجودگی اس بات میں وزن پیدا کر دیتی۔ صفدر اور جولیا بھی نیچے اترے۔ سکیورٹی آفیسر کے پاس کھڑی ائیرہوسٹس نے ان کی طرف

اشارہ کیا اور سکیورٹی آفیسر نے انہیں ایک طرف آنے کی ہدایت کی۔ انہوں نے چہرے پر حیرت کے تاثرات پیدا کیے۔ اتنے میں کیپٹن شکیل بھی نیچے اتر آیا۔ائیر ہوسٹس کے اشارے پر اسے بھی ایک طرف بلا لیا گیا۔ انہوں نے آفیسر سے اس بارے میں احتجاج کیا کہ انہیں کیوں روکا جا رہا ہے۔لیکن وہ انہیں لے کر ائیر پورٹ کی ایک عمارت کی طرف چلے گئے۔وی آئی پی روم میں لے جا کر ان پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی لیکن وہ تینوں صاف مکر گئے کہ انہیں اس واقعہ کا کوئی علم نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی چوتھا ساتھی تھا لیکن سکیورٹی آفیسر اور پولیس آفیسر مطمئن نہ تھے۔ان کی تلاشی لی گئی لیکن ان کے پاس سے پستول قسم کی کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔ پولیس آفیسر حیران تھے کہ یہ ماجرا کیا ہے۔؟ بہرحال وہ انہیں مزید تفتیش کے لیے ہیڈ کوارٹر کی طرف لے چلے۔ راستے میں صفدر نے کیپٹن شکیل اور جولیا کی طرف مخصوص انداز میں اشارہ کیا تو ان دونوں نے سر ہلائے اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ اب وہ فرار کا سوچ رہے تھے۔ کیونکہ اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہ تھا۔ جیسے ہی وہ کسٹم کی حد سے باہر نکلے تو صفدر تیزی سے دس منزلہ عمارت کے صدر دروازے میں گھس گیا۔سکیورٹی آفیسرز پریشان ہو گئے۔ وہ صفدر کو پکڑنے کے لیے دوڑے۔ اب کیپٹن شکیل کی باری تھی۔ اس نے انتہائی جرأت کا مظاہرہ کیا اور پاس سے گزرنے والی ایک موٹر سائیکل کی پچھلی سیٹ پر جمپ لگا دیا۔موٹر سائیکل تیزی سے گزر رہی تھی۔ یہ ایک اندھی چھلانگ تھی لیکن وہ ٹھیک موٹر سائیکل کی

پچھلی سیٹ پر جا بیٹھا۔ پھر تو وہ موٹر سائیکل سے چمٹ گیا۔ دھکا لگنے سے موٹر سائیکل کا توازن بگڑنے لگا لیکن موٹر سائیکل سوار بھی کوئی ماہر شخص تھا جس نے فوراً موٹر سائیکل کنٹرول کر لیا۔ پہلے تو ساتھ جانے والے سپاہی گھبرا گئے۔مگر فوراً انہوں نے ریوالور نکال کر فائر کھول دیئے مگر اتنی دیر میں کیپٹن شکیل ان کی رینج سے باہر ہو گیا تھا۔ اب انہوں نے جولیا کی طرف توجہ دی تو وہ بھی غائب تھی۔ جولیا دراصل انتہائی پھرتی سے ایک قریب کھڑی ہوئی کار کے پیچھے رینگ گئی تھی۔ اب تو سب سکیورٹی والے گھبرا گئے۔سیٹیوں پر سیٹیاں بجنے لگیں۔صفدر اس عمارت کے دروازے سے ہوتا ہوا پچھلے دروازے سے گزر گیا۔ چلتے چلتے اس نے مونچھیں اتار دیں۔ اپنا کوٹ الٹ کر پہن لیا۔اس کا کوٹ ڈبل تھا۔ ایسے کوٹ مخصوص طور پر سیکرٹ سروس والوں کے لیے بنائے جاتے تھے۔ اب صفدر کافی حد تک بدل چکا تھا۔ اس نے راہ جاتی ایک ٹیکسی روکی اور پھر اس میں سوار ہو کر اسے رائل پارک جانے کو کہا۔چاروں طرف پولیس پھیل چکی تھی مگر صفدر اطمینان سے ٹیکسی میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اب ان حالات پر غور کر رہا تھا جن سے ناگہانی طور پر انہیں نپٹنا پڑ گیا۔ اس نے ٹیکسی ایک مچھیروں کی بستی کے پاس جا کر رکوا دی اور اسے کرایہ دے کر رخصت کر دیا۔ یہاں اسے معلوم تھا کہ اس کے ملک کا ایک جاسوس رہتا ہے جو نیویارک میں اس کے ملک کی طرف سے کام کرتا تھا۔ ایسے جاسوس ہر ملک میں پھیلے ہوئے تھے اور پچھلی بار عمران کے ساتھ نیویارک آنے پر اسے اس کا پتہ معلوم

ہوا تھا۔ پولیس سے بچنے کے لیے اس سے بہتر فی الحال اسے کوئی اور جگہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ ہلکے ہلکے قدم اٹھاتا ہوا جھونپڑوں سے گزرتا گیا۔ ایک پرانی سی جھونپڑی کے دروازے پر رک کر اس نے تین دفعہ مخصوص انداز سے دستک دی۔ چند ہی لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا ایک ادھیڑ عمر کا مچھیرا تھا۔ اس نے حیرانی سے صفدر کو دیکھا۔ صفدر نے آہستہ سے ایکسٹو کا لفظ کہا تو مچھیرے کے چہرے پر پھیلی ہوئی حیرت یک لخت دور ہو گئی۔ وہ ایک طرف ہو گیا اور صفدر سر جھکا کر تیزی سے جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ اسے ایک دوسری کہانی سنا رہا تھا۔

ادھر کیپٹن شکیل کی موٹر سائیکل کافی دور تک چلی گئی لیکن توازن سنبھلتے ہی موٹر سائیکل چلانے والے نے موٹر سائیکل روک دی۔ اسی لمحے کیپٹن شکیل نے اپنا فاؤنٹین پین نکال کر اس کی کمر سے لگا دیا اور اسے پستول کی دھمکی دے کر موٹر سائیکل چلانے پر مجبور کر دیا۔ موٹر سائیکل سوار نے گھبرا کر موٹر سائیکل دوبارہ بھگانا شروع کر دیا۔ کیپٹن شکیل اسے ایک گلی میں لے گیا اور پھر ایک ہی مکے سے موٹر سائیکل سوار کو بے ہوش ہونے پر مجبور کر دیا۔ اب موٹر سائیکل کیپٹن شکیل کے ہاتھ میں تھا اور وہ اسے مختلف گلیوں میں بھگا رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ کہاں جائے۔ کیونکہ اسی میک اپ میں کسی ہوٹل میں جانا پولیس کے ہاتھوں میں جانے کے مترادف تھا اور دوسری کوئی جگہ اس کے علم میں نہیں تھی۔ آخرکار موٹر سائیکل اس نے ایک سڑک پر چھوڑ دی اور

خود پیدل گلیوں میں چلنے لگا۔ چلتے چلتے جب وہ تھک گیا تو اس نے ایک تنگ گلی میں ایک مکان کے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ فوراً کھل گیا۔ کھولنے والا صورت سے کوئی بدمعاش نظر آ رہا تھا۔

”کیا بات ہے۔“ ـــــ وہ آدمی غرایا۔

”میرے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہے مجھے پناہ دو۔“ ـــــ کیپٹن شکیل نے التجا لہجے میں کہا۔

”پولیس۔ اچھا اندر آ جاؤ۔“ ـــــ اس آدمی نے چونک کر جلدی سے راستہ چھوڑ دیا۔

دروازے کے آگے ایک تنگ سی گلی تھی۔ کیپٹن شکیل اس آدمی کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ گلی سے گزر کر وہ ایک بہت بڑے ہال میں آ گئے۔ یہاں میزیں بچھی ہوئی تھیں جن پر جوا کھیلا جا رہا تھا۔ کیپٹن شکیل اس اتفاق پر حیران ہو رہا تھا کہ کس طرح وہ خود بخود ایک خفیہ جوئے خانے میں آ نکلا۔ اگر وہ اس اڈے کے سردار کو مطمئن کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر فی الحال وہ پولیس کے ہاتھوں سے بچ جائے گا۔ وہ شخص ہال میں سے گزر کر پھر ایک راہداری میں گھس گیا۔ کیپٹن شکیل اس کے پیچھے تھا۔ راہداری سے چلتے چلتے وہ شخص ایک دروازے کے سامنے جا کر رک گیا۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔

”آ جاؤ۔“ ـــــ ایک غراہٹ آمیز آواز آئی۔ دروازہ کھول کر کیپٹن شکیل اور وہ شخص اندر گیا۔

اندر ایک لمبی چوڑی میز کے پیچھے ایک کوتاہ گردن بھاری بھرکم شخص

بیٹھا تھا۔ میز پر شراب کی بوتل کھلی پڑی تھی۔ اس شخص کی آنکھیں سر
تھیں۔

''کیا بات ہے بونو اور یہ کون ہے۔''۔۔۔۔۔ اس بھاری بھر آواز نے پوچھا۔ کیپٹن شکیل نے اس سردار کو دیکھ کر اطمینان کا سانس کیونکہ وہ پہچان گیا تھا کہ یہ نیوبارک کا مشہور غنڈہ جیگر ہے۔ جس ۔ نیوبارک کی پولیس بھی کانپتی ہے اور جیگر اس کا دوست تھا۔ چند سا پہلے جب وہ ایک ملٹری آپریشن کے لیے یہاں موجود تھا تو ایک مو پر اتفاقی طور پر اس نے جیگر کی جان بچائی تھی۔ چنانچہ جیگر اس ممنون تھا۔ وہ کافی دن جیگر کے ساتھ ایک ہوٹل میں بھی رہا۔ جیگر ا ہوٹل کا مالک تھا لیکن اس گھر کے اس خفیہ اڈہ کا پتہ کیپٹن شکیل کو معلو نہیں تھا۔ یہ تو اتفاق تھا کہ وہ یہاں پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

''جناب یہ شخص غیر ملکی ہے اور پولیس سے بچنے کے لیے یہاں آ ہے۔''۔۔۔۔۔ بونو نے مؤدب ہو کر جواب دیا۔

''تمہارا دماغ خراب ہے جو ہر شخص کو اس جگہ لے آتے ہو۔ ی سکتا ہے کہ یہ سی آئی ڈی کا کارندہ ہو۔''۔۔۔۔۔ جیگر نے غراتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ بونو سے سی آئی ڈی کا کوئی کارندہ چھپا ہوا نہیں۔ میں س آئی ڈی کا کارندہ نہیں ہوں جیگر۔''۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے اطمینان سے کہا۔ جیگر نے جیسے ہی اپنا نام سنا وہ بری طرح چونکا اور جیگر کے ساتھ ساتھ بونو بھی بری طرح چونک اٹھا۔

''تم میرا نام کیسے جانتے ہو۔''۔۔۔۔۔ جیگر کی آنکھیں کیپٹن شکیل

پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کی آنکھوں کی سرخی بڑھتی جا رہی تھی۔

''جیگر۔ میں میک اپ میں ہوں۔ اس لیے تم مجھے نہیں پہچان سکتے۔ ایمونیا کی ایک بوتل منگواؤ۔ پھر مجھے پہچان جاؤ گے۔ میں تمہارا دوست ہوں۔''۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

''کیا نام ہے تمہارا۔''۔۔۔۔۔ جیگر نے کاٹ کھانے والے انداز میں پوچھا۔

''شکیل۔ جس نے آج سے پانچ سال پہلے پیراڈائز ہل پر تمہاری جان بچائی تھی۔''۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

''اوہ۔ تم شکیل ہو۔ ٹھیک ہے تمہارا جسم اس سے ملتا ہے لیکن چہرہ خیر تم ہی کہہ رہے ہو کہ تم میک اپ میں ہو۔''۔۔۔۔۔ جیگر نے کہا۔ پھر اس نے بونو کو ایمونیا کی بوتل لانے کو کہا۔ بونو نے اسی کمرے کی ایک الماری سے ایمونیا کی ایک بوتل نکال کر کیپٹن شکیل کے حوالے کر دی۔ کیپٹن شکیل نے ایمونیا سے منہ دھویا اور پھر رومال سے پونچھ ڈالا۔ اب وہ اپنی اصلی شکل میں تھا۔ جیگر نے اسے دیکھتے ہی خوشی کا نعرہ لگایا اور کرسی سے اٹھ کر کیپٹن شکیل کو گلے سے لگایا۔

''تم یہاں کیسے پہنچے۔''۔۔۔۔۔ اس نے حیرت سے پوچھا اور کیپٹن شکیل نے بھی من گھڑت کہانی سنا کر جیگر کو مطمئن کر دیا۔

ادھر جولیا کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ فوری طور پر تو وہ ایک کار کے نیچے رینگ گئی تھی لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کدھر جائے۔ کیونکہ سکیورٹی پولیس کی سیٹیاں اور پٹرول کاروں کے سائرن

سے پورا علاقہ گونج اٹھا تھا۔ اب چیکنگ کا دائرہ ہر لمحہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ جولیا تیزی سے ایک کار سے دوسری کار کے نیچے رینگ رہی تھی۔ یہ بھی غنیمت تھا کہ وہ جگہ اس پورے علاقے کی پارکنگ پلیس تھی۔ اس لیے سینکڑوں کی تعداد میں کاریں وہاں کھڑی تھیں۔ جولیا نے جیسے ہی ایک کار کی سائیڈ سے سر نکالا۔ اسے سامنے ہی دو سپاہی اپنی طرف آتے نظر آئے۔ وہ فوراً کار کی دوسری طرف مڑ گئی۔ اس نے ایک لمحہ کے لیے سوچا اور پھر ایک لگژری کار کے پچھلے دروازے کے ہینڈل پر زور دیا۔ اتفاق سے کار لاک نہیں تھی۔ اس لیے فوراً دروازہ کھل گیا۔ جولیا تیزی سے پچھلی سیٹوں کے درمیان دبک گئی اور دروازہ آہستہ سے بند کر دیا۔ وہ سپاہی تو گزر گئے لیکن اب ہر طرف سپاہیوں کے بھاری بوٹوں کی آوازیں چہار طرف سے آنی شروع ہوگئیں۔ اب جولیا حیران تھی کہ وہ کیا کرے۔ کیونکہ وہ کب تک یہاں پڑی رہتی۔ اگر کار کا مالک آ گیا تو وہ فوراً گرفتار ہو جائے گی لیکن اب باہر نکلنے کا بھی موقع نہیں رہا تھا۔ اس لیے وہ تن بہ تقدیر وہیں دبکی پڑی رہی۔ اچانک اس کار کا دروازہ کھلا اور ایک شخص ڈرائیورنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا اور پھر کار آہستہ آہستہ رینگنے لگی۔ جولیا نے دل ہی دل میں خدا کا شکریہ ادا کیا کہ کار والا اکیلا تھا۔ اگر اس کے ساتھ دوسرے لوگ ہوتے تو وہ فوراً پکڑی جاتی۔ اب کار کھلی سڑکوں پر آ گئی تھی۔ اس کی رفتار بھی کافی تیز تھی۔ جولیا نے آہستہ سے سیٹوں سے سر باہر نکالا کر ادھر ادھر دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ کار

چلانے والا ایک خوش پوش نوجوان تھا جو بڑے اطمینان سے کار چلا رہا تھا۔ اسے شاید معلوم نہیں تھا کہ وہ پولیس کی مطلوبہ مجرمہ کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہے۔ جولیا اب آئندہ کے متعلق سوچنے لگی۔ کیونکہ اس بار ان کے ساتھ عجیب وغریب واقعہ پیش آیا تھا۔

نجانے کیپٹن شکیل اور صفدر کہاں ہوں گے۔ اچانک کار ایک کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی۔ جولیا دوبارہ سیٹوں میں دبک گئی۔ کار آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پورچ میں جا کر رک گئی۔ نوجوان نے کار کا دروازہ کھولا اور سیٹی بجاتا ہوا کوٹھی کے اندر داخل ہوگیا۔ جولیا آہستہ سے اٹھ کر کار سے باہر نکلی اور کوٹھی کے صدر دروازے سے باہر نکل گئی۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ کہاں جائے اور پولیس سے کس طرح بچے۔ ایک لمحہ کے لیے اس نے سوچا کہ رات کسی غیر معروف ہوٹل میں گزار دے لیکن اسے معلوم تھا کہ پولیس سب سے پہلے ہوٹلوں کو چھانے گی۔ اس نے سوچا کہ کسی کوٹھی میں بطور پیئنگ گیسٹ کے رہ پڑے۔ نیوبارک میں پیئنگ گیسٹ کا عام رواج تھا۔ اس لیے جولیا چلتی رہی اور پھر تین چار کوٹھیاں پھرنے کے بعد آخرکار اسے ایک معقول جگہ مل گئی۔ اب اس کوٹھی میں وہ ہر طرح سے محفوظ ہوگئی تھی۔

عمران کیمرہ کاندھے پر لٹکائے دوبارہ پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ اس کی رفتار خاصی تیز تھی۔ وہ جلد از جلد پہاڑی پر پہنچنا چاہتا تھا۔تقریباً ایک گھنٹے کی لگاتار چڑھائی کے بعد وہ پہاڑی کی سب سے نچلی چوٹی پر پہنچ گیا۔ پہاڑی کی دوسری طرف ایک بہت بڑا میدانی علاقہ تھا جس میں جابجا بڑے بڑے ٹیلے تھے۔ درمیان میں بل کھاتی ہوئی ایک سڑک موجود تھی۔عمران سڑک پر چلنے لگا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ یہاں کے لوگوں نے پیراشوٹ اترتے ضرور دیکھے ہوں گے۔اس لیے اگر انہوں نے یہاں کی پولیس کو اطلاع دے دی تو پولیس یہ تمام علاقہ چھان مارے گی اور عمران ان حالات میں کسی طور پولیس کے ہاتھوں میں نہیں آنا چاہتا تھا۔اس لیے اس نے سڑک چھوڑ دی۔ اب وہ ٹیلوں کی آڑ میں چل رہا تھا۔لیکن کافی دیر چلنے کے باوجود اسے کوئی پولیس مین نظر نہ آیا۔اب اسے اطمینان ہو گیا کہ یا تو شاید کسی نے پیراشوٹ

اترتے نہیں دیکھا۔ اگر دیکھا ہے تو پولیس کو اطلاع نہیں دی یا یہاں عموماً پیراشوٹ اترتے رہتے ہوں گے۔اس لیے کسی نے توجہ ہی نہیں دی ہو گی۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوا اس کے لیے یہ صورت حال فائدہ مند تھی۔ وہ تیزی سے سڑک پر چلتا گیا۔ اب وہ میدان ختم ہو گیا تھا اور دور تک کھیتوں کا سلسلہ نظر آ رہا تھا۔وہ سوچ رہا تھا نجانے کیپٹن شکیل ،صفدر اور جولیا پر کیا گزری ہو گی۔ چلتے چلتے وہ ایک گاؤں میں پہنچ گیا۔ یہاں آ کر اسے معلوم ہوا کہ یہ ایکریمیا کا ایک دور افتادہ گاؤں ہے اور نیویارک یہاں سے تقریباً دو سو میل دور ہے۔ یہاں سے نزدیک ترین شہر چالیس میل تھا۔ اب وہ جلد از جلد اس شہر میں پہنچنا چاہتا تھا۔آخر اسے ایک شخص ایسا مل گیا جو اپنی ویگن پر سبزی لے کر شہر جا رہا تھا۔عمران بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہ لوگ شہر پہنچ گئے۔عمران سیدھا ایک ہوٹل میں گیا۔ وہاں جا کر اس نے کھانے کا آرڈر دیا اور وقت گزارنے کے لیے اس نے اخبار اٹھا لیا۔لیکن پہلے صفحے پر نظر پڑتے ہی وہ چونک اٹھا۔ کیونکہ اس میں دو مردوں اور ایک عورت کا ائیرپورٹ سے پراسرار فرار کا حال دیا ہوا تھا کہ کس طرح وہ سکیورٹی پولیس کو جل دے کر غائب ہو گئے اور انتہائی کوششوں کے باوجود اب تک ان کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔اس میں ان کے کسی چوتھے ساتھی کے متعلق بھی لکھا ہوا تھا۔ اخبار میں ان تینوں کے حلیے بھی درج تھے۔جس سے عمران سمجھ گیا کہ یہ شکیل، صفدر اور جولیا ہیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ تینوں نیویارک میں کہاں چھپے ہوں

گے۔ حالانکہ اخبار میں تو درج نہیں تھا لیکن وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ تینوں مقامی پولیس سے بچنے کے لیے فرار ہو گئے ہوں گے۔

ان حالات میں اب اس کے لیے اور بھی ضروری ہو گیا تھا کہ وہ جلد از جلد نیو بارک پہنچے اور حالات کو سنبھالے۔ کیونکہ کل سے میٹنگ شروع ہو رہی تھی۔ ویٹر کھانا لے آیا تو اس نے جلدی جلدی کھانا کھایا اور بل ادا کر کے باہر نکل آیا۔ ہوٹل کے باہر ایک پبلک فون بوتھ تھا۔ عمران اس میں گھس گیا اور ڈائریکٹری سے ایئرپورٹ انکوائری کے نمبر دیکھ کر اس نے ایئرپورٹ انکوائری کو رنگ کیا۔ یہ اس کی انتہائی خوش قسمتی تھی یا محض ایک اتفاق کہ ایک گھنٹے کے بعد ایک فلائٹ نیو بارک جا رہی تھی۔ وہ فوراً ٹیکسی پکڑ کر ایئرپورٹ روانہ ہو گیا اور تقریباً پینتالیس منٹ کے سفر کے بعد وہ نیو بارک کے ہوائی اڈے پر اتر رہا تھا۔ یہ چونکہ ایک اندرون ملک مقامی سروس تھی ۔اس لیے کسی نے بھی اس سے پاسپورٹ طلب نہ کیا اور وہ اطمینان سے چلتا ہوا ایئرپورٹ کی بلڈنگ سے باہر آ گیا۔ اب وہ فوراً سی آئی بی کے سربراہ سے ملنا چاہتا تھا۔ کیونکہ کل کی میٹنگ کی سربراہی بھی سی آئی بی کر رہی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنی آمد کی اطلاع انہیں دینی تھی اور اس کے بعد اپنے ساتھیوں کو بھی ڈھونڈنا تھا۔ اس لیے اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو لنکن روڈ پر چلنے کو کہا۔ لنکن روڈ پر ایک بہت بڑی عمارت میں سی آئی بی کا ہیڈ کوارٹر تھا۔

عمران عمارت میں داخل ہو کر جونہی ایک کمرے میں داخل ہوا تو

اسے ایک چوکیدار نے دروازے پر ہی روک لیا۔

''اے مسٹر تم اندر کہاں جا رہے ہو'' ـــــ چوکیدار کی آواز میں تلخی نمایاں تھی۔

''اپنی خالہ کے گھر جا رہا ہوں۔ تمہاری کوئی دھونس ہے۔'' عمران اپنے مخصوص لہجے میں بولا۔

''تمہارا دماغ خراب ہے۔ چلو بھاگو یہاں سے۔'' ـــــ چوکیدار نے آنکھیں نکال کر کہا۔ وہ حیرت سے اس خوش پوش شخص کو دیکھ رہا تھا۔

''کیوں کیا میرے خالو مسٹر کاپل اس گھر میں نہیں رہتے۔'' عمران نے جسم کو لچکاتے ہوئے کہا۔

''مسٹر کاپل۔''

''ہاں ہاں مسٹر کاپل وہی موٹے سے بند گلے کی جیکٹ اور نیلے رنگ کا مفلر پہنتے ہیں۔ منہ میں ہر وقت پائپ رکھتے ہیں۔ وہی تو ہیں میرے خالو'' ـــــ عمران تیزی سے بولتا چلا گیا۔

''مسٹر کاپل ہیں تو سہی مگر یہ دفتر ہے گھر نہیں'' ـــــ چوکیدار اب نرم پڑ گیا تھا۔

''چلو گھر نہ سہی دفتر ہی سہی۔ تم کاپل صاحب کو جا کر کہو کہ آپ کا بھتیجا عمران آیا ہے۔ دیکھو کیسے بلاتے ہیں مجھے'' ـــــ عمران نے اکڑتے ہوئے کہا۔

''اگر نہ بلایا اور مجھے ڈانٹ پڑ گئی تو'' ـــــ چوکیدار شش و پنج

میں بولا۔

''اگر نہ بلایا تو سو ڈالر دوں گا اور اگر بلا لیں تو سو ڈالر تم مجھے دینا۔''

چوکیدار اب شش و پنج میں تھا۔ عمران کی خوش پوشاکی کو دیکھ کر وہ جانا چاہتا تھا لیکن اس کی باتیں اسے کوئی مخبوط الحواس ثابت کرتی تھیں۔ بہرحال چند لمحے کی ہچکچاہٹ کے بعد وہ اندر چلا گیا۔ عمران گیٹ سے گزرنے والی لڑکیوں کو دیکھ کر سیٹیاں بجا رہا تھا اور ایک لڑکی کو تو اس نے باقاعدہ آنکھ مار دی۔ لڑکی مسکرائی اور رک گئی۔ مگر عمران اس دوران دوسری لڑکیوں کو آنکھ مارنے میں مشغول ہو گیا۔ لڑکی کے چہرے پر حیرت کے آثار ظاہر ہوئے اور وہ سر کو جھٹکتے ہوئے اندر چلی گئی۔ چند لمحے بعد چوکیدار واپس آ گیا اور عمران کو اندر چلنے کو کہا۔

''میرے سو ڈالر تو دو۔ شرط لگی ہوئی ہے کوئی مذاق ہے۔'' عمران اڑ گیا۔ چوکیدار نے دانت نکال دیئے اور عمران ایک چھوٹا نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھتا ہوا اندر چلا گیا۔ چوکیدار اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے ساتویں عجوبے کو دیکھ رہا ہو۔ اندر عمران آرام سے مسٹر کاپل سے باتیں کر رہا تھا۔

''مسٹر کاپل بڑی مشکل سے آپ تک پہنچا ہوں۔''۔۔۔۔ عمران نے اسے تمام واقعہ بتاتے ہوئے کہا اور پھر بولا۔

''میں نے ابھی اپنے ساتھیوں کو ڈھونڈنا ہے۔ معلوم نہیں کہ وہ کہاں کہاں پریشانی کے عالم میں ہوں گے۔ آپ براہ مہربانی مسٹر

کاپل پولیس کو ان کے بارے میں خاص ہدایات جاری کر دیں۔'' عمران نے کہا۔

''وہ تو ہو جائے گا مگر عمران صاحب وہ کیمرہ کیسا تھا جس کے لیے اتنا بڑا ہنگامہ ہوا۔''۔۔۔۔ مسٹر کاپل نے پائپ کو دانتوں میں دباتے ہوئے سوالیہ انداز سے کہا۔

''یہ میں میٹنگ میں ہی بتا سکوں گا۔ اچھا اجازت۔''۔۔۔۔ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

مسٹر کاپل احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا ہاتھ آگے بڑھایا مگر عمران انتہائی لوفرانہ انداز سے سیٹی بجاتا ہوا ان کے اٹھتے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کرتے ہوئے باہر نکل گیا اور مسٹر کاپل چند لمحے تک حیران کھڑے رہے۔

یہ ایک سجا سجایا اور خاصا وسیع وعریض میٹنگ ہال تھا۔تمام حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے۔ چودہ ملکوں کے چار چار نمائندگان موجود تھے۔ ایک کاؤنٹر پر عمران کے ساتھ جولیا، صفدر اور کیپٹن شکیل بیٹھے ہوئے تھے۔عمران کے چہرے پر حماقت کی تہیں انتہائی گہری تھیں۔ امریکہ کے مسٹر کاپل اس میٹنگ کے صدر تھے۔

چنانچہ افتتاحی تقریر بھی انہوں نے کی۔

''لیڈیز اینڈ جنٹلمین یہاں ان چودہ ملکوں کے نمائندگاہ موجود ہیں جن کے ملکوں میں ''ماکازونگا'' کی تنظیم نے جو حشر برپا کر دیا ہے۔ یہ دہشت انگیز اور تخریب کار تنظیم ساری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے لیکن ہم نے تہیہ کیا ہوا ہے کہ اس نام نہاد تنظیم سے جو یقیناً غنڈوں اور قاتلوں پر مشتمل ہے۔کسی حالات میں بھی شکست نہیں مانیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مشترکہ طور پر کوشش کر کے اس کالی اور

بھیانک تنظیم کی جڑیں اکھاڑ دیں۔اس سلسلہ میں آپ سب حضرات کو یہاں بلانے کی تکلیف دی گئی ہے تاکہ آپ سب مل کر اس بارے میں کوئی فیصلہ کریں۔''——یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئے۔

اس کے بعد طابانیہ کا نمائندہ ہولی گریپ کھڑا ہوا۔

''معزز حضرات۔جیسے مسٹر کاپل نے آپ کے سامنے وضاحت کی ہے۔''ماکا زونگا'' ایک انتہائی بھیانک تنظیم ہے۔اس سلسلے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ملک میں بھی ماکا زونگا نے تباہی مچائی تھی۔ ہم نے انتھک کوششوں کے بعد قدرے قابو پالیا ہے۔ہم دراصل اس کے ہیڈکوارٹر کی تلاش میں تھے۔ ہمارے جاسوسوں نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ ان کا ہیڈکوارٹر ایشیا کے کسی ملک میں ہے اور یہ تنظیم ایشیائی غنڈوں پر مشتمل ہے۔اس لیے میرے خیال میں ہمیں ایشیا کو دائرہ تحقیق میں شامل کرنا چاہیے۔''——ابھی وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ باچان کا نمائندہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''صاحب صدر مسٹر ہولی گریپ نے آپ کے سامنے ابھی ابھی جو کچھ کہا ہے میں اس کی پرزور تردید کرتا ہوں۔ انہوں نے ایشیا پر الزام لگایا ہے لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ تنظیم ایشیا کی نہیں یورپ کی ہے۔ یورپ کے سفید فام ہی پوری دنیا پر قبضہ کرنے کے ذہنی مریض ہوتے ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ بیٹھ گیا۔

اس آپس کی لڑائی کی وجہ سے سارے ہال میں افراتفری مچ گئی۔

میٹنگ ایشیا اور یورپ دو گروہوں میں بٹ گئی۔ ہر شخص اپنے علاقے کو بری الذمہ قرار دے رہا تھا کہ صاحب صدر نے میز بجائی۔ جب لوگ ذرا خاموش ہوئے تو انہوں نے کہا کہ

''مجھے افسوس ہے کہ مسٹر ہولی گریپ نے ہمارے ایشیا کے معزز نمائندے پر بغیر کسی ثبوت کے الزام لگا کر تعمیری رجحان کی نشاندہی نہیں کی۔ ہم سب یہاں برابر ہیں۔ ہمیں بجائے آپس میں لڑنے کے ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے۔ اس بٹوارے سے ''ماکا زونگا'' کو براہ راست فائدہ ملے گا۔ اس لیے آپ حضرات اس علاقائی تعصب کی سطح سے بلند ہو کر کوئی ٹھوس پروگرام بنائیں۔ میں ایشیا کے معزز ملک پاکیشیا کے نمائندے مسٹر عمران سے درخواست کروں گا کہ وہ اس سلسلے میں ایوان کو کوئی معلومات بہم پہنچائیں۔''

سب کی نظریں عمران کی طرف اٹھیں لیکن عمران اس طرح سر جھکائے غور سے میز کو دیکھ رہا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار میز دیکھی ہو۔ صدر نے اپنی بات دوبارہ دہرائی مگر عمران کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ اب سب لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ نمودار ہونے لگی۔ جولیا کا چہرہ ندامت سے سرخ پڑتا گیا۔ لیکن عمران کی حالت میں کوئی فرق نہ آیا۔ آخر تنگ آ کر صفدر نے اس کے پہلو میں چٹکی بھری اور عمران یکدم ایسے اچھل پڑا جیسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو۔ اب تو ہال میں دبے دبے قہقہے بلند ہونے لگے۔

''کیا بات ہے۔ یہ سب لوگ ہنس کیوں رہے ہیں۔''۔۔۔۔ عمران

نے عجیب نظروں سے سب کو دیکھتے ہوئے صفدر سے پوچھا۔

''ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''۔۔۔۔ جولیا نے جھنجھلا کر کہا۔

''چچ چچ۔ برا ہوا۔''۔۔۔۔ یہ کہہ کر عمران نے اپنا سر میز پر جھکا لیا۔

''عمران صاحب میں نے آپ سے کچھ عرض کیا ہے۔''۔۔۔۔ آخر مسٹر کاپل کو دوبارہ بولنا پڑا۔

''عرض کرو۔''۔۔۔۔ عمران نے یکدم چونکتے ہوئے کہا۔

''میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اس تنظیم کے متعلق اپنے خیالات پیش کریں۔''

''معاف کیجئے میں کسی ہوٹل کا ویٹر نہیں کہ لوگوں کو چیزیں پیش کرتا پھروں۔''۔۔۔۔ عمران نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

اور مسٹر کاپل اور دوسرے مندوبین ایک دوسرے کی طرف اس طرح دیکھنے لگے جیسے یا تو ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے یا عمران کا۔

''مسٹر عمران۔ یہ ہمارے ملک کے وقار کا سوال ہے۔ آپ مذاق چھوڑ دیں۔ یہ انتہائی سنجیدہ میٹنگ ہے۔''۔۔۔۔ آخر کیپٹن شکیل نے اسے سمجھایا۔

''اچھا اگر تم کہتے ہو تو میں سنجیدہ ہو جاتا ہوں۔''۔۔۔۔ عمران نے آخرکار ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

''ہاں تو مسٹر عمران۔ ہم آپ کے جواب کے منتظر ہیں۔'' مسٹر کاپل نے کہا۔

’’بری بات ہے انتظار کرنا۔ انتظار صرف صنف نازک کا کیا جاتا ہے مسٹر کاپل۔‘‘

’’عمران۔ میں ایکسٹو سے تمہاری شکایت کروں گی۔‘‘ــــــ جولیا نے انتہائی غصے کے عالم میں کہا۔

’’ارے تو کیا میں اس سے دبتا ہوں۔‘‘ــــــ یہ کہہ کر عمران نے یکدم جیب سے پستول نکال لیا اور نالی کا رخ صاحب صدر مسٹر کاپل کی طرف کر دیا۔

’’ہینڈز اپ مسٹر کاپل خبردار اگر حرکت کی تو۔‘‘

سارا ہال یکدم ہکا بکا رہ گیا۔ سب سراسیمہ ہو کر اپنی اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جولیا اور صفدر بھی ایک لمحہ کے لیے گھبرا گئے لیکن اسی لمحے کیپٹن شکیل کے پستول کا رخ بھی مسٹر کاپل کی طرف ہو گیا۔

’’مسٹر عمران۔ کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ یہ میری توہین ہے۔ میں اسے کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا۔‘‘

’’آپ برداشت کریں یا نہ کریں۔ آپ غلط حرکت نہ کریں۔‘‘ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

’’کیپٹن شکیل تم مسٹر کاپل کی تلاشی لو اور دیکھئے جس صاحب نے بھی مداخلت کی میں بے دریغ گولی مار دوں گا۔‘‘ــــــ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

کیپٹن شکیل مسٹر کاپل کی پشت پر پہنچ گیا۔ اس نے مسٹر کاپل کی

جیب سے ایک چھوٹا سا سیاہ بکس اور ایک ریوالور نکال لیا۔ سیاہ بکس کو دیکھتے ہی مسٹر کاپل نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن کیپٹن شکیل کے ریوالور سے ایک شعلہ نکلا اور مسٹر کاپل کے عین دل پر رنگین سوراخ کرتا چلا گیا۔ مسٹر کاپل فرش پر گر پڑے۔

اب عمران نے تمام مندوبین کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی احترام سے کہا۔

’’آپ سب حضرات اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں۔ میں ابھی اس مسئلہ کی وضاحت کر دیتا ہوں لیکن ایک بار پھر میں آپ سب لوگوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ کوئی صاحب مداخلت کرنے کی کوشش نہ کریں۔‘‘

پھر عمران نے جولیا اور صفدر کو حکم دیا کہ وہ ریوالور لے کر مختلف کونوں میں چلے جائیں اور سب پر نظر رکھیں۔ جو بھی شخص مشتبہ حرکت کرے فوراً اسے گولی مار دیں۔ تمام مندوبین گم سم اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ ان سب کے چہرے زرد تھے۔ منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

’’حضرات آپ سب کی حیرت بجا ہے لیکن یہ مسٹر کاپل اصلی مسٹر کاپل نہیں ہیں۔‘‘

عمران کے اس انکشاف نے سب کو اور بھی زیادہ بوکھلا دیا۔ ہال میں ہلکی ہلکی سرگوشیاں شروع ہو گئیں۔

’’سنئے حضرات آپ کو ثبوت چاہیے۔ میں ابھی آپ کو دکھا دیتا ہوں۔‘‘ــــــ اس نے ایک سکیورٹی گارڈ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''ایمونیا کی بوتل لاؤ۔''

گارڈ چند لمحے بعد ایمونیا کی بوتل لے آیا۔

''کیپٹن شکیل ایمونیا کی بوتل سے مسٹر کاپل کا منہ دھو ڈالو۔''

کیپٹن شکیل نے ایمونیا سے مردہ مسٹر کاپل کا منہ دھونا شروع کر دیا۔ میک اپ اترنا شروع ہو گیا۔ اب مسٹر کاپل کی بجائے ایک اور شخص کا چہرہ سامنے آ گیا۔

''دیکھئے حضرات آپ سب نے ملاحظہ فرما لیا کہ یہ مسٹر کاپل نہیں ہیں۔''۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

''آپ کو ان پر کیسے شک ہوا۔''۔۔۔۔۔ انڈونیشی مندوب نے عمران سے سوال کیا۔

''صبر کریں میں سب کچھ آپ کو تفصیل سے بتا دیتا ہوں۔''

اس کے بعد عمران نے سفر کے دوران پیش آنے والا واقعہ ممبران کو تفصیل سے سنایا۔

''تو حضرات جب میں مسٹر کاپل کے پاس ملنے کے لیے گیا تو میں نے نوٹ کیا کہ مسٹر کاپل مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے چونکے۔ اس کے بعد میرے کاندھے پر لٹکے ہوئے کیمرے کو دیکھ کر ان کے چہرے پر تشویش کے آثار نمایاں ہوئے۔ اس سے میں کچھ کھٹک گیا۔ کیونکہ اگر وہ اصل مسٹر کاپل ہوتے تو انہیں میرے اس واقعہ کا کیسے علم ہو گیا۔ اس کے علاوہ آج میٹنگ کے دوران ان کا ہاتھ بار بار جیب میں جا رہا تھا۔ اور مسٹر کاپل کو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ بات کرتے

وقت ہمیشہ اپنے بائیں کان کی لو کو مروڑتے رہتے ہیں۔ یہ ان کی عادت بن چکی تھی۔ اس سے مسٹر کاپل نے ان کی نقل کرنے کی کوشش کی لیکن بدقسمتی سے اسے یہ یاد نہیں رہا کہ مسٹر کاپل بائیں کان کو مروڑتے تھے۔ یہ بھول کر دائیں کان کی لو بار بار مروڑ رہا تھا۔ چنانچہ میں کافی دیر سے اس کی حرکات چیک کر رہا تھا۔ آخر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اصلی مسٹر کاپل نہیں۔ یہ بھی ماکازونگا کا کارندہ ہے اور اس کا نتیجہ آپ سب حضرات کے سامنے ہے۔ آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ یہ ماکازونگا کا کوئی ایجنٹ ہے۔ اصلی مسٹر کاپل کہاں گئے اس کا پتہ چلانا ایکریمی حکومت کا کام ہے۔ بہرحال میں اب آپ سے استدعا کروں گا کہ آپ سب مل کر کسی اور کو صدر چن لیں تاکہ میٹنگ کی کارروائی چلتی رہے۔ ہمارے پاس وقت تھوڑا ہے اور ہم نے کام زیادہ کرنا ہے۔''۔۔۔۔۔ یہ کہہ کر عمران چلتا ہوا اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سکیورٹی گارڈ کے سپاہی اس مردہ ایجنٹ کی لاش اٹھا کر لے گئے۔

ہال میں بیٹھے ہوئے سب لوگوں کے چہروں پر عمران کے لیے تحسین کے آثار تھے اور جولیا اور صفدر بے چارے اپنے رویہ پر شرمندہ تھے۔ عمران بہرحال عمران تھا۔

سب ممبروں نے متفقہ طور پر بوسی مندوب ابلین براڈرے کو صدر چن لیا اور میٹنگ کی کارروائی دوبارہ شروع ہو گئی۔ ابلین براڈرے نے صدر بنتے ہی عمران کو مخاطب کیا۔

''عمران صاحب اب سب کی نظریں آپ پر لگی ہوئی ہیں۔ آپ

براہ مہربانی ہمیں اس کیمرے کے متعلق کچھ بتائیں کہ یہ کیا ہے اور کیوں اس کو اتنی اہمیت دی جا رہی ہے۔"

عمران نے کھڑے ہو کر کیمرہ کاندھے سے اتارا اور اس کے کور کو کھولا۔ اس میں ایک عجیب ساخت کی مشین نکل آئی جو بظاہر تو کیمرہ معلوم ہو رہا تھا لیکن اس کی ساخت انتہائی پیچیدہ تھی۔ عمران نے ممبران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"حضرات یہ مشین جو بظاہر کیمرہ نظر آ رہی ہے۔ ایک انتہائی خطرناک مشین ہے جسے مجرموں نے بار بار استعمال کیا ہے۔

جب میں نے اپنے ملک میں ماکا زونگا کا ہیڈکوارٹر تباہ کیا تو میں اس مشین کو ان کے ہیڈ کوارٹر سے اڑانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کو آپ ہائی پاور ٹرانسمیٹر سمجھ لیجئے۔ اسے صحیح طریقے سے آپریٹ کر کے آپ دنیا کے ہر ریڈیو پوسٹ پر گڑبڑ مچا سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو آپ کی آواز اس ٹرانسمیٹر سے پوری دنیا میں پھیل سکتی ہے۔ اس قسم کی مشین سے ماکا زونگا نے تمام دنیا کی نشریات جام کر دی تھیں۔ یہ سائنس کا ایک نادر شاہکار ہے۔ اس میں ایک انتہائی پیچیدہ نظام کام کر رہا تھا جو کام بڑی سے بڑی مشین انجام نہیں دے سکتی۔ اسے یہ ہلکی پھلکی مشین باآسانی انجام دے لیتی ہے اور پھر اسے جہاں چاہیں جب چاہیں آپریٹ کر سکتے ہیں اور اس کا پتہ چلانا انتہائی دشوار ہے۔ کیونکہ جب تک آپ تحقیق کریں گے یہ مشین اس جگہ سے سینکڑوں میل دور چلی گئی ہو گی۔ اب آپ کو اس کی اہمیت کا اندازہ ہو چکا ہو گا۔"

"کیا آپ اسے آپریٹ کر سکتے ہیں۔" ـــــ جرمنی کے مندوب نے سوال کیا۔

"جی ہاں۔ میں نے دس دن تک اس پر تحقیقات کی ہیں اور اب میں بخوبی اسے آپریٹ کر سکتا ہوں۔" ـــــ عمران نے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے کہ یہ چیز انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور اس کا ہمارے قبضہ میں آ جانا نیک فال ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اس قسم کے دیگر سیٹ ابھی تک ماکا زونگا کے قبضے میں ہوں۔ چنانچہ اس صورت میں یہ ہمارے لیے بے کار ثابت ہو گی۔" ـــــ جاپانی مندوب نے کھڑے ہو کر عمران سے کہا۔

"آپ کا کہنا بجا ہے لیکن اس کا ایک اور بھی فائدہ ہے کہ اس میں میری تحقیقات کے مطابق ایسا نظام موجود ہے کہ اگر اس قسم کے دیگر سیٹ سے اگر کوئی کال نشر کی جائے تو ہم اس کا محل وقوع بخوبی معلوم کر سکتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں اس جیسے اور سیٹ سے جب ایک کال نشر کی گئی تو میں اس وقت اس مشین پر کام کر رہا تھا۔ میں نے اس سے اس کے ہیڈکوارٹر کا پتہ چلا لیا۔" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"ہیڈکوارٹر کا پتہ۔" ـــــ سب یکدم چونک اٹھے۔

"جی ہاں میں نے ہیڈکوارٹر کا پتہ معلوم کر لیا ہے۔" ـــــ عمران نے کہا۔

سب ممبران ہکا بکا رہ گئے۔ وہ سب پراشتیاق نظروں سے عمران کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان سب کے چہروں پر انتہائی تحسین کے آثار

نظر آ رہے تھے۔ چند یورپین ممبروں کے چہروں پر خجالت کے اثرات بھی صاف معلوم ہو رہے تھے۔ کیونکہ وہ لوگ مشرق کو ہمیشہ سے نکما اور کند ذہن سمجھتے آ رہے تھے۔ لیکن اب وہ دیکھ رہے تھے کہ مشرق ان سے بازی لے جا رہا تھا۔

صفدر اور جولیا کی گردن فخر سے اکڑتی چلی جا رہی تھی اور جولیا تو عمران کو ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جس میں بے پناہ پیار ظاہر ہوتا تھا لیکن کیپٹن شکیل ویسے ہی سپاٹ کا سپاٹ بیٹھا ہوا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دنیا کی کوئی عجیب سی عجیب خبر یا انکشاف اس کے لیے نیا نہیں ہے۔ اس کے چہرے کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سب کچھ پہلے ہی سے جانتا ہو۔

''عمران صاحب ذرا جلدی بتایئے۔ ماکا زونگا کا ہیڈکوارٹر کہاں ہے کیونکہ اب ہم اپنے اشتیاق پر قابو نہیں پا سکتے۔''۔۔۔۔ ملائیشیا کے نمائندے نے کہا۔

''ماکا زونگا کا ہیڈکوارٹر براعظم افریقہ کے جنگلوں میں کسی جگہ واقع ہے۔''۔۔۔۔ عمران نے انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

''افریقہ میں۔''۔۔۔۔ تقریباً سبھی ممبروں کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔

''لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس بھیانک تنظیم کا ہیڈکوارٹر افریقہ میں ہے۔''۔۔۔۔ صدر نے پوچھا۔

''اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ مشین آپ کو مہیا کر سکتی ہے۔

دیکھئے میں آپ کے سامنے اسے آپریٹ کرتا ہوں۔ پھر آپ کو اس کا ثبوت مل جائے گا۔''۔۔۔۔ یہ کہہ کر عمران نے اس مشین کے ایک سوئچ کو دبایا۔ فوراً مشین میں مختلف چھوٹے چھوٹے رنگین بلب جل اٹھے۔ عمران نے ایک بٹن کس پش کیا تو ایک ہلکی ہلکی آواز اس میں سے نکلنے لگی۔ سب لوگ غور سے اس آواز کو سن رہے تھے۔ کوئی شخص دوسرے کو ہدایات دے رہا تھا کہ بومی قبیلے کو فوراً ختم کر دیا جائے کیونکہ وہ لوگ ہمارے ہیڈکوارٹر مشن میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔ آواز آنی بند ہو گئی اور عمران نے ایک سوئچ دبا کر مشین بند کر دی۔

''لیکن اس میں تو کہیں بھی افریقہ کا ذکر نہیں آیا۔''۔۔۔۔ ہولی گریپ نے فوراً اعتراض کیا۔

''معاف کیجئے گا مسٹر چولی گریپ۔۔''

''میرا نام چولی گریپ نہیں ہولی گریپ ہے۔''

ادھر صفدر اور کیپٹن شکیل چولی گریب کے لفظ پر پوری طرح مسکرا پڑے۔

''ایک بار پھر معاف کیجئے گا مسٹر مولی گریپ۔ یہ بتایئے آپ کو اس میٹنگ میں بھیجا کس نے ہے۔''۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

''کیا مطلب۔''۔۔۔۔ ہولی گریپ سٹپٹا گیا۔

''میں نے گریگ میں گفتگو نہیں کی جو آپ اس کا مطلب نہیں سمجھے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں امید تھی کہ سکاٹ لینڈ یارڈ اپنے کسی قابل دماغ کو بھیجے گا۔''۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"آپ میری توہین کر رہے ہیں۔" ------ ہولی گریپ پھٹ پڑا۔

"اوہو بری بات۔ آپ غصے میں آ رہے ہیں۔ بات یوں ہے کہ آپ نے اس گفتگو کے دوران جو اس ٹرانسمیٹر پر ہوئی ہے لفظ بومی قبیلہ سنا ہوگا۔ بومی قبیلہ دراصل افریقہ کے گھنے جنگلوں میں ایک قبیلہ ہے۔ یہ قبیلہ آدم خور ہے۔ امید ہے کہ آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے کہ ماکازونگا کا ہیڈکوارٹر افریقہ میں ہے۔" ------ یہ کہہ کر عمران بیٹھ گیا۔

ہال میں اس انکشاف پر تبصرے ہونے لگے اور عمران جولیا سے مخاطب ہو کر بولا۔

"اب تو خوش ہو۔" ------ اور جولیا مسکرانے لگی۔

آخر کار صدر نے سب ممبروں کو مخاطب کر کے کہا۔

"حضرات عمران صاحب کے اس انکشاف سے اب آپ لوگوں کو یہ تو یقین ہو گیا ہے کہ ہیڈکوارٹر یہاں نہیں ہے۔ چنانچہ اب میرا خیال ہے کہ ایک پارٹی ترتیب دی جائے جس میں سب ملکوں کے جاسوس ہوں اور وہ عمران صاحب کی قیادت میں افریقہ جا کر اس ہیڈکوارٹر کو تباہ کر دیں۔"

سب نے تائید میں ہاتھ اٹھائے۔ لیکن عمران نے افریقہ جانے سے یکسر انکار کر دیا۔

"حضرات میرا کام ختم ہو گیا ہے۔ چند مجبوریوں کی وجہ سے میں افریقہ نہیں جا سکتا۔ اب یہ کام آپ لوگوں کو خود کرنا ہوگا۔" عمران نے جواب دیا اور سب کے منہ لٹک گئے۔

صفدر اور جولیا حیران رہ گئے لیکن کیپٹن شکیل جانتا تھا کہ اس میں بھی عمران کی غرض پوشیدہ ہو گی۔ کافی اصرار کے باوجود عمران نہیں مانا۔ پھر باقی ملکوں کے چیدہ چیدہ جاسوسوں پر مشتمل ایک پارٹی ترتیب دی گئی اور میٹنگ ختم ہو گئی۔

جولیا آج بہت خوش تھی کیونکہ کافی عرصے کے بعد وہ آج ایک بار پھر ساحل سمندر پر تفریح کر رہی تھی۔ سیکرٹ سروس میں آنے کے بعد تفریح کے بہت کم مواقع پیش آتے تھے۔ کیونکہ کام ہی اتنا ہوتا تھا کہ تفریح کے لیے وقت ہی نہیں ملتا تھا۔

آج میٹنگ ختم ہو گئی تھی اور کل سب نے اپنے وطن واپس روانہ ہونا تھا۔ عمران کے منع کرنے کے باوجود جولیا صفدر کو لے کر ساحل سمندر کی طرف نکل آئی تھی۔ عمران نے اسے کہا تھا کہ وہ محتاط رہیں کیونکہ ماکا زونگا کے ایجنٹ یہاں ہر طرف پھیلے ہوئے ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ وہ ہم میں سے کسی کو نقصان پہنچائیں۔ لیکن جولیا نہ مانی۔ آخرکار عمران کو ہار ماننی پڑی اور جولیا صفدر کو لے کر چلی گئی۔ عمران کیپٹن شکیل کے ساتھ اپنے ایک دوست سے ملنے چلا گیا۔ جولیا ساحل سمندر پر ہر فکر سے آزاد خوب اچھل کود رہی تھی۔

کافی دیر بعد صفدر اور جولیا ٹہلتے ٹہلتے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ کافی دور تک نکل گئے۔ یہاں ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔ صفدر ایک ٹیلے پر بیٹھ گیا اور اردگرد کا نظارہ کرنے لگا اور جولیا ٹہلتے ٹہلتے اور آگے نکل گئی۔ صفدر اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔ جولیا چلتے چلتے ایک چٹان کے پیچھے نکل گئی اور اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی اور صفدر جولیا کے متعلق سوچنے لگا۔ جو اپنا ملک چھوڑ کر اب اس کے ملک کے ایک اہم عہدے پر فائز تھی۔ صفدر کو اس کی دلیری اور ذہانت پر اعتماد تھا۔ حالانکہ وہ سوئیس تھی لیکن اب اس کے ملک کی باشندہ تھی۔ اب صفدر کا وطن ہی اس کا وطن تھا اور اس کو اپنے نئے وطن سے اسی طرح محبت تھی جس طرح صفدر کو تھی۔ اس چیز میں نہ پہلے کسی قسم کا شک تھا اور نہ اب ہے۔ سب اس کی حب الوطنی کے دلدادہ تھے۔ ایکسٹو کے ساتھیوں میں وہ قابل اعتماد ساتھی شمار ہوتی تھی۔ ابھی اس کی سوچ خیالات کی وادیوں میں سرپٹ دوڑ رہی تھی کہ اچانک ایک چیخ نے اسے چونکا دیا۔ ایک لمحے کے لیے تو وہ کچھ نہ سمجھا لیکن پھر دوسری چیخ بلند ہوئی۔ اب صفدر سمجھ گیا کہ یہ چیخیں جولیا کی ہیں۔ وہ تیزی سے اس ٹیلے کی طرف بھاگا۔ فاصلہ کافی تھا لیکن صفدر نے انتہائی تیزی سے اسے عبور کر لیا۔ ٹیلے پر چڑھتے ہی اس نے دیکھا کہ عربی لباس پہنے ایک شخص نے جو شکل سے بھی بدو ہی نظر آ رہا تھا جولیا کو پیچھے سے پکڑ رکھا تھا اور وہ اسے اپنی ساحل کے پاس کھڑی ایک لانچ کی طرف گھسیٹ رہا تھا اور جولیا بھرپور جدوجہد کر رہی تھی لیکن وہ بدو انتہائی طاقتور تھا۔ صفدر کے

قریب پہنچتے پہنچتے وہ جولیا کو لانچ میں ڈالنے میں کامیاب ہو گیا۔ صفدر نے ریوالور نکال کر فائر کیا لیکن شاید گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ میں نشانہ خطا گیا اور لانچ تیزی سے سمندر میں دوڑ پڑی تھی۔ صفدر اندھا دھند گولیاں چلا رہا تھا لیکن جلد ہی لانچ پستول کی رینج سے باہر نکل گئی۔ اب صفدر پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھ رہا تھا لیکن آس پاس اور کوئی لانچ نہ تھی۔ کچھ دیر میں لانچ نظروں سے غائب ہو گئی اور صفدر ہاتھ ملتا رہ گیا۔ اسے اپنی بے بسی پر شدید غصہ آ رہا تھا لیکن اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ماکا زونگا کے ایجنٹ اتنی دلیری سے جولیا کو لے اڑیں گے۔ صفدر کو اب سوائے عمران کو رپورٹ دینے کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔

صفدر نے جیسے ہی عمران کو جولیا کے اغوا کی خبر سنائی عمران بوکھلا گیا۔ وہ کیپٹن شکیل کو لئے سیدھا ساحل سمندر پر پہنچا۔ وہاں ادھر ادھر کافی تحقیقات کی گئیں لیکن اس پراسرار بدو اور لانچ کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔

عمران نے مقامی سی آئی ڈی اور پولیس کو اطلاع دی اور تمام نیوبارک کی پولیس میں اس اغوا کی خبر سے تہلکہ مچ گیا کیونکہ مندوبین کی حفاظت ان کے وقار کا سوال تھا۔ تمام نیوبارک کی ناکہ بندی کر لی گئی۔ ریڈیو سے تمام لوگوں کو بھی مطلع کر دیا گیا۔ جولیا کا حلیہ بھی نشر کیا گیا کہ اگر کسی بھی شہری کو اس کا پتہ ہو تو فوراً پولیس کو اطلاع دے لیکن اتنی بھرپور تگ و دو کے باوجود بھی جولیا کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔

رات کو جب عمران صفدر اور کیپٹن شکیل مایوس اور دل گرفتہ واپس ہوٹل پہنچے تو کاؤنٹر کلرک نے انہیں ایک لفافہ دیا۔

”یہ آپ کے نام ہے۔“ ——— کاؤنٹر کلرک نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

عمران نے لفافہ لے کر حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ لفافہ دستی بھیجا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

”یہ کون دے گیا ہے۔“ ——— عمران نے سوال کیا۔

”دوپہر کو ایک نوجوان شخص دے گیا تھا کہ مسٹر عمران جب بھی آئیں انہیں پہنچا دیا جائے۔“

عمران نے کمرے میں جا کر لفافہ کھولا اور اس میں موجود رقعہ پڑھنے لگا۔

”مسخرے عمران۔ تمہاری ساتھی جولیا ہمارے ہیڈکوارٹر پہنچ گئی ہے۔ ہم نے اسے بطور یرغمال بنا لیا ہے تاکہ تم اور تمہارے ساتھی ہمارے خلاف کوئی کام نہ کریں ورنہ مس جولیا کو قتل کر کے اس کی لاش تمہارے پاکیشیا بھیج دی جائے گی۔ یہ کارروائی صرف حفظ ماتقدم کے طور پر کی گئی ہے ورنہ ماکا زونگا کا تم جیسے مچھر کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ ماکا زونگا عظیم قوت کا نام ہے۔“ ——— عمران نے خط پڑھ کر ایک طویل سانس لی اور پھر خط صفدر کی طرف بڑھا دیا۔

اور پھر شام کی فلائیٹ سے وہ تینوں واپس وطن جا رہے تھے۔

سر رحمان نے گھنٹی کا بٹن زور سے دبایا۔ باہر برآمدے میں گھنٹی کی آواز سنائی دی اور فوراً ایک باوردی چپڑاسی حاضر ہوا۔

''سپرنٹنڈنٹ فیاض کو سلام بولو۔'' ـــــ سر رحمان نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد سپرنٹنڈنٹ فیاض کیپ ٹھیک کرتا ہوا رحمان صاحب کے دفتر میں پہنچ گیا اور جا کر سلام کیا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' ـــــ سر رحمان نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور فیاض چپکے سے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''عمران آج کل کیا کر رہا ہے۔'' ـــــ سر رحمان نے پوچھا۔

''معلوم نہیں جناب۔'' ـــــ فیاض نے آہستہ سے کہا۔

''تمہیں اس کی رہائش گاہ کا پتہ ہے۔'' ـــــ سر رحمان نے غور سے فیاض کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی۔'' ـــــ فیاض کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا کہ وہ

اچھی طرح جانتا تھا کہ سر رحمان کو فیاض اور عمران کے تعلقات کا بخوبی علم ہے۔ پھر رحمان صاحب فیاض سے عمران کی رہائش گاہ کے متعلق پوچھ رہے تھے۔

سر رحمان فیاض کی حیرت کو بھانپ گئے۔ فوراً کہنے لگے۔

''میرا مطلب یہ ہے کہ آج کل عمران کی رہائش کہاں ہے۔''

''وہیں اپنے فلیٹ میں جناب۔''

''اچھا۔ تو دیکھو میں سپیشل وارنٹ جاری کر رہا ہوں۔ تم ہر حالت میں عمران کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ۔'' ـــــ سر رحمان نے کہا۔

''عمران کو۔'' ـــــ اور فیاض کو حیرت کا ایک اور شدید دھچکا لگا۔

''ہاں ہاں عمران کو اور کیا تمہارے باپ کو۔'' ـــــ سر رحمان کو غصہ آ گیا۔

اور فیاض حیرت سے ہونٹ کاٹتا رہ گیا کیونکہ سر رحمان نے آج پہلی بار ایک غیر حاضر بات منہ سے نکالی تھی۔ آج تک ان کے منہ سے فیاض نے اس قسم کا کوئی کلمہ نہیں سنا تھا۔

''یہ لو وارنٹ گرفتاری اور مجھے گرفتاری کے متعلق فوراً رپورٹ کرو۔ اس کی گرفتاری ہر حالت میں ضروری ہے۔'' ـــــ سر رحمان نے وارنٹ دیتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

اور فیاض وارنٹ لے کر حیران و پریشان کمرے سے باہر نکل آیا۔ چند لمحے تو وہ حیرانی کے عالم میں برآمدے میں کھڑا وارنٹ کو دیکھتا

رہا۔ پھر اس پر جوش غالب آ گیا۔ آج قسمت نے اسے ایک سنہری موقع دیا ہے۔ اس کی مدت سے یہ خواہش تھی کہ وہ عمران کو کسی طرح نیچا دکھلائے۔ یہ لمحہ اسے اس کاغذ کے پرزے نے بخش دیا تھا۔ وہ فوراً اپنے کمرے میں آیا۔ اس نے وارنٹ کو اچھی طرح پڑھا۔ وارنٹ پر سیکرٹری دفاع کے دستخط تھے۔ اب عمران کسی طرح بھی نہیں بچ سکتا تھا۔ اس نے عمران کو فلیٹ پر ٹیلی فون کیا۔ وہاں سے اسے سلیمان نے بتایا کہ صاحب باہر چلے گئے ہیں۔

اس نے سوچا کہ آج کل عمران ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں زیادہ دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس نے چند سپاہیوں کو ساتھ لیا اور ٹپ ٹاپ نائٹ کلب روانہ ہو گیا۔

ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کے وسیع وعریض ہال میں عمران کیپٹن شکیل اور صفدر کے ساتھ ایک میز پر بیٹھا قہقہے لگا رہا تھا۔ اس کی احمقانہ حرکتیں تمام ہال کو ہنسنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ اس وقت وہ ہال میں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ عمران کی حماقتوں سے کیپٹن شکیل اور صفدر کے چہرے ندامت سے سرخ پڑ جاتے تھے۔ اچانک فیاض چار سپاہیوں کو ساتھ لیے ہال میں داخل ہوا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے چاروں طرف دیکھا۔ اسے کونے میں عمران میز پر اپنے دو ساتھیوں سمیت بیٹھا نظر آیا۔ عمران کو دیکھ کر فیاض کی آنکھوں میں چمک آ گئی اور پھر وہ تیزی سے عمران کی طرف بڑھا۔

عمران نے جیسے ہی فیاض کو چار سپاہیوں سمیت ہال میں داخل

ہوتے دیکھا وہ کھٹک گیا کہ آج ضرور کوئی خاص بات ہے اور جب وہ عمران کی طرف بڑھنے لگا تو عمران بلند آواز میں جل تو جلال تو کا ورد کرنے لگا۔ سب لوگ بے تحاشہ ہنس رہے تھے لیکن فیاض کے چہرے پر خفگی کے آثار ابھر آئے۔ وہ عمران کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ عمران باقاعدہ تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا جیسے کلاس میں استاد کے آنے پر بچے تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

"کہو سوپر جی مزاج تو اچھے ہیں۔"

"عمران۔ تم نے آج تک میرا مذاق اڑایا ہے لیکن میں آج تم سے سب بدلے چکا لوں گا۔" ـــــ فیاض نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ آج تو بہت ناراض نظر آتے ہو۔" ـــــ عمران نے فیاض کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"عمران۔ میں تمہیں گرفتار کرنے آیا ہوں۔ یہ تمہارا وارنٹ ہے۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو یار۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے میرے دوست۔"

لیکن فیاض نے سنی ان سنی کرتے ہوئے ساتھ آئے ہوئے سپاہی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اسے گرفتار کر لو۔"

ایک سپاہی تیزی سے عمران کی طرف بڑھا۔ اب عمران کے چہرے پر سنجیدگی چھانے لگی۔ اس نے غور سے فیاض کی طرف دیکھا۔

"اچھا تو تم مجھے گرفتار کرنے آئے ہو۔ تمہیں کس نے میری گرفتاری کا آرڈر دیا ہے۔" ــــــ عمران نے سپاہی کو ہاتھ سے روکتے ہوئے کہا۔

"سر رحمان نے۔" ــــــ فیاض نے سنجیدگی سے کہا۔

"والد صاحب نے۔ آخر کیوں۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ میں تو تمہیں ہر حالت میں گرفتار کروں گا۔ تم نے آج تک مجھے بہت ستایا ہے آج میری باری ہے۔"

"یار سوپر کچھ پرانی دوستی کا ہی لحاظ کرو۔ مجھے معاف کر دو یار۔" عمران نے دفعتاً لجاجت آمیز لہجے میں کہا۔

ان کی اس بات چیت کی بھنک ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے کانوں میں بھی پڑ گئی تھی۔ وہ سب بھی حیران تھے۔

"دیکھو عمران میرا وقت نہ ضائع کرو۔ میں تمہیں کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑ سکتا۔" ــــــ فیاض نے اکڑتے ہوئے کہا۔

صفدر اور کیپٹن شکیل چپ چاپ بیٹھے صورت حال کا اندازہ کر رہے تھے۔

"تم اسے ہتھکڑی کیوں نہیں لگاتے۔" ــــــ فیاض نے سپاہی کی طرف دیکھتے ہے غصے سے کہا۔ اور سپاہی آگے بڑھا۔

"رک جاؤ۔ دیکھو فیاض میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں تم چلے جاؤ ورنہ بعد میں جو کچھ ہوگا اس کی ذمہ داری بھی تم پر ہوگی۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں ہر ذمہ داری اٹھانے کو تیار ہوں مگر میں تمہیں آج ضرور گرفتار کروں گا۔" ــــــ فیاض نے اکڑ کر کہا۔

"اچھا ایک منٹ رک جاؤ۔ مجھے چائے پینے دو اور میں نے ایک ضروری ٹیلی فون کرنا ہے۔ اتنی تو کم از کم تم رعایت کر سکتے ہو۔" عمران نے مسکین سی صورت بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا تمہاری خاطر میں چند منٹ اور رک سکتا ہوں لیکن دیکھو اگر تم نے میری ذات کے ساتھ کسی قسم کا دھوکہ کیا تو میں بہت بری طرح پیش آؤں گا۔" ــــــ فیاض نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اب وہ بڑے فاخرانہ انداز سے ہال پر نظریں دوڑا رہا تھا۔

عمران نے ویٹر کو چائے اور ٹیلی فون سیٹ لانے کا حکم دیا اور چند لمحوں بعد ویٹر نے ایک ٹیلی فون سیٹ لا کر اس کی میز پر رکھا اور تار قریب موجود پلگ میں لگا دی۔ عمران ٹیلی فون پر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو میں عمران بول رہا ہوں۔" ــــــ رابطہ ہوتے ہی عمران نے کہا اور پھر بولا۔

"جی ہاں۔ میجر زلفی سے ملا دیں۔"

"السلام علیکم۔ ہاں میجر صاحب سب ٹھیک ہے۔" ــــــ عمران نے کہا۔ پھر اس کی آواز دھیمی ہو گئی اور کیپٹن شمیم، کیپٹن سرور اور ملٹری پولیس کے چار آدمیوں کے نام پر فیاض چونکا۔ اسی وقت ویٹر چائے میز پر رکھ کر خاموشی سے واپس چلا گیا۔

"کچھ نہیں ایک اور کام ہے۔" ــــــ یہ کہہ کر عمران چائے پینے

میں مشغول ہو گیا۔ اب اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ اس نے فیاض کے ہاتھ سے وارنٹ لے کر دیکھا۔ اس پر سیکرٹری وزارت دفاع سرسلطان کے دستخط تھے۔ اس نے ایک زور کی ہوں کی اور پھر وہ وارنٹ فیاض کو تھما کر اطمینان سے بیٹھ گیا۔

چند منٹ بعد ہال میں کیپٹن اور چار ملٹری پولیس کے آدمی داخل ہوئے۔ تمام ہال انہیں دیکھ کر چونک گیا۔ لیکن وہ سیدھے عمران کے پاس آئے اور پھر عمران کے پاس آتے ہی ان سب کی ایڑیاں بج اٹھیں اور سلیوٹ کرنے کے بعد وہ اٹن شن پوزیشن میں کھڑے ہو گئے۔

''کیپٹن شمیم۔ ذرا فیاض صاحب کو بتاؤ کہ میں کون ہوں۔ یہ میری گرفتاری کا وارنٹ لے کر آئے ہیں۔''۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

کیپٹن شمیم نے آگے بڑھ کر فیاض کے ہاتھ سے وارنٹ لے لیا۔ اسے پڑھا اور پھر فیاض کو دیتے ہوئے کہا۔

''دیکھئے مسٹر فیاض۔ آپ تشریف لے جائیں۔ آپ صدر مملکت کے جاری کردہ وارنٹ پر بھی مسٹر عمران کو گرفتار نہیں کر سکتے۔ یہ تو خیر سرسلطان کا جاری کردہ ہے۔ بس اسی سے آپ ان کی پوزیشن کا اندازہ کر لیں اور اگر آپ نے اس سلسلے میں کوئی مداخلت کی تو میں آپ کو ابھی اور اسی وقت گرفتار کر لوں گا۔''

اور فیاض بے بسی سے ہونٹ کاٹتا ہوا اٹھا اور واپس مڑ گیا۔

''اور کوئی حکم جناب۔''۔۔۔۔۔ کیپٹن شمیم نے عمران کی طرف

دیکھتے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں بس جاؤ۔''۔۔۔۔۔ عمران نے شان بے نیازی سے کہا۔ اور کیپٹن شمیم اور اس کے ساتھی عمران کو سلیوٹ کرنے کے بعد واپس مڑ گئے۔

ہال میں بیٹھے ہوئے انتہائی حیران تھے اور وہ سرگوشیوں میں عمران کی پوزیشن کا اندازہ لگا رہے تھے۔ عمران نے بل ادا کیا اور صفدر اور کیپٹن شکیل سمیت ہال سے باہر نکل گیا۔

عمران صوفے پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ اسے اونگھنا ہی کہیں گے کیونکہ عمران ٹانگیں صوفے پر رکھے اکڑوں حالت میں بیٹھا تھا۔ دونوں ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے دیئے ہوئے تھے۔ آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر بارہ بج رہے تھے۔

اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور عمران صوفے سے اچھل کر فرش پر آ گرا۔ لیکن پھر فوراً کپڑے جھاڑتا ہوا ہاتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ زیر لب کچھ بڑبڑایا اور رسیور اٹھا کر بولا۔

''ہیلو میں سولا چند رولا چند شکرقند والا بول رہا ہوں۔''

''سوری رانگ نمبر۔''۔۔۔۔ دوسری جانب سے آواز آئی اور عمران نے رسیور کو آنکھ مارتے ہوئے اسے واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

حماقتیں عمران کی فطرت بن چکی تھیں۔ وہ ایسے وقت میں بھی حماقتوں سے باز نہ آتا جب کہ ان کا سرے سے کوئی جواز ہی پیدا نہیں

ہوتا تھا۔

اب بھی ٹیلی فون کی گھنٹی سن کر وہ جان بوجھ کر نیچے جا گرا اور پھر غلط پتہ بتا کر ٹیلی فون کرنے والے کو تنگ کیا۔ اس کی بلا سے چاہے کال کتنی اہم کیوں نہ ہوتی۔ عمران اپنی فطرت سے مجبور تھا۔

گھنٹی ایک بار پھر زور سے بجی۔ عمران نے رسیور اٹھایا۔

''ہیلو علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) سے بات کریں۔''

''بھائی جان میں ثریا بول رہی ہوں۔''۔۔۔۔ ادھر سے ثریا کی آواز ابھری۔

''خدا کرے سدا بولتی رہو۔ جگ جگ جیو۔''۔۔۔۔ عمران نے بڑی تیزی سے بوڑھیوں کی طرح آواز کو جھکا کر کہا۔

''پلیز بھائی جان تنگ نہ کریں۔ ضروری بات ہے۔''

''ثریا کیا تمہارا دماغ خراب ہے۔ فون پر کیسے تنگ ہو سکتی ہو۔ فون نہ ہوا شکنجہ ہو گیا۔''

''بھائی جان پلیز۔ میری بات تو سنو۔''

''بولو۔''

''بھائی جان دو تین روز سے ابو جان عجیب عجیب حرکت کر رہے ہیں۔ ہم سخت الجھن میں ہیں۔''

''حرکتیں کیا مطلب۔ کیا بندر کی طرح ناچتے ہیں۔''

''بھائی جان مجھے شک پڑتا ہے کہ ابو جان اصلی بالکل نہیں ہیں۔''

’’کیا مطلب۔ اب والد صاحب بھی بناسپتی ہونے لگے۔ ثریا تمہیں شرم آنی چاہیے کہ اپنے والد کے متعلق تم ایسا کہہ رہی ہو۔‘‘

’’سنیئے تو سہی۔ آپ کو معلوم ہے کہ ابوجان سوتے وقت ہمیشہ ایک گلاس دودھ بغیر میٹھا ڈالے پیتے ہیں لیکن دو تین دن سے ابوجان ایسا نہیں کر رہے حالانکہ ان کے علاوہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کل ماموں جان آئے تو ابوجان اسے پہچان نہ سکے۔‘‘ ——— ثریا نے کہا۔

’’پگلی یہ سب تیرا وہم ہے۔ ابوجان آج کل مصروف ہوں گے۔ اس لیے دماغ ذرا پریشان رہتا ہوگا اور پریشانی میں کبھی کبھی انسان کی عادتوں میں فرق آ جاتا ہے۔‘‘ ——— عمران نے یہ کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

لیکن عمران کے چہرے پر سلوٹیں نمودار ہونے لگیں۔ اس نے سوچا ثریا ٹھیک کہتی ہے۔ مجھے خود وہاں جا کر چیک کرنا چاہیے۔ کیونکہ ابوجان کے دشمن ہزاروں ہیں اور آج کل ماکا زونگا نے ملک میں تہلکہ برپا کیا ہوا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی چکر ماکا زونگا نے ہی چلایا ہو۔ یہ سوچ کر اس نے جلدی سے کپڑے پہنے اور اپنی کار کوٹھی کی طرف دوڑا دی۔ دروازے پر کھڑے پٹھان چوکیدار نے اسے دیکھا تو بولا۔

’’سلام چھوٹے صاحب آج ادھر کیسے راستہ بھول پڑے۔‘‘

’’بس ویسے ہی دل چاہا۔ سوچا ذرا اماں بی سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ تم سناؤ خوش ہو۔‘‘

’’جی آپ کی دعا سے ہم خیریت سے ہیں۔‘‘ ——— پٹھان

نے نسوار سے لپے ہوئے کالے دانت نکالے۔ اور عمران آنکھیں بند کرتا ہوا کار آگے نکال کر لے گیا۔ کار کھڑی کر کے جب وہ آگے بڑھا تو ثریا اسے گیلری میں ہی مل گئی۔

’’ہیلو بھائی جان۔‘‘

’’نہ سلام نہ دعا۔ ملتے ہی ہیلو۔ یہ کیا انگریزیت ہے۔ اماں جان کہاں ہیں۔‘‘

’’شکر ہے آج آپ کو اماں بی کا خیال تو آیا۔ اندر ہیں۔‘‘

اور عمران سیدھا اندر چلا گیا۔

اندر اماں بی جاء نماز پر بیٹھیں دعا مانگ رہی تھیں اور یہ تمام دعا عمران اور ثریا ہی کے بارے میں تھی۔ دعا مانگتے مانگتے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری تھیں۔ ماں کی محبت دیکھ کر عمران کا دل بھر آیا اور وہ وہیں ماں کے قدموں کے پاس بیٹھ گیا۔ ماں نے عمران کو دیکھتے ہی عمران کہہ کر اسے سینے سے لگالیا۔ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ صحراؤں میں بھٹکتے بھٹکتے کسی نخلستان میں پہنچ گیا ہو۔ جہاں ٹھنڈی چھاؤں ہے۔ محبت اور شفقت کا میٹھا چشمہ بہہ رہا ہے۔ عمران کی والدہ عمران کو سینے سے لگائے رو رہی تھی اور عمران چپ چاپ آنکھیں بند کر کے ان کے سینے سے لگا ہوا تھا جیسے چھوٹا سا بچہ ہو۔ جب ماں کے دل کا بخار اتر گیا تو اب انہیں عمران پر غصہ آ گیا۔ انہوں نے پاس پڑی ہوئی چپل اٹھائی اور پھر عمران کے سر پر چپلیں تڑاتڑ بجنی شروع ہوگئیں لیکن عمران ایسے ہی بیٹھا تھا جیسے چپلیں نہ ہوں

پھول برس رہے ہوں۔

''نامراد تو مجھے مار کر چھوڑے گا۔ مجھ پر کسی کو رحم نہیں آتا۔ نہ تجھے نہ تیرے باپ کو۔ تم دونوں ہی میری جان کے دشمن ہو۔ جب ان کے ہاتھ تھک گئے تو ایک بار پھر انہوں نے عمران کو سینے سے لپٹا لیا۔ آخر ثریا بول پڑی۔

''اماں جان اب چھوڑیئے بھی بھائی جان کو۔ ہمیں بھی کوئی بات کر لینے دیں۔''

اور اماں بی نے آنسو پونچھتے ہوئے عمران کو علیحدہ کر دیا اور عمران ابو جان سے ملنے کا بہانہ کر کے اٹھ گیا۔ ثریا نے بات کرنے کی کوشش کی لیکن وہ سیدھا والد صاحب کے کمرے میں گھس گیا۔ سر رحمان ایک آرام کرسی پر آنکھیں بند کئے لیٹے ہوئے تھے۔ عمران کے اندر آنے سے وہ چونک پڑے۔ عمران سیدھا جا کر ان کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے والد چند لمحے کے لیے اس کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے پوچھا۔

''کیسے آئے۔''

''بس آپ کو سلام کرنے حاضر ہوا تھا۔''

''ہوں۔''

''آپ نے میری گرفتاری کے وارنٹ کیوں جاری کئے تھے۔ اس کی آخر وجہ کیا تھی۔''

''اوپر سے احکامات آئے تھے لیکن فیاض نے تمہیں گرفتار کیوں

نہیں کیا۔''۔۔۔۔۔ سر رحمان نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''ابا جان آپ کو معلوم ہے کہ میں فیاض کے بس کا نہیں۔ پھر آپ نے خواہ مخواہ فیاض کو بھیج کر اس کی بے عزتی کرائی۔''۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

''تم نے فیاض کی بے عزتی کی۔ یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ تم نے فیاض کی نہیں بلکہ براہ راست میری بے عزتی کی ہے۔''۔۔۔۔ سر رحمان کو غصہ آ گیا۔

''اور آپ نے بھی تو میرے وارنٹ جاری کر کے میری بے عزتی کی۔''۔۔۔۔۔ عمران نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''شٹ اپ نکل جاؤ۔ میں دیکھ لوں گا تمہیں۔''۔۔۔۔۔ سر رحمان نے گرجتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کے سامنے موجود ہوں۔ آپ ابھی دیکھ لیں۔''

''میں کہتا ہوں نکل جاؤ۔ تم ناخلف اولاد ہو۔ اچھا ہوتا اگر تم پیدا ہی نہ ہوتے۔''

''اگر میں پیدا نہ ہوتا تو آپ وارنٹ کس کے جاری کرتے۔''

اور سر رحمان کو اتنا شدید غصہ آ گیا کہ وہ کچھ بول نہ سکے۔

''ابا جان سر ذوالفقار آپ کا پوچھ رہے تھے۔''۔۔۔۔۔ اچانک عمران نے نرم لہجے میں کہا۔

''اچھا۔ اچھا۔ تمہیں کہاں ملے تھے۔''

''بار میں بیٹھے میرے ساتھ شراب پی رہے تھے۔''

اور یہ کہتے ہی عمران کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ثریا باہر دروازے سے لگی ان کی باتیں سن رہی تھی۔

''ثریا کی بچی۔ یہ تمہیں کیا بری عادت ہے۔ چھپ چھپ کر باتیں سننا اخلاقی جرم ہے۔''

''آپ نے اباجان کے متعلق کیا سوچا۔''ــــــ ثریا اس کی بات کاٹ کر بولی۔

''اباجان۔ اباجان ہی ہیں۔سوچنا کیا۔''

اور یہ کہتے ہوئے عمران گیراج کی طرف تیزی سے چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار کوٹھی سے باہر نکل گئی۔

عمران کی کار تیزی سے سرسلطان کی کوٹھی کی طرف بھاگ رہی تھی۔ صبح اسے پتہ چلا کہ سرسلطان کسی اہم مشن پر ملک سے باہر گئے تھے۔ آج واپسی تھی۔ اب وہ یقیناً واپس آ چکے ہوں گے۔عمران نے ان سے اپنے وارنٹ کے متعلق پوچھنا تھا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار سرسلطان کے کار پورچ میں کھڑی تھی۔ اپنے آنے کی اطلاع کرا کر وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا۔تھوڑی دیر بعد سرسلطان اندر آ گئے۔

''کہو عمران کیسے آئے۔''

''آپ سے لڑنے۔''

''مجھ سے لڑنے،تمہارا دماغ ٹھکانے پر ہے۔''

''جی ہاں۔ کھوپڑی میں ہے۔ آج ہی میں نے آئینے میں دیکھا ہے۔''

''عمران کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کرو۔''

''پہلے تو یہ بتائیے کہ میں نے آپ کا کیا قصور کیا تھا کہ آپ نے میرا اسپیشل وارنٹ نکلوا دیا۔''

''میں نے کوئی وارنٹ جاری نہیں کیا۔''ــــــ سرسلطان حیران ہوتے ہوئے بولے۔

''کمال ہے وارنٹ پر آپ کے دستخط تھے۔ والد صاحب نے فیاض کو دے کر مجھے ہر حالت میں گرفتار کرانا چاہا۔''

''حیرت ہے مجھے تو علم ہی نہیں۔ میں تو کل شام سے ہی باہر گیا ہوا تھا۔ ابھی آیا ہوں۔''

''ہوں۔ اچھا چلیں اب آپ والد صاحب کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیں۔''

''سررحمان کے وارنٹ گرفتاری مگر کیوں۔''

''میں جو کہہ رہا ہوں۔''

''تمہارا دماغ خراب ہے۔آخر کوئی وجہ تو ہو۔''

''کیا میرا کہنا کوئی وجہ نہیں۔''

''مجھے بتلاؤ تو سہی کیا بات ہے عمران بیٹا۔ آخر وہ تمہارے والد ہیں۔''

''میں سب کچھ آپ کو بعد میں بتلا دوں گا۔ اب آپ فوراً ان کی گرفتاری کے وارنٹ ایشو کریں۔''

''اگر تم کچھ نہیں بتاتے تو میں وارنٹ ایشو نہیں کرتا۔''سرسلطان

نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

"دیکھئے آپ کو اچھی طرح علم ہے کہ میں یہ آرڈرز اوپر سے بھی ایشو کرا سکتا ہوں۔ لیکن میں آپ کو ہر معاملے میں عزت دیتا ہوں۔ اس لیے آپ مہربانی کر کے میری بات مانیں اور وارنٹ ایشو کر دیں۔"

"اچھا جیسے تمہاری مرضی لیکن اس کی تمام تر ذمہ داری تمہیں اٹھانی پڑے گی۔" ـــــ سر سلطان نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں ہر قسم کی ذمہ داری اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ آپ یہ وارنٹ جاری کر کے میرے فلیٹ پر پہنچا دیں۔ ٹا ٹا۔"

اور عمران بغیر ہاتھ ملائے تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا اور سر سلطان ششدر بیٹھے کے بیٹھے رہے۔

آج ماکا زونگا کے سلسلے میں ایک اہم میٹنگ تھی۔ جس میں سر سلطان، سر رحمان پولیس کے اعلیٰ آفیسران کے ساتھ ایکسٹو بھی منہ پر نقاب ڈالے موجود تھا۔ میٹنگ ہال کی نگرانی اور حفاظت کے خاص انتظامات کئے گئے تھے۔ چاروں طرف ملٹری پولیس کا پہرہ تھا اور ہال میں بھی چاروں طرف ملٹری پولیس کے جوان ریوالور ہاتھوں میں لئے چوکنے کھڑے تھے۔ سر سلطان نے ماکا زونگا کی کارروائیوں پر مشتمل رپورٹ پڑھی۔ اب ایکسٹو سے کہا گیا کہ وہ نیویارک میں بین الاقوامی میٹنگ کی کارروائی سنائے۔

ایکسٹو نے غرائی ہوئی آواز میں کہا کہ میں کارروائی پیش کرنے سے پہلے ایک اور بات کا تصفیہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر ایکسٹو نے اشارہ کیا اور ملٹری پولیس کے سپاہیوں نے سر رحمان کو ریوالوروں کے گھیرے میں لے لیا۔ سر رحمان گھبرا گئے۔ سر سلطان اور دیگر اعلیٰ افسران

انتہائی حیران ہو گئے۔ سر سلطان نے ایکسٹو سے کہا۔

"یہ کیا حرکت ہے۔ آپ نے سر رحمان کی توہین کی ہے۔ آپ جواب دہ ہوں گے۔"

ایکسٹو نے اسی لہجہ میں جواب دیا۔

"میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔ یہ سر رحمان نہیں بلکہ ماکا زونگا کا خاص ایجنٹ ہے۔"

"ماکا زونگا کا ایجنٹ۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"۔۔۔۔ تمام ممبران کے منہ سے اکٹھے نکلا۔

"مسٹر ایکسٹو۔ تم مجھ پر غلط الزام لگا رہے ہو۔ مجھے پچیس سال ہو گئے اپنے محکمے کی خدمت کرتے ہوئے اور میری وفاداری پر آج تک کوئی حرف نہیں آیا اور آج آپ نے سنگین الزام مجھ پر لگایا ہے۔ میں اس توہین کا بدلہ عدالت میں لوں گا۔"۔۔۔۔ سر رحمان بوکھلائے بول رہے تھے۔

ایکسٹو نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے ایک سپاہی کو مخصوص اشارہ کیا اور وہ ایمونیا کی بوتل لے آیا۔ سر رحمان کا زبردستی منہ دھلوایا گیا تو پلاسٹک میک اپ کی تہہ کے نیچے ایک اجنبی چہرہ برآمد ہو گیا۔ اب تو سر سلطان بھی چونک پڑے۔ پھر فوراً بولے۔

"اصلی سر رحمان کہاں ہیں۔"

"میں نے ان کی برآمدگی کے لیے اپنے ایجنٹ بھیجے ہیں۔ امید ہے ابھی کہیں نہ کہیں سے اطلاع آ جائے گی۔"۔۔۔۔ ایکسٹو نے کہا

اور پھر اس کے اشارے سے سپاہی نقلی سر رحمان کو پوچھ گچھ کے لیے باہر لے گئے۔

"آپ کو ان کے نقلی ہونے کا پتہ کیسے چلا۔"۔۔۔۔ آئی جی پولیس نے سوال کیا۔

"میرے خاص ایجنٹ علی عمران نے جو سر رحمان کے صاحبزادے بھی ہیں۔ مجھے اطلاع بھیجی۔ جس پر مزید تحقیقات کرنے سے ان کا نقلی ہونا پایہ ثبوت تک پہنچ گیا ہے اور نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔" ایکسٹو نے جواب دیا۔

اتنے میں ملٹری پولیس کا ایک جوان ایکسٹو کے قریب آیا اور اس نے ایک پرچہ اس کے حوالے کر دیا۔ ایکسٹو نے پرچہ کھول کر پڑھا اور اسے پڑھ کر کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

"حضرات۔ اصلی سر رحمان کا پتہ چل گیا ہے۔ وہ قدرے زخمی ہیں۔ اس لیے انہیں ملٹری ہسپتال کے سپیشل وارڈ میں پہنچا دیا گیا ہے۔ اب میں آپ کو بین الاقوامی میٹنگ کی کارروائی سے آگاہ کرتا ہوں۔" ایکسٹو نے کہا اور پھر نیویارک میں ہونے والی کارروائی تفصیل سے بتا دی۔

سب ممبران نے ماکا زونگا کے ہیڈ کوارٹر کا پتہ چل جانے پر خوشی کا اظہار کیا۔ ایکسٹو نے انہیں بتایا کہ وہ علی عمران کی سرکردگی میں ماکا زونگا کی سرکوبی کے لیے اپنے ایجنٹوں کی ایک ٹیم روانہ کر رہے ہیں۔ اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا اور میٹنگ برخاست ہو گئی۔

سب نے جیپوں سے اتر کر سامنے حد نگاہ تک پھیلے ہوئے بھیانک جنگل کو دیکھا اور ان سب کو پھریری سی آ گئی۔ خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ آئندہ ہونے والے واقعات کا تصور کر کے یہاں سے ان کی زندگی کا ایک بھیانک باب شروع ہونا تھا۔ نہ جانے اس پراسرار اور خوفناک جنگل میں کس طرح کے واقعات پیش آئیں اور آیا وہ صحیح سلامت واپس اس جنگل سے نکل بھی سکیں گے یا نہیں۔ ایک عمران تھا جو ہر طرح کے خطرے سے بے نیاز سامان اتروا رہا تھا اور جوزف اس کی تو حالت ہی عجیب تھی۔ اس کے چہرے پر خوشیاں پھوٹی پڑ رہی تھیں جیسے مدتوں بعد کوئی شخص اپنے وطن واپس آیا ہو۔ صحیح معنوں میں جوزف شہر کی زندگی سے اکتا گیا تھا۔ اس کا کبھی کبھی دل چاہتا تھا کہ وہ واپس جنگل کی آزاد فضاؤں میں چلا جائے۔ جہاں نئی تہذیب کی بے غیرتی اور تکلف و تصنع سے پاک ایک آزاد ماحول ہوتا ہے لیکن وہ ایسا عمران

کی وجہ سے نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ عمران سے اس کا لگاؤ اس کی ہر خواہش پر غالب آ جاتا تھا۔

عمران سے اسے ایک طرح کا عشق تھا اور یہ تھی بھی ایک حقیقت۔ عمران اس کی زندگی کا جزو بن چکا تھا۔ گریٹ باس عمران کی منفرد خصوصیات نے جوزف کو اس کا گرویدہ کر دیا تھا۔

اب قسمت نے اسے چند دن کے لیے دوبارہ موقع دیا تھا کہ وہ جنگل میں سانس لے سکے۔ اس لیے اس کے چہرے پر خوشیاں پھوٹی پڑ رہی تھیں۔

بلیک زیرو ان سے تقریباً چار میل آگے گھنے جنگل میں موجود تھا۔ وہ کمپاس کے ذریعے سمت کا اندازہ کر رہا تھا تاکہ ٹیم کی مناسب رہنمائی کر سکے۔ بلیک زیرو کا کام دراصل سب سے کٹھن تھا کیونکہ اسے جنگل میں اکیلے ہی سب آفتوں کا مقابلہ کرنا تھا۔ لیکن عمران نے اس کی اس طرح ٹریننگ کی تھی کہ وہ اب عمران کی طرح تقریباً ناقابل تسخیر بن چکا تھا۔ اس میں اس کی اعلیٰ صلاحیتوں اور حاضر دماغی کا بھی بہت دخل تھا۔

ساری ٹیم شکاریوں کے بھیس میں تھی۔ ٹیم میں عمران، کیپٹن شکیل، صفدر، تنویر، چوہان اور جوزف شامل تھے۔ جولیا اغوا ہوجانے کی وجہ سے اس بار ٹیم میں شامل نہ تھی۔ جس کا سب کو افسوس تھا۔ جب بھی انہیں جولیا یاد آتی وہ سب افسردہ ہوجاتے۔ سب کو موہوم سی امید تھی کہ جولیا واپسی میں ان کے ساتھ ہوگی۔ بہرحال جولیا کی کمی انہیں بری

طرح کھل رہی تھی۔

ان سب نے اپنے اپنے حصے کا سامان اٹھایا ہوا تھا۔ فالتو سامان جوزف کے کاندھوں پر تھا جیسے وہ آسانی سے اٹھائے ہوئے تھا۔ ان سب کے پاس جدید قسم کی مشین گنیں اور جدید قسم کے ریوالور تھے جن میں سے گولی کی بجائے چھوٹے چھوٹے راکٹ نکلتے تھے اور ایک راکٹ ایک چھوٹی توپ کے گولے جتنی تباہی مچاتا تھا۔ دور مار رائفلیں ان کے کاندھوں پر لٹکی ہوئی تھیں۔ ہینڈ گرنیڈ بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ جوزف کے پاس کافی مقدار میں ڈائنامیٹ بھی موجود تھا۔ چنانچہ وہ جدید اسلحہ سے پوری طرح لیس تھے۔

وہ سب عمران کی سرکردگی میں گھنے جنگل میں ایک چھوٹی سی پگڈنڈی پر چلے جا رہے تھے۔ تنویر بے چارہ انتہائی افسردہ تھا اور عمران اسے بار بار چھیڑ رہا تھا۔

''تنویر۔ نجانے جولیا کس حال میں ہو گی۔ نجانے بے چاری زندہ بھی ہے یا نہیں۔'' ـــــ اور یہ کہتے کہتے عمران کے چہرے پر غم کی لہریں چھا گئیں۔

تنویر اب تک تو خاموشی سے سنتا چلا آ رہا تھا لیکن آخر کب تک اس بات پر پھٹ پڑا۔

''مریں اس کے دشمن وہ کیوں مرے۔ مجھے پتہ ہے تم نے جان بوجھ کر اسے صفدر کے ساتھ بھیجا تھا۔ تم اس سے پیچھا چھڑانا چاہتے تھے اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے لیکن یاد رکھنا اگر ہیڈ کوارٹر میں

جولیا نہ ملی تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔'' ـــــ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''ہائے۔ ہائے۔ پوری دادی اماں کی طرح بول رہے ہو۔ جولیا کے عشق نے تمہیں بھی عورت بنا دیا ہے یعنی من تو شدم تو من شدی والا چکر ہے۔'' ـــــ صفدر اور چوہان عمران کی بات پر ہنس پڑے لیکن تنویر کا چہرہ بگڑتے دیکھ کر وہ چپ ہو گئے۔

تنویر کو از حد غصہ آ گیا۔ اس نے سامان پھینک دیا اور خود عمران پر جھپٹ پڑا۔ لیکن اس سے پیشتر کہ وہ عمران تک پہنچتا جوزف نے جھپٹ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔

''مسٹر۔ ماسٹر پر جھپٹنے سے پہلے مجھ سے دو ہاتھ کر لو۔ آؤ جلدی کرو۔''

اور تنویر نے غصے سے ایک مکا جوزف کو جڑ دیا۔ اب تو جوزف کو بھی غصہ آ گیا اور جھٹ سامان پھینک کر ایک زوردار لفٹ ہک تنویر کے منہ پر مارا اور تنویر دو فٹ اچھل کر زمین پر جا گرا۔ اس کا چہرہ ضرب کی شدت سے سرخ پڑ گیا تھا۔

عمران ہائے ہائے کرتا رہ گیا لیکن تنویر کو مکا پڑ چکا تھا۔ اب عمران نے جوزف کو منع کیا اور تنویر کو بڑی مشکل سے صفدر اور کیپٹن شکیل نے سنبھالا اور وہ ایک بار پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

دوپہر کو جنگل کے ایک صاف قطعے میں انہوں نے کیمپ لگایا تاکہ کچھ تازہ دم ہو کر وہ آگے جائیں۔ صفدر بندوق لے کر شکار کو نکل گیا۔

جوزف اور تنویر ابھی تک ایک دوسرے کو ٹیڑھی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد صفدر ایک ہرن مار کر لے آیا اور وہ لوگ کھانا پکانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ کیپٹن شکیل بندوق ہاتھ میں لئے ٹہلتا ہوا جنگل میں کافی دور نکل گیا۔

یہ پراسرار جنگل اپنے اندر کافی رنگینیاں لئے ہوئے تھا۔ اونچے اونچے درخت اور پھر مختلف پرندوں اور جانوروں کا مسلسل شور ان کے کانوں کو بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ کافی دور ٹہلنے کے بعد کیپٹن شکیل واپس کیمپ کی طرف مڑ گیا۔ ابھی وہ کیمپ سے دو سو گز دور تھا کہ اسے اپنی پشت پر زوردار دھماکوں اور درخت ٹوٹنے کی آوازیں آئیں اور زمین ہلنے لگی۔ وہ فوراً پیچھے پلٹا تو اسے محسوس ہوا کہ بھاری بھرکم جانوروں کا کوئی گروہ بھاگا چلا آ رہا ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ دیوپیکر ہاتھیوں کا غول ہو گا۔ خیمے میں بیٹھے ہوئے باقی ساتھی بھی ہڑ بڑا کر باہر نکل آئے تھے۔ کیپٹن شکیل نے انہیں فوراً خیموں سے ضروری سامان نکال کر دور دور درختوں پر چڑھ جانے کا حکم دیا۔ لیکن گھبراہٹ میں وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکے۔ جب بات ان کی سمجھ میں آئی تو اتنی دیر میں ہاتھیوں کا ایک گروہ تیزی سے ان کی طرف بھاگتا ہوا نظر آیا۔ ان دیوؤں کے سامنے جو چیز بھی آتی خس و خاشاک کی طرح بکھرتی چلی گئی۔ اب بھاگنے کا وقت نہ تھا لیکن کیپٹن شکیل اپنے ساتھیوں سے دو سو گز دور تھا۔ اس لیے پہلے زد میں وہی آتا لیکن وہ سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی رائفل اٹھائی اور سب سے آگے والے ہاتھی کے ماتھے پر گولی

چلا دی اور وہ ہاتھی بھاگتے بھاگتے لڑکھڑا کر گرا لیکن وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اب ہاتھوں کی رفتار آہستہ ہو گئی۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ سامنے ان کے دشمن ہیں اور وہ فطری چالاکی سے ایک دائرہ بنا کر بھاگنے لگے۔ ان سب کے آگے وہی ہاتھی تھا جس کے ماتھے پر گولی لگی تھی۔ اس کے بھاگنے کی طرز سے پتہ چلتا تھا کہ گولی کارگر ثابت نہیں ہوئی۔

عمران نے کیپٹن شکیل کو زبردست خطرے میں دیکھا تو اس نے اسے فوراً پیچھے بھاگ آنے کو کہا۔ اس کے دوسرے ساتھی اتنی دیر میں نزدیک کے درختوں پر چڑھ چکے تھے لیکن کیپٹن شکیل نے ایک قدم بھی پیچھے نہیں اٹھایا۔ وہ تن کر کھڑا ہو گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر ہاتھیوں کے سردار کو کسی طرح ختم کر دیا جائے تو یہ گروہ واپس بھاگ جائے گا۔ چنانچہ اس نے رائفل اٹھا کر ایک اور فائر کیا لیکن رائفل پھس ہو کر رہ گئی۔ شائد اس میں کوئی خرابی ہو گئی تھی۔ اتنے میں ہاتھی بالکل نزدیک آ گئے تھے۔ اب موت کیپٹن شکیل کے بالکل سامنے تھی۔ وہ ایک لمحے کے لیے جھجکا اور پھر اس نے رائفل کو نال سے پکڑ کر سامنے کر لیا۔ اب وہ ہاتھیوں سے دست بدست جنگ کرنے کے لیے تیار تھا۔

عمران اندھا دھند بھاگتا ہوا کیپٹن شکیل کے پاس آ رہا تھا لیکن عمران کے پاس پہنچنے سے پہلے ہاتھیوں کے سردار نے کیپٹن شکیل پر حملہ کر دیا۔

عمران نے سردار کے پیچھے آنے والے ہاتھیوں پر ہینڈ گرنیڈ پھینک دیا۔ زبردست دھماکہ ہوا اور ہاتھیوں نے بوکھلا کر اپنا رخ پھیر لیا۔ لیکن

سردار ہاتھی اس دھماکہ سے نہ گھبرایا۔ شاید وہ جوش انتقام میں پاگل ہو رہا تھا۔ اس نے جیسے ہی کیپٹن شکیل پر حملہ کیا۔ کیپٹن شکیل نے رائفل کا بٹ گھما کر پوری قوت سے اس کی سونڈ پر مار دیا اور خود اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ ہاتھی اپنے زور میں آگے چلا گیا۔ رائفل کا بٹ ایک دھماکے سے اس کی سونڈ پر لگا اور ٹوٹ گیا لیکن ہاتھی کی سونڈ بھی بری طرح زخمی ہو گئی۔

اب کیپٹن شکیل بالکل تنہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں صرف رائفل کی نالی تھی اور ہاتھی زخمی ہو کر اور بھی غضب ناک ہو گیا تھا۔ اب وہ پھر پلٹ کر حملہ کر رہا تھا۔ عمران نے اسے پلٹتا دیکھ کر اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی لیکن وہ لڑکھڑاتے لڑکھڑاتے بھی کیپٹن شکیل کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اگر اب بھی کیپٹن شکیل اس کی زد میں آ جاتا تو کیپٹن شکیل کا ہاتھی کے پاؤں تلے پس جانا یقینی تھا۔ لیکن کیپٹن شکیل نے اچھل کر رائفل کی نال اس کی آنکھ میں گھسیڑ دی اور ہاتھی چیختا ہوا ایک طرف بھاگا۔ لیکن وہ چند گز کے فاصلے پر لڑکھڑا کر گرا۔ دو تین بار تڑپا اور پھر ٹھنڈا ہو گیا۔ کیپٹن شکیل کی بہادری دیکھ کر عمران کے چہرے پر بھی تحسین کے تاثرات چھا گئے۔

کیپٹن شکیل کی بے مثل جرأت اور بہادری سے ساری ٹیم کی جانیں بچ گئی تھیں۔ جوزف بھی کیپٹن شکیل کی بہادری کا پوری طرح مداح ہو گیا تھا۔

عمران کے بعد یہ دوسرا آدمی تھا جس سے جوزف متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ ساری ٹیم اپنا اپنا سامان اٹھائے ایک بار پھر اپنے سفر پر روانہ ہو چکی تھی۔ عمران رات کو ہی بلیک زیرو سے آئندہ راستے کی تمام معلومات لے چکا تھا۔ چنانچہ اب وہ آسانی سے اس راستہ پر جا رہے تھے۔ دو دن تک سفر کے دوران انہیں کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا لیکن دو دن کے سفر کے بعد انہیں عمران سے معلوم ہوا کہ وہ راستہ بھول چکے ہیں۔ کیونکہ رات ہی بلیک زیرو نے عمران کو بتایا تھا کہ غلطی سے اب وہ اپنی منزل سے کافی دور ہو چکے ہیں۔ بلیک زیرو کی یہ غلطی ایک بھیانک غلطی تھی۔ کیونکہ اس پراسرار جنگل میں راستہ بھول

جانے کا مطلب سوائے تباہی کے اور کچھ نہ تھا لیکن بلیک زیرو بھی آخر انسان تھا۔ اب غلطی ہو چکی تھی۔ عمران نے بلیک زیرو کو دوبارہ سمت ماپنے کو کہا اور اس کی ترمیم شدہ سمت بتانے پر وہ پوری ٹیم کو لے کر اس طرف چل پڑا۔ عمران سب سے پیچھے صفدر سے باتیں کرتا ہوا آ رہا تھا۔ اچانک اسے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور وہ پیشاب کرنے کے بہانے ایک طرف جھاڑی میں چلا گیا۔

بلیک زیرو نے اسے بتایا کہ وہ بومی قبیلے کی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں۔ عمران بومی کا لفظ سنتے ہی تشویش میں پڑ گیا۔ کیونکہ افریقہ کے جنگلوں میں بومی سب سے زیادہ وحشی اور آدم خور قبیلہ تھا۔

آج تک اس قبیلے سے بہت کم افراد اپنی جانیں بچا سکے تھے۔ عمران نے بلیک زیرو سے کہا کہ وہ کنی کاٹ کر ان کے قافلے کے پیچھے چلا جائے تاکہ اگر ان کو کچھ ہو جائے تو بلیک زیرو بر وقت ان کی مدد کر سکے اور خود اس نے ٹیم کو سارے واقعات بتا کر ہوشیار رہنے کو کہا کیونکہ اس قبیلے سے نپٹنا بڑا ہی مشکل تھا۔ بہرحال تن بہ تقدیر اب وہ آگے بڑھے جا رہے تھے۔ عمران نے انہیں سختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر ہرگز فائر نہ کریں۔ کیونکہ اس سے حالات اور بگڑ سکتے تھے اور عمران نے کچھ سوچ کر اپنے کپڑے اتارے اور ایک نیکر پہنی اور جسم پر مختلف رنگ مل لیئے۔ سر پر ایک جھاڑی باندھی۔ اب وہ بھی کسی وحشی قبیلے کا ایک جادوگر نظر آ رہا تھا۔ سب لوگ اس کی اس ہیبت کو دیکھ کر ہنس رہے تھے اور عمران طرح طرح کے منہ بنا کر ان کو

اور بھی ہنسا رہا تھا۔

اچانک دور سے ڈھول پیٹنے کی آواز آئی اور عمران سمجھ گیا کہ بومی قبیلے کے پہرے داروں نے انہیں دیکھ لیا ہے اور اب وہ اپنے ساتھیوں کو اطلاع دے رہے ہیں اور پھر جنگل میں دور دور تک ڈھول پیٹنے کی لگاتار آوازیں آنے لگیں۔ لیکن ٹیم چلتی رہی۔ اچانک ہی جھاڑیوں میں سرسراہٹ ہوئی اور جنگلیوں کا ایک گروہ جو بالکل ننگا تھا ہاتھ میں تیر کمان اور نیزے لیے سامنے کھڑا تھا۔ ان کے نیزے یقیناً زہر آلود تھے اور پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے چاروں سے وحشیوں کے سر ابھرنے لگے۔

اب انہوں نے دیکھا کہ وہ چاروں طرف سے وحشیوں کے نرغے میں ہیں۔ عمران سب سے آگے تھا۔ اچانک وحشیوں کی صفوں میں حرکت ہوئی اور ایک وحشی لمبا سا نیزہ لے کر آگے بڑھا۔ اس نے جنگلی زبان میں کچھ چیخ کر کہا۔ اس کے جواب میں عمران نے بھی اسی زبان میں بات کی۔ عمران کے منہ سے یہ جنگلی زبان اتنی روانی سے سن کر سب حیران رہ گئے۔ عمران بذات خود ایک جنگلی لگ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک جنگلی زبان میں بات چیت ہوتی رہی۔ پھر جنگلیوں نے انہیں اپنے نرغے میں لے کر چلنا شروع کر دیا۔ عمران نے ٹیم کو بتایا کہ یہ واقعی بومی قبیلہ ہے۔ میں نے ایک جادوگر کا روپ دھارا ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں بہت بڑا جادوگر ہوں اور تمہارے متعلق میں نے انہیں بتایا ہے کہ یہ بھی ایک قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں جو سارے کا سارا

جادوگروں کا قبیلہ ہے۔ ان کے پاس آتشی زبان والے سانپ ہیں جو بہت دور سے ان کے ایک اشارے پر لوگوں کو مار دیتے ہیں۔ جس پر یہ ہم سے کافی متاثر معلوم ہوتے ہیں لیکن آگے جا کر ہم پر کیا گزرے گی۔ یہ خدا بہتر جانتا ہے۔

بہرحال اب ہمیں انتہائی محتاط رہنا پڑے گا کیونکہ ہماری ذرا سی بے احتیاطی ہمیں بڑی مصیبت میں ڈال سکتی ہے۔ جنگلیوں کا غول ڈھول پیٹتا اور ناچتا کودتا ان کو لئے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد گھنے جنگل کے عین درمیان میں ایک بہت بڑا قطعہ درختوں سے قطعی پاک نظر آیا۔ اس میں بے ڈھنگی قسم کی بے شمار جھونپڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور کئی عورتیں اور بچے ننگ دھڑنگ پھر رہے تھے۔ درمیان میں ایک بہت بڑی جھونپڑی تھی جس کو شیر کی کھال سے ڈھانپا گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ جھونپڑی تمام تر شیر کی کھال کی بنی ہوئی ہو۔ یقیناً یہ جھونپڑی قبیلے کے سردار کی تھی۔ اس کے آگے لے جا کر عمران اور اس کے ساتھیوں کو کھڑا کر دیا گیا۔

ہزاروں جنگلی ان کو دیکھنے کے لیے اردگرد کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد جنگلیوں کا سردار سر پر پروں کا تاج پہنے جھونپڑی سے باہر نکلا۔ وہ ایک قوی ہیکل اور انتہائی طاقتور آدمی تھا۔ اس کے دونوں طرف دو جوان عورتیں انسانی کھوپڑی میں شراب لئے چل رہی تھیں۔ سردار کے گلے میں انسانی کھوپڑیوں کا ہار تھا جن کو جنگلیوں کی خاص تکنیک سے باندھا گیا تھا۔ عمران کے ساتھ آنے والا چھوٹا سردار تھا۔ اس نے اسے

عمران کی وہ باتیں بتائیں جو اس نے عمران سے کی تھیں۔ پھر عمران سے براہ راست بات چیت ہوئی۔ گفتگو کے بعد سردار اپنی جھونپڑی میں چلا گیا اور عمران کو اور اس کے ساتھیوں کو ایک اور جھونپڑی میں قید کر لیا گیا۔ لیکن ان کے سامان کو بالکل نہیں چھیڑا گیا کیونکہ جنگلیوں کی سمجھ میں ہی نہ آیا کہ یہ کیسا سامان ہے۔

جھونپڑی میں جاتے ہی سب عمران کے گرد ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ سردار سے اس کی کیا بات ہوئی ہے۔

''بات چیت کیا خاک ہوئی تھی۔''۔۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''کیوں کیا بات ہوئی۔''۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

''اب انہوں نے یہ شرط رکھی ہے کہ ہم آج رات کو تمہاری جادوگری کی آزمائش کریں گے۔ اگر تم پورے اترے تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے اور تمہارے باقی ساتھیوں کو بھون کر کھا جائیں گے۔ کیونکہ ان کے خیال میں تم جادوگر معلوم نہیں ہوتے اور اگر میں ناکام ہو گیا تو مجھے قتل کر دیں گے اور تمہیں چھوڑ دیں گے۔''

''ہمیں کیوں چھوڑ دیں گے۔''۔۔۔۔ صفدر نے سوال کیا۔

''تمہارا گوشت کڑوا ہے نا''۔۔۔۔ عمران نے ایسے منہ بنایا جیسے کونین چبائی ہو۔

اور اس حالت میں ہونے کے باوجود باقی ساتھیوں کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

''وہ تمہیں اس لیے چھوڑ دیں گے کہ ان کے خیال میں تم کسی نامعلوم قبیلے کے لوگ ہو۔ وہ تمہیں چھوڑ کر تمہارے قبیلے سے دوستی کا آغاز کریں گے۔''

''وہ آزمائش کیا ہوگی۔''—— تنویر نے پوچھا۔

''جولیا کی کھوپڑی منگوانی پڑے گی۔''—— عمران بولا اور یہ بات تنویر نجانے کس خیال کے تحت ضبط کر گیا۔

''بہرحال آپ لوگ کسی قسم کا فکر نہ کریں۔''—— عمران نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''کیا ایکسٹو یہاں ہماری کوئی مدد نہیں کرے گا۔''—— چوہان نے سنجیدہ ہوکر دریافت کیا۔

''ضرور مدد کرے گا۔ وہ ہر لمحے ہمارے نزدیک رہتا ہے۔''عمران نے کہا۔

''بہرحال آپ لوگ کسی قسم کا فکر نہ کریں۔ اگر میں کامیاب ہوگیا تو میں تمہیں اکیلا نہیں مرنے دوں گا اور اگر ناکام ہوگیا تو پھر معاملہ ٹھیک ہے۔ آپ لوگوں کی جانیں تو بچ جائیں گی۔''—— نہ جانے یہ بات کہتے ہوئے عمران کے چہرے پر حماقتیں کہاں غائب ہوگئی تھیں۔

''گریٹ باس۔''—— جوزف نے نعرہ لگایا۔ وہ یہاں بھی بوتل کو منہ لگائے شراب پی رہا تھا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ باس ہر موقع پر کامیاب ہو جاتا ہے۔

آدھی رات کے وقت ان سب کو باہر نکالا گیا۔ سامنے کھلے میدان میں ایک دائرہ باندھے سارے جنگلی بیٹھے تھے۔ درمیان میں وسیع میدان تھا۔ چاروں طرف مشعلیں جل رہی تھیں۔ ایک طرف لکڑی کے ایک بڑے سے سٹیج پر سردار بیٹھا ہوا تھا۔

عمران اور اس کے ساتھیوں کو اس میدان میں لے جایا گیا۔ باقی ٹیم کو ایک طرف بٹھا دیا گیا اور عمران نے جھونپڑی میں ہی کوڈ ورڈز میں بلیک زیرو کو ہوشیار رہنے کے لیے کہہ دیا تھا اور اس وقت بلیک زیرو اس میدان کے نزدیک ہی ایک گھنے درخت پر بیٹھا ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ وہ صرف اشارے کا منتظر تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس لیے اس کے دیکھ لئے جانے کا خطرہ نہیں تھا۔ چنانچہ وہ اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔

عمران کو بتایا گیا کہ اسے زمین پر لٹا دیا جائے گا اور ہمارا ایک آدمی اس کی گردن پر کلہاڑی مارے گا۔ اگر اس کلہاڑی کی ضرب سے وہ مر گیا تو وہ جھوٹا جادوگر ثابت ہو گا۔ اگر کلہاڑی کی ضرب نے اسے نقصان نہ پہنچایا تو سچا جادوگر ہوگا۔ اگر وہ مر گیا تو اس کے ساتھیوں کو آزاد کر دیا جائے گا اور اگر وہ نہ مرا تو اس کے ساتھیوں کو مار دیا جائے گا۔

عمران نے ایک لمحہ سوچ کر کہا کہ اگر میں اس کلہاڑی مارنے والے کو اپنے علم کے زور سے پہلے ہی مار دوں تو کیا میں سچا ہوں گا کہ نہیں۔

سردار نے بھی ایک لمحہ سوچ کر کہا کہ تم کلہاڑی مارنے والے آدمی کو کلہاڑی مارنے سے پہلے بغیر کسی ہتھیار کے مار دو تو اس کے بعد دو آدمی تم پر وار کریں گے۔ اگر تم انہیں بھی مار دو تو تین آدمی یہاں تک کہ پانچ آدمی تم پر وار کریں گے۔ پانچ آدمی تم پر وار کرنے سے پہلے مر گئے تو سچے قرار دیئے جاؤ گے وگرنہ نہیں۔

''ایک بات ہے۔ اگر دو آدمی تک میں مار دوں۔ دو کے بعد میرے دیگر ساتھی انہیں اپنے جادو کے زور سے مار دیں گے تو کیا میرے ساتھ میرے ساتھیوں کو بھی چھوڑ دیا جائے گا۔''

''اگر ایسا ہوا تو ہم تمہارے ساتھ ان کو بھی چھوڑ دیں گے۔ لیکن سوچ لو تم یا تمہارے ساتھی ایسا کر لیں گے۔ میرے خیال میں ناممکن ہے۔''_____ سردار نے سوچتے ہوئے کہا۔

''جادوگروں کے لیے کوئی چیز ناممکن نہیں ہوتی اور ہاں مجھے زمین پہ لٹانے سے پہلے عمل پڑھنے کی اجازت دی جائے۔''

سردار نے اسے اجازت دے دی اور عمران کے چہرے پر یک دم سرخی چھا گئی۔ اس نے اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔

اس کے منہ سے عجیب سی زبان کے الفاظ نکل رہے تھے۔ ہر لمحے اس کی اچھل کود میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ دراصل وہ بلیک زیرو کو انگوٹھی کے ٹرانسمیٹر کے ذریعہ کوڈ ورڈز میں ہدایات دے رہا تھا۔ جب بلیک زیرو کو ہدایات دے چکا تو اس نے بلیک زیرو کو ہدایت کی کہ وہ بطور ایکسٹو صفدر کو ٹرانسمیٹر پر ہدایات دے کہ دو آدمیوں کے بعد انہوں نے

کس طرح کام کرنا ہے اور پھر آہستہ آہستہ اس کی حرکات سست ہوتی گئیں اور پھر وہ اطمینان سے زمین پر نیم مدہوشی کی حالت میں لیٹ گیا۔

ساری ٹیم انتہائی حیرت سے عمران کی حرکات کو دیکھ رہی تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ عمران کیا کر رہا ہے۔

اچانک صفدر کی گھڑی میں لگے ہوئے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور صفدر حیران رہ گیا کہ کس کی کال ہو گی۔

''ہیلو۔ ہیلو صفدر سپیکنگ۔''_____ صفدر نے آہستہ سے کہا۔

''ایکسٹو''_____ ایکسٹو کی مانوس آواز ابھری اور صفدر کے چہرے پر یکدم خوشی کے آثار پھیل گئے۔

''یس سر۔''

''کیا حالات ہیں۔''

''سر ہم بڑی مشکل میں پھنس گئے ہیں۔''_____ پھر صفدر نے اسے تمام تفصیلات سے آگاہ کیا۔

''دیکھو۔ میں تمہارے نزدیک ہوں۔ پھر ایکسٹو نے شرط کے متعلق صفدر کو تفصیل سے بتلایا۔ پھر کہا کہ سب ساتھی چوکنے ہو جائیں۔ جب دو آدمی ختم ہو جائیں تو اس کے بعد پانچوں آدمیوں کو تم نے مشین گن سے ہلاک کرنا ہے لیکن ہوشیار ہو کر۔ تمہاری ذرا سی غلطی سے عمران کی جان چلی جائے گی۔ او کے۔ اوور اینڈ آل۔''

اور صفدر نے تمام ساتھیوں کو ایکسٹو کی کال کے متعلق بتایا۔ سب

نے یہ سن کر خوشی کا اظہار کیا۔ اب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ اس خطرناک سچوئشن پر قابو پا جائیں گے۔ صفدر نے مشین گن چیک کر کے سنبھال لی۔ اتنی دیر میں ایک جنگلی بڑا سا کلہاڑا لئے عمران کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے کلہاڑا مارنے کے لیے اٹھایا۔ ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ سب دم بخود تھے کہ نجانے اب کیا ہو گا۔ ابھی جنگلی اچھی طرح کلہاڑا سنبھال بھی نہ سکا تھا کہ جنگلی کی کھوپڑی فضا میں ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئی اور وہ کلہاڑے سمیت زمین پر مردہ ہو کر گر گیا۔ تمام جنگلیوں کی ڈر کے مارے چیخیں نکل گئیں۔ تمام پارٹی حیران تھی کہ یہ فائر کہاں سے ہوا۔ کیونکہ فائر اچانک ہوا تھا۔ یہ تو وہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ فائر یقیناً ایکسٹو کی طرف سے ہوا ہو گا اور سائلنسر لگا کر فائر کیا گیا ہو گا۔ سردار کے اشارے سے دو اور جنگلی کلہاڑے سنبھالے آگے بڑھے۔ انہوں نے بڑی پھرتی سے عمران پر وار کرنا چاہا لیکن وار کرنے سے پہلے ہی ان کے دلوں میں رنگین سوراخ ہو گئے اور وہ زمین پر گر گئے۔ چند لمحے بعد وہ دونوں جنگلی مردہ تھے۔

جنگلیوں کی ایک بار پھر چیخیں نکل گئیں۔ اب وہ خوفزدہ تھے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ شخص ضرور کوئی بہت بڑا جادوگر ہے۔

ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کلہاڑی مارنے والے کس طرح مر جاتے ہیں۔ اب تو سردار کے چہرے پر بھی خوف کی پرچھائیں نظر آنے لگیں لیکن اس نے تین اور جنگلیوں کو اشارہ کیا۔ وہ ڈرتے ڈرتے آگے بڑھے۔ اب صفدر تیار ہو گیا۔

عمران نے سردار سے کہا کہ اب میرے ساتھی جادوگری دکھائیں گے۔ چنانچہ سردار کے اشارے سے تین آدمی آگے بڑھے۔ ابھی وہ عمران کے نزدیک بھی نہیں پہنچے تھے۔ یکدم ریٹ ریٹ کی مخصوص آواز ابھری اور تینوں ہی زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔

سردار نے کھڑے ہو کر عمران اور اس کے ساتھیوں کی جادوگری کو تسلیم کر لیا۔ سردار نے عمران کو خود اٹھایا اور پھر ان کے سامنے جنگلی تعظیم سے جھک گئے۔ وہ ان کے نزدیک آنے سے بھی خوفزدہ تھے۔ اب پوری ٹیم کو شاندار جھونپڑی میں رکھا گیا۔ ان کی خوب اچھی طرح مہمان نوازی کی گئی اور پھر دوسرے دن انہیں وحشی اپنی سرحد سے پار چھوڑ گئے۔

بومی قبیلے سے بچ نکل آنے پر سب خوش تھے۔عمران نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا ایک بار پھر منوا لیا تھا۔ ایکسٹو اب ان سے آگے آگے تھا۔ کافی چکر لگانے کے بعد اب وہ صحیح سمت پر آ گئے تھے۔ بلیک زیرو کے نقشے کے مطابق ماکازونگا کا ہیڈکوارٹر صرف چار دن کی مسافت پر تھا۔ کیونکہ عمران کے اندازے کے مطابق ماکازونگا کا ہیڈکوارٹر خزدار قبیلے کے آس پاس ہی تھا اور خزدار قبیلہ یہاں سے تین دن کی مسافت پر تھا۔ انہوں نے خزدار قبیلے سے بھی بچ کر نکلنا تھا۔ کیونکہ خزدار قبیلہ بھی بومی قبیلے جیسا وحشی اور خطرناک تھا۔

چنانچہ تین دن تک وہ چلتے رہے۔ تیسرے دن وہ خزدار قبیلے کی سرحد سے تقریباً دو میل کی دوری سے آگے نکل گئے اور جب انہوں نے خزدار قبیلے کو پیچھے چھوڑ دیا تو سب نے اطمینان کا سانس لیا۔

تقریباً دو دن اور چلنے کے بعد وہ جنگل میں دور تک پھیلے ہوئے

ایک وسیع وعریض میدان کے سرے پر پہنچ گئے۔ اس میدان میں درختوں کی بجائے جھاڑیاں تھیں۔ بلیک زیرو ان سے ایک دن پہلے یہاں پہنچ چکا تھا۔اس لیے جب ٹرانسمیٹر پر اس سے عمران کو اس میدان کے متعلق بتایا تو عمران سمجھ گیا کہ یہ ہی ان کی منزل مقصود ہے۔لیکن اس میدان میں دور دور تک کوئی آدمی نظر نہیں آ تا تھا۔

''یہاں تو کوئی آدمی بھی نہیں۔''۔۔۔۔ تنویر نے میدان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''جانور تو ہیں۔''۔۔۔۔ عمران نے چوٹ کی۔

''تم خود جانور۔ میرے ساتھ بات کرتے ہوئے زبان کو قابو میں رکھا کرو۔''

''لو اب زبان بھی سنبھال کر رکھتے رہو۔ زبان نہ ہوئی کوہ نور ہیرا ہو گیا۔''

''میرا خیال ہے کہ ابھی ماکازونگا کا ہیڈکوارٹر دور ہو گا۔'' کیپٹن شکیل نے دخل اندازی کی۔

''میں ثابت کر سکتا ہوں کہ یہی میدان ماکا زونگا کا ہیڈکوارٹر ہے۔''۔۔۔۔ عمران نے چیلنج کرتے ہوئے کہا۔

''کس طرح۔''۔۔۔۔ صفدر نے پوچھا۔

''یہ دیکھو یہاں زمین پر فوجی بوٹوں کے نشان ہیں۔ اب بتلاؤ بھلا جنگلی جانور یا وحشی لوگ فوجی بوٹ پہنے پھرتے ہیں۔''

اور عمران کی یہ بات سن کر سب لوگ جھک کر غور سے فوجی بوٹ

کے ایک مدہم نشان کو دیکھنے لگے۔ اب سب کو عمران کی بات کا قائل ہونا پڑا۔

''تو پھر یہ ہیڈ کوارٹر زمین دوز ہوگا۔''_____ کیپٹن شکیل نے خیال پیش کیا۔

''بالکل ٹھیک سمجھے۔''_____ عمران نے تحسین آمیز جواب دیا۔

''لیکن اس کا راستہ کہاں ہوگا۔''_____ تنویر جھنجھلا کر رہ گیا۔

''لیکن اگر یہی ہیڈکوارٹر ہے تو یقیناً پہرے کا بھی انتظام ہوگا۔'' صفدر نے کہا۔

''بالکل۔''_____ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

''تو اس کا مطلب ہے کہ ہم لوگ دیکھے جا چکے ہیں۔''___چوہان بولا۔

''یقیناً۔''

''لیکن اب تک ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ نجانے اس میں کیا مصلحت ہے۔ بہرحال ہمیں ان کے ہیڈکوارٹر کا راستہ ڈھونڈنا ہے۔ سب لوگ دو دو کی ٹولیوں میں بٹ جاؤ اور پھر ادھر ادھر پھر کے راستہ پر غور کرو۔''_____ عمران نے کہا۔

وہ سب دو دو کی ٹولیوں میں بٹ کر ادھر ادھر پھرنے لگے۔ عمران اور جوزف ایک طرف تھے۔ کہیں بھی کوئی رخنہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دوپہر تک سب لوگ ڈھونڈتے رہے لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔

دوپہر کو سب لوگ جنگل میں واپس چلے گئے۔ انہوں نے وہاں جا

کر کیمپ لگایا اور ستانے لگے۔ اچانک شور سا محسوس ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان کے کیمپ مشین گنوں سے لیس سپاہیوں کی زد میں تھے۔ نجانے کہاں سے اتنے سپاہی ٹپک پڑے تھے۔ ان کے جسموں پر باقاعدہ وردیاں تھیں اور وہ ہاتھوں میں جدید طرز کی مشین گنیں لئے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کو سنبھلنے کا موقعہ ہی نہ ملا اور وہ گرفتار کر لیے گئے۔

یقیناً وہ ماکا زونگا کے ایجنٹ تھے۔ وہ ان سب کو نرغے میں لے کر میدان کی طرف چلے۔ ایک جگہ جا کر انہوں نے ایک عجیب سی جھاڑی کو ہلایا تو زمین پھٹ گئی۔ اس میں راستہ نظر آنے لگا۔ وہاں ہر سپاہی گن لئے کھڑا تھا۔ ان سب کو ان سیڑھیوں کے ذریعہ نیچے لے جایا گیا۔ اندر واقعی ایک علیحدہ دنیا تھی۔ ایک جدید ترین شہر۔ سب لوگ یہ انتظامات دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان کے تصور میں ہی نہیں آ سکتا تھا کہ ماکا زونگا کا ہیڈکوارٹر اتنا وسیع وعریض اور اتنا جدید ہوسکتا ہے۔ بہت بڑے بڑے ہال کمرے گیلریاں ان میں بڑی بڑی مشینیں نصب تھیں اور وہاں ہزاروں لوگ کام کر رہے تھے۔ گھٹن کا احساس بالکل نہیں ہوتا تھا۔

عمران اور اس کی ٹیم کو لے کر یہ لوگ ایک بہت بڑے ہال میں پہنچے۔ اس ہال کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ لوگ الف لیلےٰ کے کسی ماحول میں آ گئے ہوں۔ ہر چیز قدیم طرز معاشرت کی اور انتہائی پرتکلف تھی۔ انہیں ہال کے درمیان میں کھڑا کر دیا گیا۔ وہ لوگ حیران نظروں سے ہال کو دیکھ رہے تھے۔ اچانک دیوار پر نصب ایک مائیک

میں سے آواز آئی۔

"تم لوگ ماکا زونگا کے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے آئے تھے۔ اب دیکھو کیا اسے واقعی تباہ کر سکتے ہو۔"

"بالکل کر سکتے ہیں۔" ——— عمران نے جواب دیا۔

"وہ کس طرح۔" ——— آواز آئی۔

"میرے پاس چراغ الہ دین والا جن ہے جو ایک منٹ میں ہر چیز تباہ کر سکتا ہے۔" ——— عمران نے حماقت آمیز لہجے میں کہا۔

"ہم تمہارے مذاق کی داد دیتے ہیں نوجوان کہ تم اس حالت میں بھی مذاق کر سکتے ہو۔ تم میں لیڈر کون ہے۔" ——— آواز آئی۔

"میں ہوں۔" ——— عمران نے کہا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر دروازہ کھلا اور چند سپاہی مشین گنیں لئے اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے عمران کے سوا باقی سب کو واپس چلنے کا اشارہ کیا۔

عمران وہیں کھڑا رہ گیا اور باقی سب لوگ واپس چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص عمران کو لے کر ایک کمرے کی طرف بڑھا۔ اس کمرے میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ صرف دو آدمیوں کی شبیہہ نظر آ رہی تھی۔

"تمہارا نام کیا ہے۔" ——— آواز ابھری جو یقیناً ان دو میں سے کسی ایک کی تھی۔

"مولوی فضل دین۔" ——— عمران نے جواب دیا۔

"صحیح نام بتاؤ۔" ——— لہجہ بے حد کرخت ہو گیا۔

"صحیح نام کا تو میرے باپ کو بھی پتہ نہیں۔"

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ ہے کہ یہی میرا نام ہے۔ اب چاہے اس کے ہجے غلط ہیں یا ٹھیک۔ یا جیسا آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ غلط ہیں تو اس کے صحیح کا علم تو میرے باپ کو بھی نہیں۔ اگر اسے ہوتا تو وہ یقیناً اسے صحیح کر دیتا۔ اب آپ بتائیں میں کیا کر سکتا ہوں۔" ——— عمران نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"تم مذاق کر رہے ہو۔"

"نہیں جی۔ میں آپ کی باتوں کا جواب دے رہا ہوں۔"

"ہوں۔ تو تمہارا صحیح نام مولوی فضل دین ہے۔"

"جی اللہ کے فضل سے۔"

"تم کس ملک کے ایجنٹ ہو۔"

"توبہ کرو جی۔ میں اور ایجنٹ۔ میں تو ایک معمولی سا سپاہی ہوں۔ جسے انہوں نے بطور مزدور ان لوگوں کے ساتھ بھیج دیا ہے۔" عمران نے کہا۔

"جھوٹ بولتے ہو۔ ہم ابھی سب کچھ معلوم کر لیتے ہیں۔ تم ماکا زونگا سے کچھ نہیں چھپا سکتے۔"

"آپ میں ماکا کون ہے اور زونگا کون ہے۔"

"میں ماکا ہوں اور یہ زونگا۔" ——— دائیں طرف والے نے کہا۔

"تو پھر اس کا مطلب ہے کہ ماکا زیادہ عظیم ہے کیونکہ وہ دائیں طرف بیٹھا ہے۔"

"نہیں۔ میں اس سے زیادہ عظیم ہوں اس کا نمبر میرے بعد ہے۔"

عمران نے زور سے قہقہہ مارا اور پھر کہنے لگا۔ میں نے تو دنیا میں پہلی بار تماشہ دیکھا ہے جو زیادہ عظیم ہے اس کا نام بعد میں اور جو کم عظیم ہو اس کا نام شروع میں ہو۔

"تم ہمیں آپس میں لڑانا چاہتے ہو۔" ـــــــ ماکا بول اٹھا۔

"جی مزہ تو بہت ہی آئے گا۔" ـــــــ عمران نے معصومیت سے جواب دیا۔

"ہوں۔" ـــــــ اور ماکا نے گھنٹی بجائی۔ دو اشخاص مشین گنیں سنبھالے اندر آئے۔

"اسے لے جاؤ اور مشین نمبر دو میں ٹیسٹ کرو۔"

اور وہ دونوں عمران کو لے کر باہر نکل گئے۔ اسے وہ لئے ہوئے ایک اور کمرے میں آئے۔ یہاں ایک بہت بڑی مشین تھی جس کے درمیان ایک کرسی رکھی ہوئی تھی اور سامنے ایک بڑی سی سکرین تھی۔ ان دونوں نے اسے کرسی پر بٹھا دیا۔

"کیا میری حجامت بڑھی ہوئی ہے۔" ـــــــ عمران بولا۔

"کیا مطلب۔"

"کمال ہے یار۔ سب ہی بدھو ہو۔ مطلب کوئی بھی نہیں سمجھتا۔ کیا

یہ باربر شاپ ہے۔ مجھے تو یہ مشین اور کرسی کسی نائی کی معلوم ہو ہے۔ دیکھو میری کرو کٹ بنانا۔"

اور وہ دونوں ہنسنے لگے۔ ان میں ایک بولا۔

"فکر نہ کرو۔ ابھی سب کچھ بتا دو گے۔ پھر پوچھوں گا آٹے دال بھاؤ۔"

"ابھی پوچھ لو۔ آٹا بڑا مہنگا ہے چالیس روپے من اور دال ایک سو بیس روپے من۔"

اور وہ ایک بار پھر ہنسنے لگے۔ اب انہوں نے ایک لوہے کی ٹوپی عمران کے سر پر دے ڈالی جس میں ہزاروں باریک تاریں تھیں۔ اب عمران اپنے سر کو ہلا نہیں سکتا تھا۔ ان میں سے ایک نے مشین کو آپریٹ کیا۔ سکرین پر ہلکی ہلکی سی لہریں کودنے لگیں۔

"تمہارا نام۔"

عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے کہیں دور سے آواز آئی ہو اور پھر عمران کے دماغ میں کھلبلی سی مچلنے لگی۔ اس کی زبان سے خود بخود الفاظ نکلنے لگے۔ لیکن اس نے اپنی تمام قوت ارادی کو بروئے کار لاتے ہوئے انہیں روکا اور سکرین پر لہریں زور زور سے کودنے لگیں اور پھر اس نے فوراً ہی اپنے دماغ کو بلینک کیا۔ ہر قسم کا خیال اس نے اپنی قوت ارادی سے نکال پھینکا۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سکرین بالکل صاف ہو گئی۔ انہوں نے اور بھی بہت سے سوالات پوچھے لیکن عمران کی بے انتہا طاقتور قوت ارادی کام کر گئی اور سکرین صاف رہی۔ عمران کو اس

جدوجہد میں پوری دماغی صلاحیتیں کام میں لانی پڑیں۔ چنانچہ آخرکار ان دونوں نے تھک ہار کر اسے کرسی سے اٹھا لیا۔

''بڑے سخت جان ہو یار۔'' ـــــ ایک بولا۔

''کمال ہے بھئی۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے اس مشین کو ناکام بنا دیا۔''

''یہاں تو بڑے بڑے سخت جان بھی موم کی طرح پگھل جاتے ہیں۔'' ـــــ دوسرا بولا۔

اور پھر دونوں نے عمران کو ایک کمرے کے پاس لے جا کر اسے اندر دھکیل دیا۔ یہاں عمران کے سب ساتھی موجود تھے۔ اس نے سب کو واقعہ بتلایا اور وہ آئندہ کے لیے لائحہ عمل پر غور کرنے لگے۔ کوئی ایک گھنٹے بعد ایک بار پھر طلبی ہوئی۔

اس بار انہیں ایک وسیع کمرے میں لے جایا گیا۔ کمرے میں لے جانے سے پہلے ان کی مکمل تلاشی لی گئی۔ سگریٹ تک چھین لئے گئے۔ یہاں ایک بہت بڑی میز کے سامنے دو اشخاص جو یقیناً یورپی تھے بیٹھے ہوئے تھے۔

عمران سمجھ گیا کہ ان میں سے ایک ماکا ہے اور دوسرا زونگا۔ عمران نے زور سے نعرہ لگایا۔

''ہیلو ماکا زونگا۔''

اب سب ممبر چونک کر ان دونوں کو دیکھنے لگے۔

''تمیز سے بات کرو۔ ورنہ ختم کر دیئے جاؤ گے۔ اب تو اپنا صحیح نام

بتا دو۔'' ـــــ زونگا نے سوال کیا۔

''مولوی فضل دین۔'' ـــــ عمران نے جواب دیا۔

''نہیں جناب۔ اس کا اصلی نام علی عمران ہے۔'' ـــــ عمران کے ساتھیوں میں سے ایک آواز ابھری اور سب چونک کر ادھر دیکھنے لگے۔ عمران بھی حیران ہو کر دیکھنے لگا۔ یہ آواز کیپٹن شکیل کی تھی۔

ماکا کے اشارے سے کیپٹن شکیل کو آگے لے جایا گیا۔ سارے ممبر کیپٹن شکیل کی غداری پر کھول اٹھے۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ کیپٹن شکیل کی بوٹیاں اڑا دیں۔

''تم کون ہو۔'' ـــــ ماکا نے پوچھا۔

''جی میں سیکرٹ ایجنٹ ہوں۔''

''تمہارا نام۔''

''میرا نام کیپٹن شکیل ہے۔''

''کیپٹن شکیل تم ہمیں یہ سب کچھ خود بخود کیوں بتلا رہے ہو۔ حالانکہ سیکرٹ ایجنٹ تو بڑے سخت جان ہوتے ہیں۔''

''جی ہاں دراصل میں شروع ہی سے ماکا زونگا کا ہم خیال تھا۔ میں ماکا زونگا کے مقاصد سے ہم آہنگی رکھتا ہوں۔ میرے ملک کی موجودہ حکومت انتہائی نکمی اور ظالم ہے اور اب صرف ماکا زونگا ہی ہمیں اس حکومت سے نجات دلا سکتے ہیں۔'' ـــــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”لیکن تم نے کبھی ہمارے ساتھ رابطہ قائم نہیں کیا۔ اس کی وجہ۔“

”دراصل میں موقعہ کے انتظار میں تھا کہ میں کسی طرح آپ کے ہیڈکوارٹر پہنچ جاؤں تو صحیح پوزیشن عرض کروں وگرنہ مجھ پر کوئی اعتبار نہ کرتا۔“

”اگر اب بھی ہم تم پر اعتبار نہ کریں تو۔“ ــــــ زونگا بولا۔

”تو یہ میری بدقسمتی ہے۔ آپ میرا ہر قسم کا ٹیسٹ لے سکتے ہیں۔ میں آپ کا وفادار رہوں گا۔“ ــــــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”اچھا یہ بتاؤ تمہارا باس کون ہے۔“

”ایکسٹو۔“

”ایکسٹو۔ تم ایکسٹو کے ماتحت ہو۔“

”جی ہاں۔“

”ایکسٹو کون ہے۔“

”جی مجھے علم نہیں۔ ایکسٹو کے متعلق کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔ یقین جانئے۔“

”اچھا یہ تمہارا لیڈر ہے۔“ ــــــ ماکا نے عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔“

”یہ کیسا آدمی ہے۔“

”یہ انتہائی چالاک اور خطرناک آدمی ہے۔ اگر آپ نے اس کو قابو میں نہ کیا تو آپ کا ہیڈکوارٹر چند دنوں میں ختم ہو جائے گا۔“ کیپٹن

شکیل نے کہا۔

اس کے بعد انہوں نے کیپٹن شکیل سے باقی ممبروں کے متعلق پوچھا اور کیپٹن شکیل نے سب کچھ ماکا زونگا کو سچ سچ بتا دیا۔

”ہوں۔ دیکھو نوجوان ہم تمہاری سچائی سے بہت خوش ہوئے۔ ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ تم ہمیشہ ہمارے وفادار رہو گے۔ کیونکہ ہم عمران اور تم سب کے متعلق اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہم تمہیں اپنی خاص کیبنٹ کا مشیر خاص مقرر کرتے ہیں۔ آج سے تم ہمارے بعد پندرہویں نمبر پر ہو گے۔ اور ہاں ان کو کیا سزا دی جائے۔“

”فوراً قتل کر دیا جائے۔“ ــــــ کیپٹن شکیل نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کہا۔

صفدر، تنویر، چوہان اور جوزف کا غصے کے مارے برا حال تھا۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ کیپٹن شکیل کو کس طرح ختم کریں۔

”کیپٹن شکیل تمہارا مشورہ درست ہے لیکن ابھی ان لوگوں سے خفیہ سرکاری راز اگلوانے ہیں۔ اس لیے ان کا فیصلہ سوچ سمجھ کر تمام ممبران کی رضامندی سے کریں گے۔“

”سر ایک عرض ہے۔“ ــــــ کیپٹن شکیل نے ان سے کہا۔

”کیا بات ہے۔“

”سر پارٹی کی ایک ایجنٹ مس جولیا فٹز واٹر آپ کے پاس ہے۔ آپ نے اسے نیویارک سے اغوا کرایا تھا وہ آپ کے پاس ہے۔“

”ہاں ہاں۔ وہ لڑکی ہمارے پاس ہے۔“

"جناب میں اس سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔ کیا میری تمنا پوری کر دی جائے گی۔ آپ اسے مجھے بخش دیں۔ میں اس سے شادی کروں گا۔"____ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہوں۔ اچھا ہم غور کریں گے۔"

اس کے بعد ان سب کو واپس اسی کمرے میں لے جایا گیا۔ البتہ کیپٹن شکیل ان کے ہمراہ نہیں تھا۔ اسے کہیں اور لے جایا گیا۔

عمران سمیت ٹیم کے سارے ممبر یہاں کانوں میں مزدوری کر رہے تھے۔ ان پر سخت نگرانی کی جاتی تھی۔ ذرا سی غفلت پر انہیں سخت سزا دی جاتی۔ جوزف غریب کا تو بہت ہی برا حال تھا۔ کیونکہ اسے مقدار کے مطابق شراب نہیں مل رہی تھی۔

یہ کانیں سونے کی تھیں۔ جن سے سونا نکال کر اس سے جدید ترین سائنسی مشینیں منگوائی جاتی تھیں تاکہ دنیا پر ان کی حکومت قائم ہوجائے اس ہیڈکوارٹر میں دن رات سینکڑوں سائنسدان کام کرتے رہتے تاکہ نئی نئی ایجادات کر لیں۔ اس شہر کی آبادی تمام تر تخریب پسندوں پر مشتمل تھی۔ صرف مزدور ایسے تھے جو پکڑ کر لائے گئے تھے۔ کیپٹن شکیل دوبار یہاں آ کر انہیں چیک کر گیا تھا۔

انہیں یہاں کام کرتے ہوئے دو دن گزر چکے تھے۔ رات کو انہیں ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا جاتا اور اس کوٹھڑی کے باہر زبردست پہرہ

ہوتا تھا۔

آج رات جیسے ہی انہیں کوٹھڑی میں دھکیل کر دروازہ بند کیا گیا عمران اٹھ کھڑا ہوا۔اس نے صفدر کو اشارہ کیا اور دونوں نے اپنی اپنی پنڈلیوں سے بندھے ہوئے اوزار نکالے جو وہ صبح کان سے چھپا کر لے آئے تھے۔ رات ہی انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ سرنگ کھود کر اس کوٹھڑی سے باہر نکل جائیں گے۔چنانچہ انہوں نے ان اوزاروں سے سرنگ کھودنی شروع کر دی۔ ساری رات کام ہوتا رہا۔ آخر صبح تک وہ ایک سرنگ کھودنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی اتنی جلدی کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ زمین بڑی نرم تھی۔

صبح کو وہ پھر کام پر چلے گئے۔کام کے دوران اچانک عمران کی انگوٹھی والے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔عمران پیشاب کرنے کے بہانے ایک طرف اوٹ میں چلا گیا۔ کال بلیک زیرو کی تھی۔ بلیک زیرو نے اسے بتایا کہ کیپٹن شکیل نے اسے رات کال کیا تھا کہ اس نے اپنی حکمت عملی سے ان کا اعتبار حاصل کر لیا ہے۔ اس نے جولیا کو بھی آزاد کرا لیا ہے اور اسے سب کچھ بتا کر اپنے ساتھ رکھ لیا ہے۔اس نے اس جگہ کے متعلق کافی کچھ معلومات حاصل کر لی ہیں۔ اس کے کہنے کے مطابق یہاں کا اہم حصہ پاور پلانٹ ہے۔جس سے یہاں کا تمام نظام چل رہا ہے۔ پاور پلانٹ کسی طرح تباہ کر دیں تو یہاں پر سب کچھ ختم ہو جائے گا۔لیکن اس کو تباہ کرنے سے پہلے ہمیں یہاں سے نکل جانے والے راستے پر نگرانی کرنی پڑے گی۔

عمران نے اسے بتایا کہ اسے پہلے ہی علم تھا کہ کیپٹن شکیل جان بوجھ کر انہیں سب کچھ بتلا رہا ہے تا کہ ان کا اعتبار حاصل کر سکے اور وہ واقعی اس میں کامیاب بھی رہا۔عمران نے اسے سرنگ کے متعلق بھی بتایا اور اسے کہا کہ وہ کیپٹن شکیل کو ہدایت کرے کہ وہ رات کو ہماری کوٹھڑی کے شمالی ویران حصے میں کوٹھڑی سے تقریباً دو سو گز دور آ جائے۔ ہم اسے وہیں ملیں گے۔

چنانچہ رات کو وہاں عمران، صفدر اور کیپٹن شکیل کی ملاقات ہوئی۔ کیپٹن شکیل نے اسے سب کچھ تفصیل سے بتلایا۔اس نے کہا کہ میں عنقریب ان کے ایک خاص آدمی کو جو میرے عہدے کے برابر ہے یہاں دھوکے سے لے آؤں گا۔تم اسے ختم کر کے اس کا میک اپ کر لینا اور اپنا میک اپ اس پر کر دینا۔ میں میک اپ کا سامان بھی مہیا کروں گا۔ پھر ہم دونوں مل کر ان کی تباہی کے متعلق کچھ سوچیں گے۔ اس طرح ہم سب کو آزاد کرائیں گے۔

کیپٹن شکیل واپس چلا گیا۔صفدر اور عمران دونوں چھپ کر صورت حال کا معائنہ کرنے کے لیے ادھر ادھر پھرنے لگے۔ پھرتے پھراتے وہ جیسے ہی ایک گیلری میں گھسے انہیں مشینیں چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ یہ آوازیں ایک بہت بڑے ہال سے آ رہی تھیں جس کے دروازے پر دو آدمی مشین گنیں اٹھائے کھڑے تھے۔عمران اور صفدر فوراً ایک دوسری گیلری میں مڑ گئے۔اس طرح چھپتے چھپاتے انہوں نے تمام ہیڈکوارٹر کو اچھی طرح دیکھ لیا۔ اب ان کے لیے کام کرنے

کے لیے آسانی ہوگئی تھی۔ چنانچہ وہ واپس اپنی کوٹھڑی میں چلے گئے تاکہ آئندہ لائحہ عمل پر غور کرسکیں۔

دو دن بعد عمران کو خفیہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع ملی کہ کیپٹن شکیل ایک افسر کو جس کی جگہ عمران نے لینی تھی لے کر رات کو کوٹھڑی کے پاس آرہا ہے۔ چنانچہ رات کو مقررہ وقت پر عمران اور صفدر وہیں چھپ کر کھڑے ہوگئے۔

دور سے انہیں کیپٹن شکیل اور ایک اور آدمی جو قد وقامت میں عمران کے برابر تھا باتیں کرتے ہوئے نظر آئے۔ کیپٹن شکیل کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا۔ جیسے ہی وہ عمران کے پاس سے گزرے عمران کسی عقاب کی مانند جھپٹا اور اس آدمی کے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔اس نے بڑی جدوجہد کی لیکن عمران کی گرفت میں وہ ہلنے سے بھی معذور ہو گیا تھا۔ عمران اسے اٹھا کر کوٹھڑی میں لے آیا۔ کیپٹن شکیل بھی ساتھ تھا۔ اسے دیکھ کر جوزف اور دیگر افراد غصہ میں آگئے کیونکہ انہیں صحیح پوزیشن کا علم نہیں تھا۔ عمران نے انہیں روکا اور صحیح صورت حال سے آگاہ کیا۔

اب اس آدمی کو ختم کرنے کا مسئلہ تھا۔عمران نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر زمین پر گرا دیا۔

''تمہارا نام؟''۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔لیکن وہ چپ رہا۔

عمران نے جوزف کو اشارہ کیا۔اس نے اس کی ناک پکڑ کر اندر کو دبائی۔اس کی ناک میں سے خون آنے لگ گیا۔ پھر اس نے آسانی سے اپنا نام بتلا دیا۔

''میرا نام پاناکی ہے۔''

''ناپاکی۔یہ کیا نام ہے۔''۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

''ناپاکی نہیں۔ پاناکی۔''۔۔۔۔۔ اس شخص نے جھنجھلا کر کہا۔

''تمہاری بیوی ہے۔''۔۔۔۔۔ عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

''کیوں۔''۔۔۔۔۔ اور وہ بھونچکا رہ گیا۔

''ویسے ہی پوچھ لیا تھا۔''۔۔۔۔۔ عمران نے معصومیت سے جواب دیا۔

''ہاں ہے۔''۔۔۔۔۔ وہ حیرت زدہ ہو کر بولا۔

''ٹھیک ہے۔اب تم اپنے کپڑے اتار دو۔''۔۔۔۔۔ پاناکی پر ایک بار پھر حیرت کا شدید دورہ پڑ گیا۔

لیکن عمران نے زبردستی کپڑے اتروائے۔پھر اس کے کپڑے خود پہن کر اسے اپنے کپڑے پہنا دیئے۔اب میک اپ کی باری تھی۔

یہ سب باتیں عمران نے اس لیے کی تھیں تاکہ اس کے لب و لہجے پر پورا قابو پا سکے۔آدھے گھنٹے کے بعد وہاں صورت حال تبدیل ہو

گئی۔عمران پاناکی بن چکا تھا اور عمران نے کیپٹن شکیل کو اشارہ کیا کہ اسے ختم کر دیا جائے۔کیپٹن شکیل نے اشارے سے عمران سے پوچھ کہ اسے کس طرح ختم کیا جائے۔

بلیڈ سے اس کی کلائی کی رگ کاٹ دی جائے اور اس کے تصور سے ہی سب کے جسم میں سردی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔کیونکہ یہ خودکشی کا ایک خوفناک ترین حربہ تھا۔اس لیے کہ جان آہستہ آہستہ نکلتی تھی اور انسان سسک سسک کر مرتا تھا۔کیپٹن شکیل بلیڈ لے کر آگے بڑھا تو پاناکی نے جان بچانے کے لیے انتہائی جدوجہد کی۔وہ رحم آلود نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔لیکن اس وقت عمران کا چہرہ چٹان کی طرح سخت تھا۔

کیپٹن شکیل نے سپاٹ چہرے سے اس کی کلائی کی رگ کاٹ دی۔رگ کے کٹتے ہی خون فوارے کی طرح ابل کر باہر نکلنا شروع ہو گیا تھا۔سب ششدر ہو کر اسے دیکھتے رہے۔خون متواتر نکل رہا تھا اور پاناکی کا چہرہ آہستہ آہستہ مردنی کی طرف مائل ہوتا جاتا تھا۔اب کمزوری سے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔وہ آخری بار تڑپا اور بے ہوش ہو گیا اور پھر بے ہوشی میں ہی ایک ہلکی سی تڑپ کے ساتھ ختم ہو گیا۔اپنے سامنے کسی کو اس طرح مرتے دیکھنا اور چپ چاپ کھڑے رہنا سیکرٹ سروس کے کئی ممبران کے لیے یہ پہلا اور بھیانک تجربہ تھا۔ان کے لاشعور نے انہیں جھنجھوڑ ڈالا۔صفدر سوچنے لگا کہ آخر یہ بھی تو ایک انسان تھا۔اس کے بعد احساسات تھے۔سینکڑوں ارمان اس کے

دل میں بھرے ہوں گے۔ ہزاروں خواہشیں ایسی ہوں گی جو ابھی پوری نہ ہوئی ہوں گی۔ ہمیں کیا حق ہے کہ ہم ایک انسان کو سسکا سسکا کر ماریں۔ چاہے وہ دشمن تھا لیکن تھا تو انسان۔ آج انسانیت کہاں منہ چھپا گئی لیکن پھر اس کے خیال کا دھارا مڑ گیا۔ اسے یاد آ گیا کہ وہ ایک عظیم فرض کی ادائیگی کر رہے ہیں۔ اگر ایک آدمی مرنے سے کروڑوں آدمیوں کی جان بچ جاتی ہے تو یہ قربانی رائیگاں نہیں جائے گی۔ انسانیت کی بحالی کے لیے خون کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ چاہے وہ خون دشمن کا ہو یا دوست کا۔ انسانیت کی دیوی کی پرورش خون پر ہی ہوتی ہے۔ ایک کا خون سینکڑوں کے لیے امرت بن جاتا ہے۔ تقریباً ایسے ہی خیالات سب کے ذہنوں میں گردش کر رہے تھے۔ لیکن عمران ان خیالات سے بے پرواہ کیپٹن شکیل کے ساتھ آئندہ کے لائحہ عمل پر بات چیت کر رہا تھا۔ آخر یہ طے ہوا کہ عمران اور کیپٹن شکیل واپس چلے جائیں گے اور ان کے جانے کے ایک گھنٹے بعد ٹیم کے ممبر شور مچا دیں گے اور چوکیداروں کو مطمئن کر دیں گے کہ یہاں کے ظلم اور پابندی کو برداشت نہ کرتے ہوئے ان کے ساتھی نے خودکشی کر لی ہے اور واقعی ان سب نے چوکیداروں سے لے کر افسروں تک کو یقین دلا دیا کہ مرنے والا عمران ہی تھا اور معاملہ دب گیا۔

چند دن بعد اسی طرح ایک اور شخص کو ختم کر کے انہوں نے صفدر کو بھی آزاد کرا لیا۔ اب پروگرام یہ تھا کہ پاور پلانٹ کے تباہ ہونے سے پورا ہیڈ کوارٹر تباہ نہیں ہوتا تھا۔ یہ ٹھیک تھا کہ اس کی تباہی سے سارا نظام درہم برہم ہو جاتا لیکن مکمل تباہی ناممکن تھی اور عمران کے خیال میں جب تک اس ہیڈ کوارٹر کی مکمل تباہی نہ ہو اس وقت تک ماکا زونگا کی تنظیم کا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا تھا اور یہ بات یقینی تھی کہ اگر پاور پلانٹ کی تباہی کے بعد بھی وہ یہیں رہتے تو ضرور پکڑے جاتے۔ کیونکہ انہوں نے سختی سے چیکنگ کرنی تھی۔

چنانچہ یہ فیصلہ ہوا کہ پہلے تمام کانوں اور اہم جگہوں پر ڈائنا مائیٹ لگا دیئے جائیں۔ اس کے بعد پاور پلانٹ تباہ کر دیا جائے اور جب سارا نظام ابتر ہو جائے تو پھر ڈائنامیٹ کو آگ لگا کر خود باہر نکل جانے کی کوشش کی جائے۔

''صفدر تم بائیں طرف مڑ کر ایک نمبر گیلری میں ہال نمبر چودہ کی طرف جاؤ۔ وہاں کے چوکیدار کو ختم کر کے تم چوکیدار کا روپ دھار لو اس کے بعد ہم وہاں آئیں گے۔'' ——— عمران نے صفدر سے کہا۔

اور صفدر فوراً ادھر روانہ ہو گیا۔ عمران اور کیپٹن شکیل اس کوٹھڑی کی طرف چل پڑے جہاں ان کے دیگر ساتھی قید تھے۔ عمران چونکہ پانا کی کے میک اپ میں تھا۔ اس لیے اس کے آنے جانے پر کہیں بھی روک ٹوک نہ تھی۔ انہوں نے چوکیداروں سے دروازہ کھولنے کو کہا تو چوکیداروں نے بلاروک ٹوک دروازہ کھول دیا۔ عمران اور کیپٹن شکیل اندر گئے تو جوزف اور تنویر میں چونچیں لڑ رہی تھیں۔ کیپٹن شکیل اور عمران کو دیکھ کر وہ لوگ چپ ہو گئے۔ پانا کی کے میک اپ میں وہ عمران کو جانتے تھے۔ جوزف، تنویر اور چوہان تم تینوں اب سے دو گھنٹے بعد سرنگ سے باہر نکل کر ہمارا انتظار کرنا۔ آج تمام رات تمہیں کام کرنا پڑے گا۔ یہ کہتے ہوئے وہ باہر نکل گئے۔ ادھر صفدر جب ہال نمبر چودہ کے قریب پہنچا تو چوکیدار رات کو اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر گھبرا گیا۔ اس نے جلدی سے اسے سلام کیا کیونکہ صفدر اس وقت چوکیداروں کے افسر کے میک اپ میں تھا۔ صفدر نے سر ہلا کر جواب دیا اور پھر اس سے دریافت کیا۔

''تمہاری ڈیوٹی یہاں کتنے بجے تک کی ہے۔''

''صبح چھ بجے تک جناب۔'' ——— چوکیدار نے جواب دیا۔

''دیکھو ہوشیاری سے ڈیوٹی دینا سو نہ جانا۔ ہاں ذرا دروازہ چیک

کرو کھلا تو نہیں۔''

چوکیدار نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا تو صفدر نے اچانک اس کا منہ دبا دیا۔ اس نے بہت جدوجہد کی لیکن صفدر نے سختی سے اس کا منہ اور ناک دبایا ہوا تھا۔ ہوا نہ ملنے سے وہ چند ہی لمحوں میں بے ہوش ہو گیا تو صفدر نے پستول کا دستہ اس کی کھوپڑی پر مار دیا۔ اب چوکیدار کم از کم صبح تک ہوش میں نہ آ سکتا تھا۔ صفدر نے جلدی سے اپنے کپڑے اتارے اور چوکیدار کو پہنائے اور چوکیدار کی وردی خود پہن کر وہاں پہرہ دینے لگا۔ اس نے چوکیدار کو گھسیٹ کر ایک بنچ کی آڑ میں ڈال دیا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد کیپٹن شکیل اور عمران وہاں آ پہنچے۔ انہوں نے صفدر کو مخصوص اشارہ کیا۔ صفدر نے جواب میں انہیں تسلی دی۔ ہال نمبر چودہ دراصل اسلحہ کا سٹور تھا۔ اس کی حفاظت کا انتظام تمام تر سائنسی تھا۔ ایک چوکیدار تو صرف وہاں اس لیے تعینات کیا گیا تھا کہ کوئی شخص غلطی سے اس کی دیوار یا دروازے کو نہ چھو بیٹھے۔ ہال نمبر چودہ کی دیواروں میں زبردست کرنٹ تھا اور اس کے ساتھ گھنٹیاں منسلک تھیں۔ ذرا بھی دیوار کو چھوا جاتا تو ایک تو اتنا زبردست جھٹکا لگتا کہ انسان اچھل کر دور جا گرتا۔ دوسرا لگاتار گھنٹیاں بجنے لگ جاتیں۔ دروازے کو دوہرا بنایا گیا تھا۔ باہر کے دروازے پر ایسی شعاعوں کا ایک چکر گردش کر رہا تھا جو نظر نہیں آتی تھیں۔ اور اگر ان کا چکر ذرا بھی کٹ جاتا تو ہیڈ آفس میں گھنٹیاں بجنے لگ جاتیں اور سب سے بڑا

خطرہ بھی انہی شعاعوں سے تھا۔

سب سے پہلے انہوں نے وہ بٹن ڈھونڈنا تھا جس کے پریس کرنے سے یہ شعاعیں بند ہو جائیں۔ انہوں نے غور سے دروازے کے آس پاس دیکھنا شروع کر دیا۔لیکن کہیں بھی کوئی بٹن نظر نہ آیا۔ آخر صفدر نے مکھی کے پر جتنا ایک بٹن دروازے کے پاس دیکھا۔ اس پر چونکہ ہلکا سنہری رنگ کر دیا گیا تھا اور سارے دروازے کا رنگ سنہری تھا۔ اس لیے وہ آسانی سے کیا غور سے بھی دیکھنے سے نظر نہیں آتا تھا۔ یہ تو اتفاق تھا کہ صفدر کی نظر پر بٹن چڑھ گیا۔ عمران نے آہستہ سے انگلی سے دبا کر بٹن کو بند کر دیا لیکن اب بھی نامعلوم سا خطرہ تھا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ بٹن وہ نہ ہو۔ چنانچہ کیپٹن شکیل نے پستول کی نال دستانہ چڑھا کر دروازے کے ساتھ لگائی۔ چند منٹ تک وہ انتظار کرتے رہے اور کوئی عمل نہ ہوا۔اب انہیں اطمینان ہو گیا کہ وہی بٹن ٹھیک تھا۔ اب ایک مسئلہ تو حل ہوا۔اب دروازے کے کرنٹ کا مسئلہ تھا۔

عمران نے جیب سے ایک کٹر نکالا اور دروازے کی جڑ میں سے گزرنے والی ایک پتلی سی تار کو کاٹ دیا۔ ایک شعلہ سا لپکا اور سارا کرنٹ ختم ہو گیا۔ انہوں نے ہاتھوں پر ربڑ کے دستانے پہنے اور دروازے کے ہینڈل کو گھمایا۔ دروازے پر پڑے ہوئے تالے کو عمران نے ایک معمولی سی مڑی ہوئی تار سے کھول ڈالا۔

عمران اسی طریقے سے تالے کھولنے میں ماہر تھا۔ وہ اتنی پھرتی اور

اتنی تیزی سے تالا کھولتا کہ دیکھنے والے کو یوں محسوس ہوتا جیسے تالا اس کے اشارے سے کھل گیا ہو۔

دروازہ کھل گیا۔ یہ ہال بہت بڑا تھا۔اس میں جدید ترین اسلحے کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ عمران نے صفدر اور کیپٹن شکیل کو ڈائنامائیٹ اٹھانے کو کہا۔انہوں نے ڈائنامائیٹ کافی مقدار میں اٹھا لیا اور پھر وہ دروازہ بند کر کے باہر نکل آئے۔

اب وہ تینوں تیزی سے کانوں کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں جتنے بھی چوکیدار ملے وہ صفدر کو دیکھ کر کچھ نہ بولے۔ وہ کوٹھڑی کی سرنگ کے خفیہ مقام پر پہنچے تو انہوں نے چوہان، تنویر اور جوزف کو وہاں کھڑے دیکھا۔ یہ تینوں خفیہ سرنگ سے باہر نکل آئے تھے۔ انہوں نے بوجھ کو بانٹ لیا اور چھ افراد کانوں کی طرف چل پڑے۔

کانیں کافی دور تھیں۔ اس لیے عمران نے تنویر، چوہان اور جوزف کے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ کانوں کے نزدیک زمین کے نیچے ڈائنا مائیٹ لگا دیں اور تباہ کرنے والی مشین کوٹھڑی کے نزدیک لگا دیں اور اس وقت تک اس کی حفاظت کریں جب تک ہم خود یہاں پہنچ کر اس کی تباہی کے آرڈر نہ دیں۔ چنانچہ یہ تینوں تو اپنے مشن کی طرف چل پڑے۔

اب عمران، کیپٹن شکیل اور صفدر کے ذمے سب سے مشکل کام تھا یعنی پاور پلانٹ کو تباہ کرنا اور یہ تینوں اسے تباہ کرنے کے لیے چل پڑے۔

پاور پلانٹ دراصل ایک بہت بڑے ہال کی الیکٹرونک مشینوں کو کہتے تھے۔اس ہال میں بڑی بڑی مشینیں لگی ہوئی تھیں جن پر سینکڑوں سائنسدان دن رات کام کرتے رہتے تھے۔ ان مشینوں کا کام دراصل ایسی طاقت پیدا کرنا تھا جس سے زمان و مکان کی دوری ختم ہو جائے۔ یہ مشینیں دن رات چلتی رہتی تھیں۔ ان سے ایک نیا جوہر جسے یہ لوگ سورکیم کہتے تھے تیار ہو رہا تھا۔ یہ جوہر ایٹم سے بھی سینکڑوں گنا زیادہ طاقتور تھا اور اگر واقعی یہ جوہر کافی مقدار میں حاصل ہو جائے تو اس سے ایسے ایسے خطرناک بم بنائے جا سکتے تھے جو حجم میں صرف ایک چھوٹے سے کیپسول کے برابر ہوتے لیکن تباہی میں بموں کو پیچھے چھوڑ جاتے۔ ایسے جہاز تیار ہو سکتے تھے جن کی رفتار کا شاید کوئی عام شخص اندازہ بھی نہ کر سکتا ہو۔ غرض یہ کہ سینکڑوں تباہ کن چیزیں تیار ہو سکتی تھیں۔ اس جوہر کا علم ابھی بقیہ دنیا والوں کو نہیں تھا۔

یہ ایک جرمنی سائنسدان کا دریافت کردہ جوہر تھا اور اس پر پیسہ ما زونگا نے لگایا تھا۔ اگر اس جوہر کو انسانی بھلائی کے کاموں میں لگا جاتا تو حقیقت میں یہ دنیا ایک جنت بن جاتی لیکن انسانی ذہن ہمیشہ زیادہ تخریب کی طرف مائل رہتا ہے۔ خون ریزی اور ظلم انسان کی حیوانی جبلت کو تسکین پہنچاتے ہیں۔ ان سے بھی زیادہ ایک اور جذبہ ہے جس نے بنی نوع انسان کو ازل سے لے کر آج تک چین سے نہیں بیٹھنے دیا اور وہ ہے اقتدار اعلیٰ حاصل کرنا اور یہی جذبہ یہاں بھی کارفرما تھا۔

پاور پلانٹ کا ہال فن تعمیر کا نادر ترین شاہکار تھا۔ یہ پلانٹ قریباً ایک میل لمبا اور آدھا میل چوڑا تھا۔چونکہ یہ تمام ہیڈکوارٹر زمین دوز تھا۔اس لیے اتنا بڑا ہال زمین دوز تیار کر لینا واقعی فن تعمیر کا عجوبہ تھا۔ بہرحال اس کی حفاظت کے لیے انتہائی پراسرار انتظام کیا گیا تھا۔ ایسے انتظامات جن کو دیکھ کر ہر شخص اسے ناقابل تسخیر کہہ اٹھتا۔ اس میں بغیر اجازت آدمی تو آدمی مکھی بھی داخل نہیں ہو سکتی تھی لیکن کیپٹن شکیل ، صفدر اور عمران تینوں اس ناقابل تسخیر چیز کو مسخر کرنے چلے تھے۔ جولیا کو عمران نے ایک بالکل علیحدہ کام سپرد کر دیا تھا۔ اس کے ذمے انتظامات کرنے تھے۔جن سے وہ آسانی سے یہاں سے فرار ہو سکتے۔

پاور پلانٹ کی حفاظت کا سب سے مؤثر کام ایک مشین ادا کر رہی تھی جو اس دروازے کے بیچ میں لگی ہوئی تھی۔ یہ مشین دراصل ایک چھوٹا سا پائیدان تھا اور اس پر سے گزرتے ہوئے محسوس بھی نہیں ہوتا

تھا کہ ہمیں کوئی چیک کر رہا ہے۔ یہ مشین گزرتے ہوئے انسان کے خیالات اور تصورات تک کو نمایاں کر دیتی تھی اور اگر خیالات میں ذرا سی بھی تبدیلی پائی جاتی تو انسان دوسرا قدم اٹھانے سے پہلے ہی ختم ہو جاتا تھا۔ ہال کی دیواروں کو ایسے میٹریل سے تیار کیا گیا جس کو نقب نہیں لگائی جا سکتی تھی۔ دروازہ میں خیالات پڑھنے کی مشین کے علاوہ چوکھٹ میں ایک چھوٹا سا بلب بھی ہر وقت جلتا بجھتا رہتا تھا۔ یہ بلب دراصل ٹیلی ویژن کیمرے کے لیے آنکھ کا کام دیتا تھا۔ اس کے نیچے سے جو چیز بھی گزر جاتی یہ اس کی تصویر بنا کر ایک اور مشین کو بھیج دیتا جو اپنے ریکارڈ میں اس کی تصویر کو چیک کرتی ہے کہ آیا یہ شخص یہاں کام کرتا ہے یا نہیں۔ نئے آدمی کو کام دینے سے پہلے اس آدمی کی تصویر کا ریکارڈ اس مشین میں جمع کرانا پڑتا۔

چنانچہ تصویر ملتے ہی یہ مشین ایک لمحے میں ریکارڈ چیک کر لیتی اور اگر یہ آدمی غلط ہوتا تو اس مشین سے ایک لہر نکلتی اور وہ شخص جل کر راکھ ہو جاتا۔ چوکھٹ سے کسی نئے آدمی کا صحیح سلامت گزر جانا ایک معجزہ تھا۔ یہ ایک لمبی سی گیلری تھی اس میں ایک ایسا نظام تیار کیا گیا تھا جس کے تحت انسان کا چلتے چلتے ایکسرے ہو جاتا تھا۔ اس کے جسم کے اندرونی حصوں، ہڈیوں اور ہڈیوں کے سائز کی تفصیل مشین نکال لیتی اور پھر انہیں اپنے ریکارڈ سے ملاتیں۔ اگر صحیح ہوتا تو انسان بھی محسوس نہ کرتا کہ موت اس کے سر سے گزر چکی ہے اور اگر ذرا بھی شک پڑ جاتا تو انسان موت کے قریب پہنچ جاتا۔ مشین ایک بار پھر

ساری چیکنگ کرتی۔ اگر اب وہ ریکارڈ مل جائے تو ٹھیک اگر نہ گیلری کی چھت سے ایک لہر نکلتی اور انسان بخارات بن کر ہوا میں مل جاتا۔ اس گیلری سے صحیح سلامت نکل جانے کے بعد ہی کوئی شخص اس ہال میں پہنچ سکتا تھا۔

صفدر اور کیپٹن شکیل نے سوچا کہ ان انتظامات سے بچ نکلنا ان کے بس کی بات نہیں لیکن عمران نے انہیں تسلی دی کہ وہ سب کچھ کر لے گا اور عمران کی تسلی بذات خود بہت اطمینان بخش تھی۔

"صفدر اور کیپٹن شکیل جب تم دروازے سے گزرو تو اپنے ذہن کو بالکل صاف کر لینا اور کوئی ایسی حرکت کرنا جس سے تمہارا چہرہ بالکل نیچے ہو تاکہ بلب تمہاری تصویر نہ اتار سکے۔ اس کے بعد گیلری میں جیسا ہوگا دیکھا جائے گا۔"۔۔۔۔ عمران نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

اور اب وہ تینوں پاور پلانٹ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ آنے والے لمحات کا تصور کرتے ہی صفدر کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا کیونکہ ان کی ذرا سی غلطی سب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صفحہ ہستی سے مٹا دیتی۔ بہرحال پوری دنیا کو تباہی کے بچانے کے لیے وہ تینوں ایک عزم سے آگے بڑھتے چلے گئے۔

سب سے آگے عمران تھا۔ اس کے بعد صفدر اور آخر میں کیپٹن شکیل۔ ان تینوں کی جیبوں میں کوئی بم یا پستول نہیں تھا۔ کیونکہ عمران کے خیال میں اگر ان کی جیب میں ایسی کوئی چیز ہوتی تو وہ ایک لمحے

میں پکڑے جاتے۔ اب دروازہ بالکل سامنے آ گیا۔ یہ چھوٹا سا دروازہ تھا۔ جس پر کی گئی حسین گلکاری اسے بڑا جاذب نظر بنا رہی تھی لیکن جاذبیت غلط آدمی کے لیے موت کا پیغام بن جاتی۔ عمران نے اپنا پہلا قدم قالین پر رکھ دیا اور پھر دوسرا قدم اور پھر وہ صحیح سلامت قالین کو پار کر گیا۔ اب صفدر کی باری تھی۔ صفدر نے بھی قالین پر قدم رکھتے ہی پوری قوت ارادی سے اپنے ذہن کو خالی کر دیا اور پھر وہ بھی صحیح سلامت باہر نکل گیا۔ اسی طرح کیپٹن شکیل بھی پار ہو گیا۔ ان تینوں نے اپنے منہ نیچے کئے ہوئے تھے۔اس لیے ان کی تصویر نہ کھینچ سکی۔ اب سامنے موت کی گیلری تھی۔ اس گیلری میں جیسے ہی ان تینوں نے قدم رکھے اچانک چھت پر لگا ہوا ایک بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا اور عمران نے خطرے کا نعرہ لگایا۔ اچانک چھت سے ایک لہر تیزی سے نکلی لیکن عمران اس لہر سے پہلے ہی چھلانگ لگا چکا تھا۔ لہر قالین پر پڑی اور وہاں سے قالین بخارات بن کر اڑ گیا۔

''دوڑو''۔۔۔۔۔۔ عمران چیخا۔

اور وہ تینوں اندھا دھند بھاگنے لگے۔ اسی لمحے چھت سے مسلسل لہریں کودنے لگیں لیکن وہ انتہائی پھرتی اور تیزی سے بچ رہے تھے۔ آدھا راستہ انہوں نے طے کر لیا تھا۔ اچانک کیپٹن شکیل نے صفدر کو دھکا دیا اور صفدر منہ کے بل آگے جا گرا۔ جہاں سے صفدر کا جسم آگے ہوا تھا وہیں لہر پڑی اور صفدر بال بال بچ گیا۔ اب عمران پچھتا رہا تھا کہ وہ پستول کیوں نہیں لائے۔ اگر پستول ساتھ ہوتے تو کم از کم یہ

بلب تو توڑ دیتے۔ ان کے چاروں طرف بجلیاں سی کوند رہی تھیں۔ کسی بھی لمحے ان تینوں میں سے کوئی ایک یا تینوں ختم ہو سکتے تھے لیکن قدرت ابھی تک تو انہیں بچا رہی تھی۔ اچانک عمران نے نیچے پڑے ہوئے قالین کو دیکھا۔ وہ بخارات بن چکا تھا لیکن وہ تینوں ایک اور بلب کی زد میں آ چکے تھے۔

اب تینوں نے قالینوں کو اٹھا کر پھینکنا شروع کر دیا تھا۔ یہ بھی ایک انتہائی مشکل کام تھا۔ بھاگتے ہوئے قالین اٹھا کر اوپر پھینکنا بھی انہی لوگوں کا کام تھا۔ خدا خدا کر کے عمران تو گیلری کو پار کر گیا۔ دوسرے ہی لمحے صفدر بھی اب کیپٹن شکیل تھا۔ پھر ایک لمبی چھلانگ نے اسے بھی صحیح سلامت گیلری سے پار کر دیا۔اب وہ ایک چھوٹے کمرے میں تھے۔ اس بھیانک گیلری میں سے صحیح سلامت نکل آنا انہیں عجیب محسوس ہو رہا تھا۔ شاید قدرت کو ابھی ان کی زندگی مقصود تھی جو وہ صحیح سلامت اس گیلری سے نکل آئے تھے۔ عمران بھی محسوس کر رہا تھا کہ اس سے زیادہ بھیانک راستہ اس نے کبھی طے نہیں کیا تھا۔ ان کے جسم پسینے سے تر بتر تھے۔ چند منٹ اس کمرے میں سانس درست کرنے کے بعد وہ دروازہ کھول کر ہال میں گھس گئے تھے۔ ہال میں گھستے ہی ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کیونکہ وہ زندگی میں پہلی بار اتنا وسیع وعریض ہال دیکھ رہے تھے۔ ہال میں سینکڑوں کی تعداد میں عجیب وغریب مشینیں لگی ہوئی تھیں اور ہزاروں آدمی وہاں کام کر رہے تھے۔ سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کسی نے بھی ان کی

طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا کیونکہ ان کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ کوئی غلط شخص دروازے اور گیلری کو پار کر کے ہال میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس لئے وہ مطمئن تھے۔ یہ تینوں ان مشینوں کے پاس سے گزرتے چلے گئے۔ عمران نے کیپٹن شکیل کو مخصوص اشارہ کیا اور کیپٹن شکیل نے کونے میں لگی ہوئی ایک مشین کا رخ کیا۔ دوسرے ہی لمحے صفدر بھی ایک دوسری مشین کی طرف مڑ گیا۔ عمران کا رخ درمیان میں لگی ہوئی ایک بہت بڑی مشین کی طرف تھا۔ کیپٹن شکیل نے جس مشین کا رخ کیا تھا وہ ایک چھوٹی سی مشین تھی جس پر ایک آدمی کام کر رہا تھا۔ وہ مشین کے ہینڈل کو پکڑے سامنے لگے ہوئے ڈائل کو بغور دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر ڈائل کو دیکھنے کے بعد اس نے ہینڈل چھوڑ دیا اور اطمینان سے پیچھے کی طرف مڑا لیکن کیپٹن شکیل نے انتہائی پھرتی سے اسے پیچھے کی طرف کھینچ لیا۔ کیپٹن شکیل کا ایک ہاتھ اس کے منہ پر تھا۔ ایک لمحے میں وہ بے ہوش ہو گیا۔ کیپٹن شکیل نے اس کا مخصوص لباس اتارا اور خود پہن لیا اور پھر اس کا گلا گھونٹ دیا۔

اب کیپٹن شکیل اس مشین کو آپریٹ کر رہا تھا۔ وہ ہینڈل کو پکڑے اسی کی طرح غور سے مشین کے ڈائل کو دیکھ رہا تھا۔ مشین کے ڈائل پر سینکڑوں سرخ اور سبز ہندسے بنے ہوئے تھے جن پر مختلف رنگ کی سوئیاں تھرک رہی تھیں۔ ادھر صفدر جس مشین کی طرف گیا تھا وہ آٹومیٹک تھی۔ اس پر کوئی آدمی نہ تھا۔ عمران نے جس مشین کا رخ کیا وہ ایک بہت بڑی مشین تھی۔ اس پر دس آدمی کام کر رہے تھے۔ عمران

نے ایک کے کندھے پر ہاتھ مارا اور وہ جیسے ہی پیچھے مڑا۔ عمران نے ایک زوردار مکہ اس کے منہ پر مارا وہ چکراتا ہوا نیچے جا گرا۔ باقی ساتھی ششدر کھڑے دیکھتے رہے۔

عمران نے اسی لمحے ایک زوردار سیٹی بجائی اور خود اچھل کر ایک زوردار ٹھوکر مشین کے بڑے سے ڈائل پر مار دی۔ ڈائل چکنا چور ہو گیا۔ چنانچہ جیسے ہی وہ ڈائل ٹوٹا ایک زوردار گونج پیدا ہوئی اور اس مشین کے تمام بلب بجھ گئے۔ ادھر صفدر نے آٹومیٹک مشین کے مختلف بٹن دبا دیئے اور مشین رک گئی۔ صفدر اسے رکا ہوا دیکھ کر دوسری مشین کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ چند قدم ہی چلا ہوگا کہ پہلی مشین ایک زوردار دھماکہ سے پھٹ گئی۔ صفدر اس بار بھی بال بال بچ گیا۔

ادھر کیپٹن شکیل نے ہینڈل کو الٹا گھما دیا۔ ایک زوردار گونج پیدا ہوئی۔ کیپٹن شکیل بھاگ کر اس مشین سے پرے ہٹ گیا۔ وہ مشین بھی غلط استعمال کی وجہ سے پھٹ گئی۔ اس مشین کا پھٹنا تھا کہ سارے ہال میں جگہ جگہ زوردار دھماکے ہونے لگے اور مختلف مشینیں زوردار دھماکوں سے پھٹنے لگیں۔ دراصل کیپٹن شکیل والی مشین پاور مشین تھی۔ اس مشین سے مخصوص گیس ساری مشینوں کو جاتی تھی۔ ہینڈل الٹا گھمانے سے گیس کا دباؤ ہر مشین میں بڑھ گیا اور دباؤ کی وجہ سے مشینیں پھٹنے لگیں۔ سارے ہال میں بھگدڑ مچ گئی۔ کام کرنے والے تمام لوگ گیلری کی طرف بھاگے۔ عمران، صفدر اور کیپٹن شکیل بھی ان میں شامل ہو گئے۔ جیسے یہ تینوں گیلری میں پہنچے چھت سے لہریں کودنے لگیں۔

لیکن ہر بار ان کی پھرتی انہیں بچا جاتی اور ان کی جگہ کوئی اور شخص اس کی زد میں آ جاتا۔

ابھی انہوں نے آدھی گیلری پار کی تھی کہ اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ ایسے محسوس ہوا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ ہر چیز زیر زمین ہو کر رہ گئی۔ تمام لوگ اوندھے منہ فرش پر گر پڑے۔ عمران کو شدید جھٹکا لگا لیکن اس نے اپنے اوسان قابو رکھے اور وہ تیزی سے گیلری پار کر گیا۔ چند ہی لمحوں بعد کیپٹن شکیل اور صفدر بھی گیلری پار کر گئے اور تیزی سے ایک طرف بھاگنے لگے۔ ابھی وہ تینوں دس بارہ قدم ہی دور گئے تھے کہ ایک اور کان پھاڑ دھماکہ ہوا۔ یہ اتنا زوردار دھماکہ تھا کہ پاور پلانٹ کے پرخچے اڑ گئے اور عمران، کیپٹن شکیل اور صفدر تینوں تیزی سے اس کوٹھڑی کی طرف بھاگے۔ جہاں تنویر، چوہان اور جوزف ڈائنا مائیٹ لگانے کے لیے بالکل تیار کھڑے تھے اور انہیں صرف عمران، کیپٹن شکیل اور صفدر کا انتظار تھا۔ اسی لمحہ چاروں طرف بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے۔ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔

جولیا کو نیوبارک کے ساحل سے ہیڈکوارٹر لے جایا گیا تھا۔ یہاں اس پر کافی سختیاں ہونے کے باوجود اس کا منہ بند رہا۔ پھر کیپٹن شکیل نے اسے رہا کر کے اپنے ساتھ ملا لیا۔ پہلے تو کیپٹن شکیل کو غدار سمجھ کر جولیا کو غصہ آ گیا لیکن جب کیپٹن شکیل نے اسے تمام واقعہ سنایا تو اس کا غصہ جاتا رہا۔ جس دن پاور پلانٹ کی تباہی کا منصوبہ تھا اس دن جولیا کے ذمے ہیڈکوارٹر سے باہر نکلنے کے انتظامات تھے۔

جولیا نے ان کے رن وے کا پتہ چلا لیا تھا۔ چنانچہ وہ سیدھی رن وے گئی۔ اس نے چار پانچ ہیلی کاپٹر کھڑے دیکھے۔ یہ تمام رن وے انڈر گراؤنڈ تھا۔ کنٹرول روم میں بٹن دبانے سے اوپر کی چھت ایک طرف ہو جاتی اور ہیلی کاپٹر اور چھوٹے طیارے آسانی سے باہر پرواز کر جاتے تھے۔

اب مسئلہ تھا ایسے انتظامات کرنے کا کہ فوراً ایک ہیلی کاپٹر اور

کنٹرول روم پر قبضہ کر لیا جاتا۔ چنانچہ وہ سیدھی کنٹرول روم میں چلی گئی۔

"ہیلو جولیا۔ ادھر کیسے بھول گئی۔" ـــــ کنٹرول روم آفیسر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ کیونکہ کیپٹن شکیل کے ساتھ رہنے سے سب لوگ اسے اچھی طرح جان گئے تھے۔

"ویسے ہی سیر کرنے نکل آئی ہوں۔" ـــــ جولیا نے جواب دیا۔

"آیئے تشریف رکھیں۔" ـــــ آفیسر نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"شکریہ۔" ـــــ جولیا نے آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگوں کا آسمان دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"ہم تو روزانہ آسمان دیکھتے ہیں۔" ـــــ آفیسر نے لگاوٹ سے کہا۔

"وہ کیسے۔" ـــــ جولیا نے حیرت آمیز لہجے میں کہا۔

"یہ دیکھئے۔" ـــــ آفیسر نے ساتھ لگے ہوئے بورڈ میں سے ایک سرخ رنگ کا بٹن دبایا۔ ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ سے پورے رن وے کی چھت ایک طرف سرک گئی اور اوپر آسمان صاف نظر آنے لگا۔

جولیا آسمان کو دیکھ کر خوشی سے تالیاں بجانے لگی۔

"بہت خوب۔ بہت خوب۔ یہ تو بہت ہی اچھا سسٹم ہے اور واقعی یہ عجوبہ ہے۔"

"جی ہاں۔"

"آپ کی بڑی مہربانی آپ کی وجہ سے میں نے کافی مدت کے بعد آسمان دیکھ لیا۔" ـــــ جولیا نے سرخ رنگ کے بٹن کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ سوئیس نژاد ہیں۔" ـــــ آفیسر نے پوچھا۔

"جی ہاں میں سوئیس ہوں۔" ـــــ جولیا نے آہ بھر کر کہا۔

"تو آپ ان کالے لوگوں کے ساتھ کیسے مل گئیں۔"

"بس مقدر کی خرابی سمجھئے۔"

"کیپٹن شکیل نے اچھا کیا جو ماکازونگا کی اطاعت میں آ گئے۔ ہم لوگ جلد ہی تمام دنیا کو فتح کر لیں گے اور پھر کیپٹن شکیل کو اور اچھی پوسٹ مل جائے گی۔" ـــــ آفیسر نے کہا۔

"جی ہاں۔ دیکھئے کب ملتی ہے۔ میں تو اب یہاں کے ماحول سے اکتا گئی ہوں۔"

"کیوں۔" ـــــ آفیسر نے حیرت سے پوچھا۔

"دراصل میں چاہتی ہوں یہاں سے نکلوں تو کسی انگریز سے شادی کر لوں۔" ـــــ جولیا نے معصوم لہجے میں کہا۔

وہ آفیسر بھی انگریز تھا۔ یہ سن کر وہ پوری طرح سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"انگریز سے۔ وہ کیوں۔"

"دراصل مجھے انگریز اچھے لگتے ہیں۔ بااصول، قناعت پسند اور رومانی طبیعت کے مالک جو ہوتے ہیں۔" ـــــ جولیا نے اس کی

طرف غور سے دیکھا اور مسکرا دی۔

لیکن کیا کیپٹن شکیل اس کو گوارا کریں گے۔

ارے شکیل کی پرواہ کون کرتا ہے۔ یہ تو مجبوری تھی جو میں نے ہاں کر دی ورنہ ایسے لوگوں کی طرف تو میں آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں۔

آپ فکر نہ کریں بندہ ہر طرح کی خدمت کے لئے حاضر ہے آفیسر نے بالکل لوٹتے ہوئے کہا اب وہ جولیا کے جسم کو بھوکی نظروں سے دیکھ رہا تھا اس کے دیکھنے کا انداز کچھ ایسا تھا۔

جیسے وہ اسے کچا ہی کھا جانے کا ارادہ رکھتا ہو۔

شکریہ میں آپ کے بارے میں بھی غور کروں گی آپ بھی تو انگریز ہیں جولیا نے کہا۔

جی ہاں آپ فکر نہ کریں میں ہر طرح سے آپ کی خدمت کروں گا۔

نہیں فکر نہ کریں آپ تو ویسے بھی مجھے اچھے لگ رہے ہیں۔ جولیا نے آخری پھندہ کستے ہوئے کہا۔

اب آفیسر پوری طرح پھندے میں آچکا تھا۔

میں نے آج تک ہیلی کاپٹر اندر سے نہیں دیکھا آپ مجھے ہیلی

کاپیٹر دکھا کر میری یہ حسرت پوری کریں گے۔

ضرور ضرور آیئے یہ کونسی بڑی بات ہے۔

آفیسر نے اٹھتے ہوئے کہا وہ اور جولیا نکل کر رن وے پر کھڑے ہوئے ایک ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گئے یہ ہیلی کاپٹر رن وے کے ایک کونے میں کھڑا تھا۔ اس آفیسر نے جولیا کا ہاتھ تھام لیا اور اور اسے آہستہ آہستہ دبانا شروع کر دیا۔ جولیا نے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ آہستہ آہستہ مسکراتی رہی وہ دونوں ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچ گئے آفیسر نے جولیا کو ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور جولیا اچھل کر اندر بیٹھ گئی آفیسر نے اسے اچھی طرح سمجھایا کہ کس طرح ہیلی کاپٹر چلتا ہے اور کس طرح پرواز کرتا ہے کافی دیر تک وہ اسے سمجھاتا رہا پھر وہ جولیا کا بوسہ لینے کے لئے جھکا لیکن جولیا نے اسے ہاتھ سے ہٹا دیا اور خود دروازہ کھول کر باہر نکل آئی آفیسر بھی دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ جولیا نے ہیلی کاپٹر کی پوزیشن کو اچھی طرح سمجھ لیا چلانا تو اسے پہلے ہی اچھی طرح جانتی تھی۔

دراصل وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ ہیلی کاپٹر کی ٹینکی میں پٹرول کتنا ہے اور اس نے دیکھ لیا کہ ہیلی کاپٹر کی ٹینکی بھری ہوئی تھی اسے اطمینان ہو گیا کہ اب وہ اور آفیسر دوبارہ کنٹرول روم کی طرف جا رہے ہیں۔

کنٹرول روم میں جا کر وہ کافی دیر بیٹھی رہی اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا اور سب لوگ اچھل پڑے۔

سارے لوگ سراسیمہ ہو کر کنٹرول روم سے باہر نکل آئے جولیا سمجھ گئی کہ وہ پاور پلانٹ تباہ ہو چکا ہے سب لوگ حیرانی سے

ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ دھماکہ کیسے ہوا۔ چند ہی منٹوں بعد ایک اور زور دار دھماکہ ہوا اور پاور پلانٹ کی طرف آگ کے شعلے بلند ہوتے ہوئے نظر آئے۔ تھوڑی دیر بعد سب لوگ ادھر ادھر بھاگتے نظر آئے۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ آفیسر بھی جولیا کو بھول کر ہونقوں کی طرح ایک جانب دوڑ پڑا۔ اب جولیا ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ رہی تھی۔

جوزف، تنویر اور چوہان ڈائنا مائیٹ کے بنڈل اٹھائے کانوں کی طرف چلے گئے۔ وہ لوگوں کی نظروں سے چھپ کر جا رہے تھے۔ عام راستے سے ہٹ کر وہ ایک چھوٹی سی گیلری سے گزرے۔ ان کی حالت ایسی تھی جیسے مزدور ہوں۔ وہ سر جھکائے آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ کانوں کے پاس پہنچ کر انہوں نے ایک خفیہ اور موزوں ترین جگہ پر بھاری مقدار میں ڈائنامائیٹ لگا دیا اور اس پر ایک چھوٹی سی مشین فٹ کر دی۔ یہ مشین وائرلیس سسٹم پر کام کرتی تھی۔ وائرلیس پر جب مخصوص فریکونسی ملائی جاتی تو اس مشین کا بٹن دب جاتا اور ڈائنامائیٹ پھٹ پڑتا۔ کانوں کے قریب ڈائنامائیٹ دفن کرنے کے بعد وہ ماکازونگا کی رہائش گاہ اور دفاتر کی طرف چلے۔ راستے میں انہیں ایک آفیسر نے روک لیا۔

"کون ہو تم اور یہ کیا لئے جا رہے ہو۔"

''ہم مزدور ہیں اور یہ سامان دفتر پہنچانا ہے۔''------ تنویر نے کہا۔

''دکھاؤ مجھے یہ کیا ہے۔''

آفیسر انتہائی فرض شناس معلوم ہو رہا تھا۔ تنویر نے ڈائنامیٹ کا بنڈل نیچے رکھا اور پھر اچانک اچھل کر آفیسر کو زور سے ٹکر ماری۔ آفیسر کو ٹکر چونکہ غفلت میں لگی تھی۔ اس لیے وہ زمین پر جا گرا۔ زمین پر گرتے ہی تنویر نے اس کا گلا دبوچ لیا۔ آفیسر نے کافی جدوجہد کی۔ لیکن تنویر نے اسے اس وقت چھوڑا جب اس کی روح قفس عنصری کو پرواز کر چکی تھی۔ تنویر نے اس کی لاش اٹھا کر ایک طرف اندھیرے کونے میں ڈالی اور خود بنڈل اٹھا کر آگے چلے گئے۔ دفاتر کے قریب پہنچ کر انہوں نے ایک اور موزوں جگہ پر ڈائنامیٹ کا پورا بنڈل زمین پر دفن کر دیا اور اس پر بھی وہی مشین فٹ کر دی۔ یہ مشین چھوٹی سی تھی اور سرسری طور پر بھی دیکھنے سے بالکل محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اب ان کی آخری نشانہ ان کی رہائش گاہیں تھیں۔ وہ تینوں تیسرا بنڈل اٹھائے رہائش گاہوں کی طرف چل پڑے۔ یہ بنڈل جوزف نے اٹھایا ہوا تھا۔ وہ تینوں آہستہ آہستہ رہائش گاہوں کے قریب ہوتے جاتے تھے۔ رہائش گاہوں پر کڑا پہرہ تھا۔ اچانک ایک پہرے دار نے انہیں روک لیا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔

''کون ہو تم اور ادھر کیوں جا رہے ہو۔''

''ہم اپنے انکل کے گھر جا رہے ہیں۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے۔''

چوہان نے مزاحیہ لہجے میں کہا۔

چوکیدار بھی جوزف کی طرف ہٹا کٹا نظر آ رہا تھا۔ اس لیے جوزف کے ہاتھوں میں کھجلی ہونے لگی۔ اس نے چپکے سے وہ بنڈل تنویر کے ہاتھ میں دے دیا اور فوراً آگے بڑھ کر چوکیدار کے قریب چلا گیا۔

''ذرا ایک منٹ میری بات سنو۔''------ جوزف نے اسے کہا۔

''کیا بات ہے۔''------ اس نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تم سنو تو سہی۔''------ جوزف اسے ایک طرف آڑ میں لے جانا چاہتا تھا۔ چوکیدار جوزف کے ساتھ چل پڑا۔ ایک طرف لے جا کر جوزف نے تاک کر چوکیدار کی ناک پر زوردار مکا مارا اور چوکیدار لڑکھڑایا۔ اس کی مشین گن مکے کے دھکے سے گر پڑی تھی۔

''خوب۔ تم میں تو کافی جان معلوم ہوتی ہے۔''------ جوزف نے ٹھوکر مار کر مشین گن کو دور پھینک دیا۔

اب جوزف باکسنگ کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ چوکیدار بھی مقابلے میں ڈٹ گیا۔ اس نے جوزف کو مکا مارنا چاہا لیکن جوزف نے اسے ایک ہاتھ سے روک کر دوسرے ہاتھ کا زوردار پنچ مارا اور چوکیدار لڑکھڑا کر زمین پر جا گرا۔ اس کی ناک اور منہ سے خون ابل پڑا۔ تنویر اور چوہان نے موقعہ غنیمت سمجھ کر وہیں قریب ہی تیسرا بنڈل بھی دبا دیا۔ اتنی دیر میں جوزف نے چوکیدار کو ادھ موا کر دیا اور پھر جوزف نے اس کا گلا دبا کر اس کی لاش ایک طرف ڈال دی۔ اب وہ تینوں تیزی سے دوبارہ اپنی کوٹھڑی کی طرف چل پڑے۔ چلتے وقت جوزف

نے چوکیدار کی مشین گن بھی اٹھا لی جو اس نے تنویر کو دے دی۔ تنویر کی جیب میں وائرلیس پر فریکونسی سیٹ کرنے والا آلہ پڑا تھا۔ اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ دھماکہ کہیں قریب ہی ہوا تھا۔ وہ سمجھ گئے کہ عمران کا منصوبہ کامیاب ہو چکا ہے۔ ابھی کوٹھڑی سے وہ کافی دور تھے۔ اچانک ایک طرف سے گولی چلنے کی آواز آئی اور گولی جوزف کے بازو میں گھستی چلی گئی۔ جوزف نے ایک ہلکی سی چیخ ماری اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو دور دفاتر کے قریب ایک چوکیدار ہاتھ میں پستول لئے کھڑا تھا۔ غالباً ان کو بھاگتے دیکھ کر اسی نے گولی چلا دی تھی۔ تنویر نے جوزف کو زخمی دیکھا تو چوہان کو اشارہ کیا کہ جوزف کو تھام لے اور خود مڑ کر اس چوکیدار کی طرف مشین گن سیدھی کی۔ ریٹ ریٹ کی مخصوص آواز گونجی اور چوکیدار کا جسم گولیوں کی بوچھاڑ میں قلابازیاں کھانے لگا۔ مشین گن کی آواز سن کر اور چوکیدار ادھرادھر سے نکل آئے۔

لیکن یہ تینوں اتنی دیر میں آڑ میں ہو چکے تھے۔ اچانک ایک بار پھر کان پھاڑ دھماکہ ہوا۔ پھر افراتفری مچ گئی۔ چاروں طرف لوگ سراسیمہ ہو کر بھاگنے لگے۔ اب ان کا راستہ صاف تھا۔ یہ تینوں بھی ان میں شامل ہو گئے۔ ان کا رخ کوٹھڑی کی طرف تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ کوٹھڑی کے قریب پہنچ گئے۔ جوزف نے ایک ہاتھ سے زخمی بازو کو پکڑا ہوا تھا جس سے لگاتار خون نکل رہا تھا۔ ابھی انہیں کوٹھڑی کے پاس پہنچے چند لمحے ہوئے تھے کہ عمران، صفدر اور کیپٹن شکیل بھاگتے ہوئے ان کے قریب پہنچ گئے۔ اب چاروں طرف خطرے کے الارم بج رہے تھے۔

عمران نے آتے ہی تنویر سے پوچھا۔

''منصوبہ تیار ہے۔''

''ہاں کان، دفاتر اور رہائش گاہ میں۔''

''اوکے۔ وائرلیس سیٹ نکالو۔''

اور تنویر نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ لیکن پھر چونک پڑا کہ وائرلیس سیٹ بھاگتے ہوئے کہیں گر پڑا تھا۔

''کیا ہوا''ـــــــ عمران نے تنویر کا رنگ بدلتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

''وائرلیس سیٹ گم ہو گیا ہے۔''

''کیا۔ یہ کیسے ہوا''ـــــــ اور صفدر کو سارے منصوبہ اور محنت پر پانی پھرتا نظر آیا۔

''معلوم نہیں، کہیں گر پڑا''ـــــــ تنویر نے اداس ہو کر کہا۔

''گر پڑا۔ ارے یہ بھی کوئی شاعر کا دل ہے جو کہیں گر پڑا۔ جیسے میرا دل آپ کے قدموں میں گر پڑا ہے۔''

عمران نے مصرعے کے جوڑ جوڑ ہلا دیئے۔

''چلو کوئی بات نہیں پیارے۔ اب جولیا کے عشق میں ٹھنڈی آہیں بھرو۔''

''اب کیا کریں''ـــــــ صفدر نے عمران کی بکواس پر دھیان نہ دیتے ہوئے کہا۔

آ عندلیب مل کر کریں آہ و زاریاں

تو ہائے گل پکار میں کہوں ہائے دل

عمران نے ایک ہاتھ کان پر رکھتے ہوئے شعر پڑھا۔ سب کے اس بے وقت کی راگنی پر منہ بن گئے۔ظاہر ہے ایسے خوفناک حالات میں شعر کس کو سوجھتا ہے۔ اتنی دیر میں چاروں طرف سپاہی پھیل گئے۔ جن کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ انہوں نے ناکہ بندی کر لی تھی اور اب وہ مشتبہ افراد کو ڈھونڈ رہے تھے۔

''جاؤ تنویر اسی راستے واپس جاؤ اور وائرلیس سیٹ ڈھونڈ کر رن وے کی طرف ہمیں آملنا''۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

اور تنویر ابھی مڑا ہی تھا کہ ایک شخص تیز تیز قدم اٹھاتا پاس سے گزرا۔ اس نے جاتے جاتے وائرلیس سیٹ عمران کے ہاتھ پر رکھ دیا اور بولا

''ایکسٹو۔ رن وے۔''

یہ یقیناً ایکسٹو کی آواز تھی۔ اگلے ہی لمحے وہ ایک طرف مڑ گیا تھا اور ایکسٹو کو یوں آزادی سے ماکا زونگا کے ہیڈکوارٹر میں چلتے پھرتے دیکھ کر صفدر، چوہان اور تنویر حیران رہ گئے لیکن جلد ہی وہ سنبھل گئے۔ کیونکہ اب ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ وہ فوراً رن وے کی طرف چلے لیکن اب رن وے تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ چاروں طرف ناکہ بندی کر دی گئی تھی اور ہر آدمی کو روک کر اس کی تلاشی لی جا رہی تھی۔ چاہے وہ افسر ہو یا عام مزدور۔ عمران نے تنویر سے مشین گن لی اور انہیں اشارہ کیا کہ وہ اس سے علیحدہ ہو کر نکلیں اور سیدھے رن وے پہنچیں۔

جولیا نے کوئی نہ کوئی انتظام کیا ہوگا۔

وہ آگے بڑھے تو چوکیداروں نے انہیں روکنا چاہا لیکن ریٹ ریٹ کی مخصوص آواز گونجی اور چوکیدار سینے پر ہاتھ رکھے زمین پر تڑپنے لگے۔ بھاگتے بھاگتے انہوں نے بھی چوکیداروں کے ہاتھوں سے مشین گنیں چھین لیں۔ اب باقی چوکیداروں نے مورچے سنبھال لئے۔ یہاں بھی صفدر مشین گن لے کر ایک طرف چھپ گیا۔اس نے چوکیداروں کے جواب میں فائرنگ کر دی۔ اب چوکیداروں پر دو طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی اور باقی لوگ دوسری طرف سے چھپ کر رن وے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اچانک عمران کی طرف سے ایک زوردار چیخ بلند ہوئی اور فائرنگ بند ہوگئی۔

صفدر سمجھ گیا کہ عمران نے کامیاب چال چلی ہے۔اس نے اور بھی زیادہ شدت سے فائرنگ شروع کر دی۔ تھوڑی دیر میں اس کے پاس راؤنڈ ختم ہو گئے۔ اب اس نے مشین گن پھینکی اور ایک طرف بھاگا۔ لیکن موڑ مڑتے ہی تین آدمیوں نے اسے اپنے شکنجہ میں کس لیا۔صفدر تین آدمیوں کے بس کا نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی کہنی ایک کی پسلیوں میں اتنے زور سے ماری کہ وہ چیخ مار کر زمین پر بیٹھ گیا۔ دوسرے پر لات چلی، تیسرے کو ٹکر اور پھر وہ تینوں زمین پر پڑے تڑپ رہے تھے۔ صفدر آگے بھاگ رہا تھا۔ وہ اندھا دھند مختلف موڑ مڑتا گیا۔

اچانک اسے محسوس ہوا جیسے آگے راستہ بند ہے۔ وہ سائیڈ میں مڑ

گیا۔ اسے وہی اسلحہ خانہ نظر آیا جہاں سے انہوں نے ڈائنامائیٹ وائر لیس سیٹ اور ڈائنامائیٹ پر لگانے والی مشینیں اٹھائی تھیں۔ اس بار ساتھ ہی پاور پلانٹ پھٹنے سے اس کی دیواریں ٹوٹ گئی تھیں اور اسلحہ ہر طرف بکھرا پڑا تھا۔ صفدر جلدی سے ایک بڑے سوراخ سے اندر چلا گیا۔ اس نے ڈائنامائیٹ کے تین بنڈل اٹھائے۔ انہیں خالی پیٹیوں کے ڈھیر کے پیچھے رکھا اور ان پر مشین فٹ کر دی۔

پھر ایک مشین گن اٹھا کر اس نے ہاتھ میں لے لی۔ دس دستی بم اس نے اپنی جیبوں میں ٹھونس لئے اور پھر رن وے کی طرف چل پڑا۔ اب اسلحہ خانہ سے اسے راستہ آتا تھا۔ چنانچہ وہ چھپتا چھپاتا رن وے کے قریب پہنچ گیا۔ رن وے پر بھی پہرہ لگا ہوا تھا۔ ٹیم کے باقی ممبر اسے کہیں بھی نظر نہ آئے۔

اچانک اسے جولیا نظر آ گئی جو ایک ہیلی کاپٹر کے پاس کھڑی حیران نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ افراتفری میں کسی کی نظر اس پر نہ پڑی۔ صفدر نے تیزی سے رن وے کی سڑک پار کی اور چھپتا چھپاتا اس ہیلی کاپٹر کی طرف کھسکنے لگا۔ جیسے ہی وہ جولیا کے قریب پہنچا۔ جولیا نے اسے دیکھ لیا۔ اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ اس وقت حالات انتہائی نازک تھے۔ صفدر نے اس کے ہاتھ میں چپکے سے ایک دستی بم دے دیا اور خود ساتھ ہی ایک ٹرک نما گاڑی کے پیچھے چھپ گیا۔ تھوڑی دیر میں کیپٹن شکیل، تنویر، چوہان اور جوزف بھی پہنچ گئے۔

''صفدر تم کنٹرول روم میں جاؤ اور سامنے لگے ہوئے بورڈ میں سرخ رنگ کے بٹن کو دبا دینا۔ اوپر کی جانب رن وے کی چھت ہٹ جائے گی۔'' ــــــ جولیا نے صفدر سے کہا اور صفدر آہستہ آہستہ چلتا ہوا کنٹرول روم کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

ادھر جولیا نے سب کو ہیلی کاپٹر میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ ایک ایک کر کے ہیلی کاپٹر میں بیٹھ گئے۔ ابھی وہ اچھی طرح بیٹھے بھی نہ تھے کہ چوکیداروں کی ان پر نظر پڑ گئی۔ انہوں نے ہیلی کاپٹر کو گھیرے میں لینا شروع کر دیا۔ جولیا بڑی گھبرائی ہوئی تھی۔ صفدر سیدھا بورڈ کی طرف بڑھ گیا اور ایک سیکنڈ بعد اس نے سب کے درمیان لگے ہوئے سرخ رنگ کے بٹن کو دبا دیا۔ ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی اور رن وے کی چھت ایک طرف ہٹ گئی۔ صفدر فوراً واپسی کے لیے مڑا۔ جب وہ دروازے کے قریب پہنچا تو اچانک کنٹرول روم کی سائیڈ سے کچھ لوگ نکلے اور اسے پکڑنے کے لیے دوڑے۔ صفدر نے پھرتی سے دستی بم کی پن کھینچی اور اسے کنٹرول روم میں پھینک دیا اور خود باہر نکل گیا۔

ایک زوردار دھماکہ ہوا اور کنٹرول روم کے پرخچے اڑ گئے۔ ادھر جیسے ہی چھت ہٹی جولیا نے ہیلی کاپٹر اڑا دیا۔ کیونکہ دشمن چاروں طرف سے ہیلی کاپٹر کو گھیر رہا تھا۔ اب ٹیم میں صفدر اور عمران باقی رہ گئے تھے۔ ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ جولیا نے ہیلی کاپٹر کو آہستہ سے اونچا کیا۔ اتنی دیر میں صفدر قریب پہنچ گیا۔ اس نے دوڑ کر اٹھتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو پکڑ لیا۔ اب وہ ہیلی کاپٹر کے نیچے لٹک رہا تھا۔ اچانک ہیلی کاپٹر کو

زوردار جھٹکا لگا اور صفدر کے ہاتھ چھوٹ گئے۔ وہ دھڑام سے زمین پر آ گرا۔ دراصل جولیا جلدی میں ہیلی کاپٹر کو کنٹرول نہ کر سکی تھی۔ اس لیے جھٹکا لگا۔

صفدر زمین پر گرتے ہی اٹھ کھڑا ہوا لیکن چاروں سے دشمن نے اسے گھیر لیا۔ صفدر نے جلدی سے دستی بم نکال کر چاروں طرف پھینک دیئے۔ زوردار دھماکے ہوئے اور دشمن کے سپاہیوں کے پرخچے اڑ گئے۔ ہیلی کاپٹر اب کافی اونچا اٹھ چکا تھا۔ عمران کا ابھی تک کوئی پتہ نہ تھا۔ اچانک ایک طرف سے عمران ایک آدمی کو اٹھائے ہوئے نظر آیا۔ عمران کا جسم زخمی تھا۔ چہرے پر خراشیں تھیں۔ جس آدمی کو اس نے اپنے کندھے پر لاد رکھا تھا وہ بے ہوش معلوم ہوتا تھا۔ صفدر کو عمران کے پیچھے ایک اور قد آور بھرے ہوئے جسم والا شخص بھی دوڑتا ہوا نظر آیا۔ اس نے بھی ایک بھاری شخص کو کندھے پر لادا ہوا تھا۔ جولیا کا ہیلی کاپٹر کافی اونچا اٹھ گیا تھا۔ چنانچہ اب وہ ایک اور ہیلی کاپٹر کی طرف لپکے لیکن دشمن نے ایک بار پھر ان پر حملہ کر دیا۔ اس دوسرے شخص کو صفدر پہچان گیا تھا کہ یہ وہی شخص تھا جس نے انہیں وائرلیس سیٹ دیا تھا اور جو یقیناً ایکسٹو تھا۔ انہوں نے اپنے کندھوں پر لادے ہوئے آدمیوں کو زمین پر پٹخا اور دشمن سے دست بدست لڑنے لگے۔ عمران کے جوہر دیکھنے کے قابل تھے۔ زخمی ہونے کے باوجود وہ انتہائی پھرتی سے لڑ رہا تھا اور ادھر ایکسٹو کے زوردار مکوں نے حشر برپا کر دیا۔ صفدر بھی حتی المقدور لڑ رہا تھا کہ اوپر سے جولیا نے انہیں دیکھ

لیا۔ اس نے فوراً ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارا اور کیپٹن شکیل نے مشین گن سے دشمن پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔

حالانکہ صفدر، عمران اور ایکسٹو بھی لڑائی میں شامل تھے لیکن کیپٹن شکیل کا نشانہ اتنا صحیح تھا کہ مجال کوئی گولی ان کو لگتی۔ فائرنگ سے آ۔ والے گھبرا کر ادھر ادھر بھاگے۔

جولیا نے جلدی سے ہیلی کاپٹر واپس اتارا اور صفدر ایکسٹو اور عمران نے دونوں آدمیوں کو اٹھا کر ہیلی کاپٹر میں پھینکا اور خود بھی سوار ہو گئے۔ اب ہیلی کاپٹر دوبارہ اوپر اٹھنے لگا۔

''ابھی تک ہم پر بڑے پیمانے پر حملہ نہیں ہوا اور نہ ہی ہمیں ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی۔'' ـــــ صفدر نے حیران ہوتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

''دراصل وہ لوگ ماکا زونگا کے احکامات کے منتظر ہیں اور ماکا زونگا اس وقت بے بس ہوئے ہمارے سامنے پڑے ہیں۔'' ـــــ عمران نے جواب دیا۔

''ماکا زونگا۔ کیا یہی ماکا زونگا ہیں۔'' ـــــ سب نے حیرت سے کہا۔

''جی۔ یہی ہیں۔ جو دنیا پر حکمرانی کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔''

ایکسٹو ایک طرف چپ چاپ بیٹھا تھا۔ سب اس کی طرف چور نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن صاف معلوم ہوتا تھا کہ ایکسٹو میک

اپ میں ہے۔ میک اپ بھی بے ڈھنگا تھا۔اس کے بے ڈھنگے ہونے کا مقصد ہی یہی تھا کہ سب اچھی طرح پہچان جائیں کہ یہ میک اپ میں ہے۔

جب ہیلی کاپٹر کافی اونچا نکل گیا تو عمران نے جیب سے وائر لیس سیٹ نکال کر اس پر مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی اور بٹن دبا دیا۔ایک لمحے بعد زوردار دھماکے ہوئے اور پھر نیچے آگ کے شعلے اور پتھر ہوا میں اڑتے نظر آئے۔ ماکا زونگا کا ہیڈکوارٹر تباہ ہو چکا تھا اور ماکا زونگا دونوں عمران کی حراست میں تھے۔سب نے اطمینان کا سانس لیا۔ہیلی کاپٹران کو لئے تیزی سے اڑا چلا جا رہا تھا۔

ختم شد



عمران سیریز
شوگی پاما
مظہر کلیم ایم اے
سرورق تازگی: ڈاکٹر حامد حسن

ناول ملکیت و سکیننگ: ڈاکٹر حامد حسن

عمران سیریز

شوگی پاپا

مظہر کلیم ایم اے

اس ناول کے تمام نام، مقامات، واقعات قطعی فرضی ہیں، کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جن کے لیے پبلشر، مصنف اور پرنٹر ذمہ دار نہ ہوں گے۔

ناشر ——— سید ممنون حسین زیدی
پرنٹر ——— قصور آرٹ پریس
کتابت ——— عمران شہزادہ بھٹی
تعداد ——— ایک ہزار
قیمت ——— ۱۲/ روپے

ناول ملکیت و سکیننگ: ڈاکٹر حامد حسن

شاہراہ ادب اردو بازار لاہور

ضرب کلیم

نیا ناول حاضر خدمت ہے، امید ہے کہ جس طرح میرے سابقہ ناول آپ کے معیار پر پورے اترے ہیں اسے بھی پسند فرمائیں گے، بعض قارئین نے مجھے میری خامیوں کی طرف توجہ دلائی ہے، میں ان کا شکرگزار ہوں، انشاءاللہ آئندہ انہیں دور کرنے کی کوشش کروں گا، زیرِ نظر ناول "ایک خوفناک مجرم کی کہانی" ہے، جس کا کام حکومتوں کے دفاعی، سائنسی، تکنیکی فارمولے چرا کر عالمی منڈی میں بھاری رقم کے عوض فروخت کرنا ہے، یہ خوفناک مجرم کئی دفعہ بلیک میل کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے اور بڑی بڑی طاقتیں اس کے نام سے خوفزدہ رہتی ہیں، عمران کے ملک میں بھی یہ مجرم آ دھمکا، اور اس نے ہر طرف خوف و ہراس پھیلا کر اپنا بھیانک منصوبہ شروع کر دیا، عمران اور شوگی پاما کا خوفناک ٹکراؤ! عمران کا اس سے پہلے کبھی بھی ایسے مجرم سے پالا نہ پڑا تھا، بہر حال عمران اپنی حماقتوں اور ذہانت کی وجہ سے اس مجرم کو قابو کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس ناول میں کوشش کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ سسپنس پیدا کر دی، آیئے دیکھتے ہیں کہ کس حد تک کامیاب ہو سکا ہوں،

آپ سابقہ روایات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اپنی آراء سے نوازنا نہ بھولیے گا۔

فقط سلام

مظہر کلیم ایم۔ اے۔



پھر آگیا ہوں گردشِ دوراں کو ٹال کر

ممنون حسین زیدی

ناول ملکیت و سکیننگ: ڈاکٹر حامد حسن

آج کل سیکرٹ سروس کے تمام رکن فارغ تھے۔ کیونکہ ان کے لئے کوئی کیس نہیں تھا۔ اس لئے ان کا مشغلہ صرف ہوٹلوں میں گپیں ہانکنا، ساحل سمندر پر سمندر کی موجوں سے کھیلنا تھا۔ جولیا بھی وقت گذارنے کے لئے آج ہوٹل میں بیٹھی چائے کی چسکیوں سے دل بہلا رہی تھی کہ اچانک ایک غیر ملکی لڑکی نے اس کی میز پر آ کر ہیلو کیا اور جولیا چونک کر لڑکی کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

ایک شیریں آواز جولیا کے کانوں سے ٹکرائی اور جولیا نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک غیر ملکی لڑکی کھڑی تھی۔

"شوق سے تشریف رکھیے۔"

جولیا نے شگفتہ لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے سونیہ کہتے ہیں"، لڑکی اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"مجھے جولیا نافطر واٹر کہتے ہیں" جولیا نے جواباً اپنا تعارف کرایا۔

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی"

"مجھے بھی" جولیا نے اکتا کر جواب دیا۔ کیونکہ اُسے ان رسمی جملوں سے بے انتہا چڑ تھی۔ اُسے ایسا محسوس ہوتا جیسے دو پڑھے لکھے افراد ایک دوسرے کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔ نہ جان نہ پہچان اور رسمی خوشی ہونے لگی۔

"معاف کیجئے، میں مخل تو نہیں ہوئی" اس لڑکی نے جولیا کے چہرے پر اکتاہٹ کے اثرات دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ! نہیں..... نہیں..... میں کچھ سوچنے لگ گئی تھی" جولیا نے فوراً موڈ ٹھیک کرتے ہوئے جواب دیا۔

"دراصل مجھے اس ملک میں آئے ہوئے صرف تین دن ہوئے ہیں۔ اس لئے یہاں میرا کوئی دوست نہیں! جس سے میں چند منٹ بیٹھ کر وقت گزار سکوں۔ آپ کو یہاں اکیلے بیٹھے دیکھ کر میں آپ کے پاس چلی آئی"

"کوئی بات نہیں مجھے خوشی ہوگی اگر آپ مجھے اپنوں میں سے ایک سمجھیں"

"ہاں آپ کہاں سے تشریف لائی ہیں"

"میں ویسے تو نالیہ کی رہنے والی ہوں۔ لیکن پرسوں میں جرمنی سے آئی ہوں"

"کہیئے آپ کو میرا ملک پسند آیا"

جولیا نے براہ راست اپنے ملک ہی کے بارے میں سوال کر دیا

"آپ کا ملک! معاف کیجئے مجھے تو آپ اس ملک کی رہنے والی نظر نہیں آتی"

صوفیہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"دراصل سوئس ہوں لیکن تو پچھلے سات سال سے میں نے اس ملک کی شہریت اختیار کر لی ہے۔ کیونکہ مجھے یہ ملک ہر لحاظ سے بے حد پسند آیا ہے اور اب تو میں اسی ملک کی ایک باشندہ ہوں"

"اوہو! مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ مجھے اس ملک میں آئے ہوئے ابھی تین دن ہوئے ہیں۔ لیکن یہاں کا ماحول مجھے بے حد پرخلوص لگا ہے۔"

"آپ کتنا عرصہ یہاں قیام کریں گی۔"

"میرا خیال ہے میں تقریباً ایک ہفتہ یہاں رہوں گی۔"

"اوہو معاف کیجئے، باتوں میں مجھے خیال ہی نہ رہا۔ آپ کیا پئیں گی؟"

کوئی بات نہیں آپ چائے منگوا لیجئے۔

اور جولیا نے ویٹرس کو ہاٹ سیٹ چائے کا آر

آپ کا یہاں کیا شغل ہے" صوفیہ نے پوچھا۔

میں یہاں کی ایک امپورٹ ایکسپورٹ فرم میں منیجر کی حیثیت سے کام کر

رہی ہوں۔

"بہت خوب"

اتنے میں ویٹرس نے چائے لاکر رکھ دی۔ جولیا نے چائے بنا کر صوفیہ کو پیش کی اور دونوں خاموشی سے چائے پینے لگیں۔ ابھی جولیا نے چائے کے دو گھونٹ ہی لئے تھے کہ اس کا سر چکرانے لگا۔ اس کے ذہن نے دھوکہ دھوکہ کی گردان شروع کر دی لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتی اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ اور اس کا سر میز پر ڈھلک گیا۔

صوفیہ نے آگے بڑھ کر فوراً اسے سنبھالا۔ اور صوفیہ کے چہرے پر سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی۔

پاس ہی کی میزوں پر بیٹھے ہوئے دو تین نوجوان جولیا کی یہ حالت دیکھ کر اس کی طرف لپکے لیکن صوفیہ نے انہیں یہ بتا کر مطمئن کر دیا کہ اس کی بہن کو ایسے دورے پڑتے رہتے ہیں اور پھر دو نوجوان کی مدد سے وہ جولیا کو لے کر ہوٹل کے باہر آئی بل کی رقم وہ وہیں میز پر ہی چھوڑ آئی تھی اور پھر انہیں نوجوانوں کی مدد سے صوفیہ نے جولیا کو ایک سفید رنگ کی امپالا کار میں لٹا دیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی اور امپالا رینگنے لگی اور ہوٹل کے مین گیٹ سے باہر نکل گئی۔ جیسے ہی اس کی کار مین گیٹ سے باہر آئی صوفیہ کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لہرانے لگی۔

لیکن اُسے معلوم نہیں تھا کہ ایک چھوٹی سی سرخ رنگ کی کار اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ دراصل صوفیہ جیسے ہی بے ہوش جولیا کو لے کر ہوٹل سے باہر نکل رہی تھی۔ اتفاقاً کیپٹن شکیل اپنی کار سے اتر کر ہوٹل میں چائے پینے کے لئے داخل ہو رہا تھا۔ اس نے جولیا کو جو اس حالت میں دیکھا۔ تو وہ ایک لمحہ کے لئے ٹھٹھکا۔ لیکن پھر لاپرواہی سے اچکاتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ اندر جا کر اس نے ایک متجس نظر ہال پر ڈالی لیکن پھر ایسے منہ بنا لیا۔ جیسے اس کا مطلوبہ آدمی ہال میں موجود نہ ہو اور پھر وہ ——— ہال سے باہر نکل آیا۔ اس وقت صوفیہ جولیا کو کار میں بیٹھا کر سیٹ پر بیٹھ گئی۔ لیکن شکیل چند لمحے کار کے پاس باہر کھڑا سوچتا رہا۔ اس نے ایک اچٹتی ہوئی نظر سفید امپالا پر ڈالی اور پھر خود بھی کار میں بیٹھ گیا۔ اب اس کی کار بھی آہستہ آہستہ ہوٹل سے باہر نکل آئی۔ دراصل جولیا کو اس حالت میں دیکھنے سے اب تک ساری کارروائی کیپٹن شکیل نے اس لئے

کی تھی۔ کہ وہ کسی کی نظروں میں نہ آئے۔ کیونکہ اس نے فوراً محسوس کر لیا تھا کہ جولیا کو
بے ہوش کرنے والی لڑکی کے مددگار ضرور ہوں گے اور ہوں گے بھی نزدیک
تاکہ وہ دوسروں پر نظر رکھ سکیں...... اگر وہ ٹھٹھک کر فوراً رک جاتا اور پھر جولیا کی
طرف بڑھتا...... یا ہوٹل میں جانے کی بجائے وہیں سے وہ جولیا کے تعاقب
میں لگ جاتا تو یہ ایک غیر فطرتی بات ہوتی اور وہ یقیناً ان لوگوں کی نظروں میں آ
جاتا اور پھر جولیا تو ضرور رہا ہو جاتی...... لیکن جولیا کے اغواء کا اصل مقصد اس کی
نظروں سے غائب ہو جاتا...... بہرحال اب وہ اس سفید ایمپالا کا تعاقب کر رہا تھا
اس کی دوربین نظروں نے دیکھ لیا تھا کہ سفید ایمپالا کے پیچھے ایک سیاہ رنگ
کی کونسل بھی تھی۔ جس میں یقیناً اس لڑکی کے مددگار ہوں گے۔ مختلف سڑکوں سے
ہوتے ہوئے سفید ایمپالا ماڈل کالونی کے بنگلے میں رک گئی۔ سیاہ کونسل آگے بڑھ
گئی اور کیپٹن شکیل بھی کار تیزی سے آگے بڑھا گیا۔ اور پھر سیاہ کونسل چوک سے وائیں
ہاتھ مڑ گئی اور کیپٹن شکیل نے اپنی کار تقریباً چوک سے دو سو گز دور کھڑی کر دی اور خود
پیدل واپس بنگلے کی طرف چل پڑا۔

جب وہ واپس آیا تو بنگلے کا صدر دروازہ بند ہو چکا تھا اور بنگلے میں ہر طرف تاریکی
کا راج تھا...... ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے بنگلہ میں کوئی نہ رہتا ہو۔ کہیں سے بھی
روشنی کی ایک کرن بھی نظر نہیں آتی تھی۔ وہ بنگلہ کی پشت کی طرف مڑ گیا۔ پشت پر پہنچ
کر اس نے اندر کودنے کے لئے نزدیک ہی ایک جگہ منتخب کی اور پھر وہ دیوار پر تھا۔
تب اس نے محسوس کیا کہ کمپاؤنڈ میں کتے کھلے چھوٹے ہوئے ہیں پھر اچانک ہی
نزدیک سے ایک کتے کی بھونکنے کی آواز آئی کیپٹن شکیل نے جیب سے چاقو

نکالا اور دیوار سے نیچے اتر آیا۔ اتنے میں کتا اس پر جھپٹ چکا تھا۔ اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آتا تھا لیکن کیپٹن شکیل نے پھرتی سے چاقو چلایا اور کتے کی بھیانک چیخ فضا میں لہراتی چلی گئی۔ ابھی کیپٹن سیدھا بھی نہیں ہوا تھا کہ اچانک دو اور کتے اس پر جھپٹ پڑے اور پھر اندھیرے میں ایک خوفناک جنگ شروع ہو گئی کیپٹن شکیل گھوم گھوم کر چاقو چلا رہا تھا۔ اور کتے بھی جھپٹ جھپٹ کر اس پر حملے کر رہے تھے۔

چند لمحے بعد ایک اور کتا چیخ مار کر ڈھیر ہو چکا تھا۔ کتوں کے حملوں سے شکیل کے کپڑے پھٹ گئے تھے۔ جسم پر خراشیں آ گئیں لیکن تیسرا کتا اب سنبھل سنبھل کر وار کر رہا تھا کیپٹن شکیل تیسرے کتے سے نجات حاصل نہیں کر سکا تھا کہ اچانک اس پر ایک بڑی سی ٹارچ کی روشنی پڑی، کیپٹن ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا لیکن کتے نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شکیل کے کوٹ کا ایک بازو ادھیڑ دیا۔

"ہینڈز اپ ...... ورنہ گولیوں سے جسم چھلنی کر دوں گا۔

ایک چیختی ہوئی آواز آئی اور روشنی نے اب مستقل طور پر کیپٹن شکیل کو گھیرے میں لے لیا لیکن کیپٹن شکیل کتے کو کس طرح ہینڈز اپ کراتا۔ اگر وہ خود ہینڈز اپ کر لیتا۔ تو کتا شاید اس کا حلق ادھیڑ کر رکھ دیتا۔ اس لئے اس نے ہاتھ اوپر کرنے کے کتے کو جھپٹ کر پکڑ لیا۔ کتے کی ایک ٹانگ شکیل کے ہاتھوں میں تھی۔ اور پھر اس نے پھرتی سے کتے کو سر کے اوپر ایک چکر دیا اور باؤنڈری وال کے ساتھ دے مارا۔ کتے کی ایک دردناک چیخ فضا کا سینہ چیرتی ہوئی چلی گئی۔

کتوں سے نجات پا کر کیپٹن شکیل نے ہاتھ اوپر کر لئے۔ کیونکہ اب چاروں طرف اسے سٹین گنوں کی نالیاں اپنی طرف اٹھی نظر آئیں۔ کمپاؤنڈ

میں اب روشنی ہو رہی تھی سٹین گنوں والے پانچ تھے اس کے جسم پر بے شمار خراشیں تھیں۔ جن سے خون رس رہا تھا۔ کپڑے تار تار ہو چکے تھے۔ لیکن چہرے پر کسی قسم کا تاثر نہ تھا اس کی آنکھیں اطمینان کا اظہار کر رہی تھیں۔

"چلو"

ایک سٹین گن والے نے اشارہ کیا۔

کیپٹن شکیل سٹین گنوں کے نرغے میں چل دیا۔ وہ چلتے ہوئے برآمدے میں پہنچ گئے اب دو طرف روشنی تھی۔ برآمدے میں اسے دو اور سٹین گن والے نظر آئے۔ وہ سمجھ گیا کہ یہاں کوئی اہم راز پرورش پا رہا ہے اسے ذاتی طور پر اس بارے میں [illegible] نہ تھا۔ وہ [illegible] جاتے اس معاملے میں پھنس گیا تھا۔ اسے برآمدے میں لا کر ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ سٹین گنوں کے نرغے میں ہی ایک آدمی نے اس کے زخموں پر بینڈیج کی۔ اور اسے مختلف کیپسول کھانے کے لئے دیئے۔ کیپٹن [illegible] ان کی ہمدردی کا ضرور معترف تھا۔ اور پھر وہ کمرہ میں اکیلا رہ گیا۔ مگر [illegible] اکلوتا دروازہ بھی اب بند ہو چکا تھا۔

عمران سر سلطان کے پاس بیٹھا سنجیدگی سے باتیں کر رہا تھا۔
موضوع واقعی [illegible] اہم تھا کہ عمران کو اپنی ازلی حماقت کو بالائے طاق
رکھ کر سر سلطان کی بات سننی پڑی۔ عمران ابھی [illegible]
سر سلطان کا فون پہنچا اور جس کے نتیجے میں وہ یہاں تھا۔
عمران بیٹے۔ اب تم نے ہی کچھ کرنا ہے۔
سر سلطان نے اپنے سفید بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
"لیکن انٹرپول کی رپورٹ کسی غلط فہمی پر مبنی نہ ہو"
عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
ہرگز نہیں یہ رپورٹ انٹرپول کے ذہین ترین آفیسر کیپٹن فارمن کی ہے۔
اور اس کی رپورٹ آج تک غلط ثابت نہیں ہوئی۔

"ہوں میں آج ہی سے کارروائی شروع کرتا ہوں"
کچھ کریئے ورنہ بہت نقصان ہوگا۔ کیونکہ شوگی پاما جیسے مجرم کسی چھوٹے موٹے معاملے میں ہاتھ نہیں ڈالتے۔ ان کا ٹارگٹ بہت بڑا ہوتا ہے۔ اور اگر اس کا مشن خدا نخواستہ کامیاب ہوگیا تو یقیناً ملک کو حد سے زیادہ نقصان پہنچے گا"

اچھا میں دیکھوں گا کہ شوگی پاما کیا کرتا ہے۔ اچھا میں چلتا ہوں۔
"خدا حافظ"

ٹھہرو ناشتہ میرے ساتھ کرکے جانا"
ناشتہ کا سن کر عمران کی حماقت دوبارہ آئی۔
میں ناشتے میں کلیجی وگردہ کھاتا ہوں اور وہ بھی اونٹ کا!
"اونٹ کا"

ایک لمحے کے لئے تو سر سلطان حیران رہ گئے۔ لیکن پھر خفت محسوس کرتے ہوئے جھینپ گئے اور انہوں نے سر اٹھایا تو عمران غائب تھا۔

عمران کوٹھی سے باہر نکل کر کار میں بیٹھا اور پھر اس کی ٹو سیٹر تیزی سے دانش منزل کی طرف دوڑنے لگی۔ اس کا دماغ اب بھی سر سلطان کی باتوں میں لگا ہوا تھا۔ دراصل سر سلطان نے اسے اس لئے بلایا تھا کہ انہیں انٹرپول سے ایک رپورٹ ملی تھی کہ بدنام ترین بین الاقوامی مجرم "شوگی پاما" جو عرف عام میں شوگی کے نام سے معروف تھا۔ ان کے ملک میں پہنچ گیا تھا اور شوگی پاما کا کسی ملک میں پہنچنا کسی بحران سے کم نہ

تھا دنیا کی کئی حکومتوں کے تختے صرف اسی کی وجہ سے الٹے گئے تھے۔ کئی
حکومتیں زبردست مالی اور اقتصادی بحران میں مبتلا ہو گئیں اور کئی حکومتوں
کے اہم ترین جنگی راز اڑا کر دوسروں کو بیچ دیئے۔ تمام دنیا کی حکومتیں
کو شوگی پاما کسی نہ کسی مقدمہ میں مطلوب تھا۔ تمام دنیا کی سیکرٹ سروسیں
اور خصوصی طور پر انٹرپول اس کے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ لیکن شوگی پاما اتنا
عیار اور ذہین تھا کہ آج تک کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ کسی حکومت
کے پاس اس کا کوئی ایسا فوٹو نہیں تھا۔ جسے وہ اصلی کہہ سکیں۔ کیونکہ اس
کے بارے متعلق عام افواہ تھی کہ وہ ہر وقت میک اپ میں رہتا ہے۔ اس کا
ایک پورا گروہ تھا۔

لیکن گروہ کا کوئی آدمی بھی شوگی پاما کو نہیں جانتا تھا۔ اور نہ انہوں
نے اسے کبھی دیکھا بس اس کی آواز انہیں کنٹرول کرتی تھی یہ گروہ بھی
انتہائی خفیہ طریقے سے کام کرتا تھا۔ اور باقی چھوٹے موٹے کاموں کے لئے
وہ مقامی بدمعاشوں سے کام لیتے تھے۔

اب انٹرپول سے رپورٹ آئی تھی۔ کہ شوگی پاما ان کے ملک میں پہنچ
چکا ہے۔ اب یہاں جو بھی ہوتا وہ غیر متوقع نہیں تھا۔ اس لئے عمران
حد سے زیادہ محتاط تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس بار سابقہ کسی ایسے ویسے
مجرم کے ساتھ نہیں بلکہ شوگی پاما سے ہے۔ اور پھر اس کے محتاط ہونے
کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اسے یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ شوگی پاما کیا
کرنا چاہتا ہے۔ یہی سوچتے ہوئے وہ دانش منزل پہنچ گیا۔

اس نے کار لاک کی اور خود بلیک زیرو کے پاس پہنچ گیا. بلیک زیرو اس وقت فون کر رہا تھا. عمران کو دیکھ کر اس نے فون رکھ دیا وہ کچھ پریشان معلوم ہوتا تھا.

میں آپ ہی کو فون کر رہا تھا. بلیک زیرو نے کہا.

کیوں صبح صبح کوئی رشتہ مل گیا تھا.

عمران صاحب! جولیا اور کیپٹن شکیل اپنے فلیٹ سے غائب ہیں بلیک زیرو نے کہا عمران کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا.

"تو کیا ہوا کسی قاضی کے پاس بیٹھے نکاح نامہ پر دستخط کر رہے ہوں گے"

عمران نے بدستور مذاحیہ لہجے میں کہا.

"مذاق نہیں عمران صاحب یہ حقیقت ہے" بلیک زیرو از حد سنجیدہ تھا بلیک زیرو کی سنجیدگی دیکھ کر اب عمران بھی چونکا.

لیکن تم نے صبح صبح انہیں کیوں فون کیا تھا.

مجھے صفدر نے جولیا کے غائب ہونے ہونے کی اطلاع دی تھی. اس نے ویسے ہی جولیا کے فلیٹ پر فون کیا تھا. تو گھنٹی بجتی رہی لیکن ریسور کسی نے نہ اٹھایا صفدر کو کچھ شک گزرا. پھر وہ جولیا کے فلیٹ پر پہنچا وہاں تالا لگا ہوا تھا. پڑوسیوں سے پوچھ گچھ پر معلوم ہوا کہ وہ کل شام سے واپس نہیں آئی. پھر صفدر نے مجھے اطلاع دی. میں نے باری باری سب کو ٹیلی فون کیا سب موجود تھے سوائے کیپٹن شکیل کے. وہ بھی کل شام سے غائب ہے

اب میں آپ کو ٹیلی فون کر رہا تھا۔

"کہ کہیں میں تو ساتھ غائب نہیں" اور ہاں وہ جا کہاں سکتے ہیں۔ خدشہ

انہیں اغوا کیا گیا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ ساری شرارت شوگی پاما کی ہو

کیونکہ اس سے کچھ بعید نہیں"

"شوگی پاما"

بلیک زیرو شوگی پاما کا نام سن کر اچھل پڑا۔

جی ہاں! طاہر صاحب! شوگی پاما ہمارے ملک میں پہنچ چکا ہے۔ کیوں

آیا ہے یہ ابھی معلوم نہیں! مجھے ابھی سر سلطان نے بلا کر اطلاع دی ہے اور

میں وہاں سے سیدھا تمہارے پاس چلا آیا ہوں آگے تم نے یہ خبر ہی سنا

دی ہے۔ ہو سکتا ہے ان کے غائب ہونے میں شوگی پاما کا ہاتھ ہو۔

بہر حال تم صفدر کو کہہ دو۔ کہ وہ ان کی تلاش کرے اور دوسرے تمام

ممبرز کو کہہ دو کہ وہ سب تا اطلاع ثانی اپنے فلیٹس سے باہر نہ جائیں۔ شوگی یقیناً

پہلے ایکسٹو کی ٹیم کا تیا پانچہ کرے گا۔ پھر وہ کام کو ہاتھ لگائے گا کیونکہ اس

کے ذرائع بہت وسیع ہیں اسے بخوبی معلوم ہے کہ اس ملک میں ایکسٹو اور

اس کی ٹیم ہی اس کا راستہ روک سکتی ہے اس لئے وہ پہلے ہم سے نپٹے گا

اچھا میں چلتا ہوں۔ تم بھی ہوشیار رہو کسی قسم کی اطلاع صفدر کی طرف سے

آئے تو مجھے ضرور پہنچانا"

اور عمران واپس چل پڑا۔۔۔۔۔۔۔ عمران کے واپس جاتے ہی بلیک زیرو

نے صفدر کو فون ڈائل کیا۔ ادھر سے صفدر کی آواز آئی۔

"ہیلو صفدر اسپیکنگ"

"ایکسٹو"

"یس سر"

صفدر کی مؤدب آواز رسیور میں گونجی۔

"صفدر تم نے کیپٹن شکیل اور جولیا کا پتہ لگانا ہے۔ کہ وہ کہاں غائب ہوتے ہیں آیا انہیں کسی نے اغوا کیا ہے۔ یا وہ خود کہیں گئے ہیں۔

"بہتر سر!"

صفدر نے جواب دیا۔

"لیکن یہ سب کچھ تم میک اپ میں کرو گے"

بلیک زیرو نے حکم دیا۔

"میک اپ میں...... وہ کیوں جناب"

صفدر کی سمجھ میں اس حکم کا مقصد نہ آیا۔

"صفدر ذرا تم خود بھی سوچا کرو۔ چاہئیے تو یہ تھا کہ میرے حکم کے بغیر تم ایسا کرتے الٹا تم وجہ پوچھ رہے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر جولیا اور کیپٹن شکیل کو کسی نے اغوا کیا ہے تو پھر یہ کسی بڑے گروہ کا کام ہے۔ جو ایکسٹو کی ٹیم کے ذریعے سے مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ اور اب وہ نگرانی کرے گا کہ کون ان دونوں کے متعلق پوچھ گچھ کرتا ہے۔ یقیناً تم نظر میں آجاتے۔ اور پھر بھی اغوا کر لیا جاتا اور اس طرح باری باری ساری ٹیم ان کی نظر میں آجاتی میک آپ میں ہونے کی وجہ سے تمہاری اغوا کا خدشہ ختم ہو جائے گا۔ اب

سمجھ میں آئی بات "

جی ہاں !

" میں شرمندہ ہوں کہ میرا دماغ اتنی گہرائی میں نہ پہنچ سکا "

صفدر نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

" ہاں مجھے رپورٹ کتنی دیر میں دو گے ! "

بلیک زیرو کی تحکمانہ آواز گونجی

" دو گھنٹے کے بعد آپ کو رپورٹ مل جائے گی "

" او۔ کے ! اوور اینڈ آل "

اور بلیک زیرو نے رسیور رکھ دیا۔ پھر اس نے باری باری سب ممبرز کو ٹیلی فون پر ہدایت کی کہ وہ ایکسٹو کے حکم کے بغیر اپنے فلیٹس سے باہر نہ نکلیں۔

حامد حسن

.جولیا کو جب ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک کمرے میں ایک پلنگ پر لیٹے ہوا پایا پہلے تو اس نے حیرانی سے چاروں طرف دیکھا۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ کہ وہ کہاں ہے۔ اور کیسے آئی۔ آہستہ آہستہ سے دماغ پر سے دھند چھٹنے لگی۔ اور پھر اس کے سامنے ہوٹل کا سارا منظر گھوم گیا پھر اسے خود پر غصہ آنے لگا کہ وہ کسی آسانی سے مار کھا گئی۔ لیکن ابھی وہ پوری طرح سوچ بھی نہ سکی تھی کہ اس کا پلنگ زور زور سے ہلنے لگا وہ فوراً اٹھنے لگی لیکن پتہ چلا کہ وہ تو پلنگ سے بندھی ہوئی ہے اتنے میں پلنگ نیچے کی طرف جانے لگا۔ شاید پلنگ کسی قسم کی لفٹ تھی۔ کمرے پر کمرے گزرنے لگے آخر وہ ایک بہت بڑے ہال میں پہنچ گئی۔

جہاں ایک میز کے گرد بہت سے آدمی نقاب پہنے کھڑے تھے۔ ہال

کے دروازے پر کھڑے ہوئے دو نقاب پوشوں نے جو سٹین گن لئے ہوئے تھے آگے بڑھ کر جولیا کو پلنگ سے کھولا پھر سٹین گن سائے میں ایک ستون سے باندھ دیا۔ جولیا نے جو ادھر ادھر نظر دوڑائی تو اسے حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا۔ کیونکہ سامنے کے ستون کے ساتھ کیپٹن شکیل بندھا ہوا تھا لیکن اس کی حالت یوں کہ کپڑے تار تار تھے۔ جسم پر جا بجا پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ سر نیچے جھکا ہوا تھا۔ جولیا کیپٹن شکیل کی اس حالت پر تڑپ اٹھی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔ کہ کیپٹن شکیل اس حالت میں کیسے پہنچا اور یہ کون سا گروہ ہے اور ہمیں پکڑنے میں اس کا مقصد کیا ہے؟

اچانک ان میں سے ایک شخص سرنج ہاتھوں میں لئے آگے بڑھا اور اس نے کیپٹن شکیل کے بازو میں سوئی گھونپ دی۔ پھر ایک بے رنگ سیال کیپٹن شکیل کے جسم میں گھسنے لگا۔ جولیا دانت بھینچے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اس کے خیال میں شاید شکیل کو زہر کا ٹیکہ لگایا جا رہا تھا۔ اس کا اپنا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ وہ کیپٹن شکیل کی شخصیت سے بے حد متاثر تھی اب اس کی متوقع موت کا تصور کر کے ہی اس کا دل کانپ اٹھا تھا۔ لیکن اچانک خوشی سے اس کا رواں رواں کانپ اٹھا۔ جب بجائے مرنے کے کیپٹن شکیل کو ہوش آنے لگا۔ کیپٹن شکیل نے آہستہ سے سر اٹھایا۔ ادھر ادھر دیکھا۔ اس کی نظروں میں حیرانگی تھی۔ ایک نظر اس نے جولیا کو بھی دیکھا۔ لیکن جولیا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں کوئی تاثر نہ ابھرا چہرہ تو اس کا پہلے ہی سے سپاٹ تھا آخر اس کی نظریں ان چار آدمیوں پر جم گئیں۔ جو ایک میز کے گرد کھڑے اسے

گھور رہے تھے۔ نقابوں میں سے ان کی آنکھیں صاف چمکتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔"

"آپ لوگوں نے مجھے یہاں کیوں باندھ رکھا ہے"

کیپٹن شکیل کی آواز سے سختی ظاہر تھی۔

"سزا دینے کے لئے"

ان میں سے ایک نے جواب دیا

"کیوں کیا میں نے کوئی جرم کیا ہے"

کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"تم ہماری کوٹھی میں کیوں گھسے تھے"

"چوری کرنے کے لئے"

کیپٹن شکیل نے اطمینان سے جواب دیا۔

"واہ واہ اب ہمیں بہلانے چلے ہو۔ چور تمہاری طرح انگلش سرج کا سوٹ پہنے نہیں ہوتا"

"میں ماڈرن چور ہوں"

کیپٹن شکیل نے سنجیدگی سے کہا۔

"سچ سچ بتاؤ ورنہ کھال ادھیڑ دی جائے گی"

"مجھے یاد ہے میں نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا"

"ہوں تو تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو" تمہارا اس لڑکی سے کیا تعلق ہے"

ڈاکٹر حامد حسن

"میں تو اس لڑکی کو جانتا بھی نہیں"

"ہوں تو تم آسانی سے نہیں اگلوگے"

پھر ان میں سے ایک نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم بتاؤ یہ کون ہے"

"مجھے کیا معلوم؟"

جولیا نے تنک کر جواب دیا

"لڑکی مجھے سختی پر مجبور نہ کرو۔ ورنہ تم کیا تمہارے فرشتے بھی بتائیں گے"

"فرشتوں سے تم بخوشی پوچھ سکتے ہو"

ہوں!

یہ کہہ کر اس نے ایک سٹین گن والے کو اشارہ کیا وہ سٹین گن رکھ کر باہر چلا گیا تھوڑی دیر بعد جب وہ اندر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی مشین تھی وہ اس نے آکر میز پر رکھ دی۔ جولیا اور شکیل ان کی حرکات دیکھتے رہے۔

"دیکھو یہ مشین بڑے بڑے مجرموں کو زبان کھولنے پر مجبور کر دیتی ہے اس لئے تم اس کے عذاب میں پھنسنے سے پہلے ہی سب کچھ بتا دو"

جولیا اور شکیل بدستور خاموش رہے ایک نقاب پوش کے اشارے پر اسی آدمی نے وہ مشین جولیا کے پیر کے پاس آکر رکھ دی اس کی ایک تار اس نے جولیا کے بندھے ہوئے پاؤں کے انگوٹھے کے گرد لپیٹ دی۔

اور پھر نقاب پوش کا اشارہ پاتے ہی اس نے مشین کا ایک بٹن

دبا دیا۔ جولیا کو یکدم یوں محسوس ہوا جیسے اسے کسی نے بلندی پر سے اٹھا کر نیچے پھینک دیا ہو۔ اس کا دل گھٹنے لگا۔ اس نے دانتوں کو بھینچ لیا پھر اسے شدید جھٹکے لگنے لگے۔ اسے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے اس کا دل حرکت کرنا بند کر دے گا۔ کچھ دیر تو اس نے برداشت کیا۔ پھر اس کا دل ڈوبتا چلا گیا۔ اور پھر جولیا کا سر ڈھلک گیا۔ نقاب پوش کے اشارے پر مشین کا بٹن بند کر دیا گیا۔ اب نقاب پوش نے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا۔ لیکن کیپٹن کا چہرہ اسی طرح سپاٹ تھا۔

"ابھی وقت ہے بتا دو! ورنہ دوسری دفعہ یہ لڑکی مر جائے گی"

"مر جائے! میری کیا لگتی ہے؟ اور پھر جو حقیقت تھی وہ میں نے بتا دی ہے"

"اس لڑکی کو ہوش میں لاؤ"

نقاب پوش نے حکم دیا۔

ایک نقاب پوش نے آگے بڑھ کر جولیا کو ایک انجکشن دیا۔ آہستہ آہستہ جولیا کو ہوش آتا گیا۔ لیکن اس کے چہرے پر شدید درد و کرب کے آثار تھے۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھیں ایسی تھیں۔ جیسے امڈ رہا ہو۔ لیکن اس کی زبان اب بھی خاموش تھی۔ لیکن شکیل جولیا کی بہادری پر عش عش کر اٹھا کہ ایک عورت ہو کر وہ اتنی زبردست تکلیف برداشت کر رہی ہے۔

"اب بھی بتاؤ گے یا یہی تجربہ دوبارہ دہرایا جائے"

"میں واقعی اسے نہیں جانتی"

" جولیا کی آواز درد سے لبریز تھی ۔

" اچھا تمہارا ایکسٹو سے کیا تعلق ہے "

اچانک نقاب پوش غرایا ۔

جولیا کے چہرے پر ایک لمحہ کے لئے حیرت کے تاثرات ابھرے اور پھر معدوم ہو گئے پھر اس نے کہا ۔

" ایکسٹو کیا چیز ہوتی ہے ؟ "

لیکن نقاب پوش جولیا کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا ۔ اور جولیا کے بدلتے ہوئے تاثرات سے بھانپ چکا تھا ۔

" تم واقعی ایکسٹو کو نہیں جانتی ؟ "

" مجھے کیا معلوم ایکسٹو کسے کہتے ہیں "

" اچھا پھر سزا بھگتو ! تم سمجھتی ہو کہ تم ہمیں دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جاؤ گی ۔ لیکن شوگی پاما کو کوئی آج تک دھوکہ دینے میں کامیاب نہیں ہو سکا "

" شوگی پاما "

جولیا چونکی اور کیپٹن شکیل کی آنکھوں میں بھی حیرت کے تاثرات ابھرے

" تم شوگی پاما ہو " جولیا نے پوچھا ۔

" نہیں ہم تو اس کے ادنیٰ خادموں میں سے ہیں "

" اب تم جان گئی ہو کہ ہم کون ہیں ۔ اس لئے سچ سچ بتا دو کہ یہ آدمی کون ہے اور تمہارا ایکسٹو سے کیا تعلق ہے "

"اس آدمی کو تو میں واقعی نہیں جانتی۔ تم اسی سے کیوں نہیں پوچھ لیتے اور ایکسٹو کا لفظ میں پہلی بار تمہارے منہ سے سنا ہے"۔

"ہوں تم یوں نہیں مانو گی"،

یہ کہہ کر نقاب پوش نے دوبارہ اشارہ کیا اور جولیا نے دانت بھینچ لئے۔ اس آدمی نے بیک وقت دو بٹن دبا دیئے اور ضبط کے باوجود جولیا کے منہ سے چیخ نکل گئی اور پھر جولیا نے سر مارنا شروع کر دیا اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی ہڈیوں کو اندر سے کھرچ رہا ہو سارے جسم کا خون چہرے پر سمٹ آیا پھر بے اختیار اس کے منہ سے چیخیں نکلنی شروع ہو گئیں۔ اس نے بے اختیار اشارہ کیا کہ وہ سب کچھ بتاتی ہے۔

نقاب پوش کے اشارے پر اس آدمی نے سوئچ آف کر دیئے اور تار انگوٹھے سے اتار لئے۔ انگوٹھے کے اردگرد سرخ دائرہ بن گیا تھا۔ جولیا کا سارا جسم ابھی تک جھٹکے کھا رہا تھا آہستہ آہستہ وہ ٹھیک ہونا شروع ہو گئی۔ اس نے ایک لمحہ کے لیے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا۔ کیپٹن کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ لیکن اب جولیا مزید تکلیف برداشت نہ کر سکتی تھی۔ اس نے نحیف لہجہ میں کہا۔

"پوچھو کیا پوچھتے ہو"

"اس آدمی کا تمہارے ساتھ کیا تعلق ہے"،

"یہ میرا ساتھی ہے"،

"اس کا نام؟"

"اس کا نام حامد علی ہے"

"ایکسٹو سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"ایکسٹو ہمارا باس ہے"

"اس کا حلیہ؟"

"اس کا حلیہ آج تک کوئی نہیں دیکھ سکا اس کی آواز ہی ہمیشہ سنتے رہتے ہیں"

"لڑکی تم پھر جھوٹ بول رہی ہو"

نقاب پوش نے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں میں سچ کہہ رہی ہوں اُسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا"

"پھر اسے کنکٹ کیسے کرتی ہو"

"فون پر"

"نمبر کیا ہے"

اور جولیا نے عمران کے نمبر لکھا دیئے

"یہ نمبر ڈائرکٹری میں موجود ہیں"

"ہاں! یہ نمبر ایک بظاہر کسی علی عمران کے ہیں جو ایک بے وقوف سا آدمی ہے لیکن دراصل اس کے فلیٹ سے آگے کوئی سلسلہ ہے"

ہوں!

اس نے اشارہ کیا دو اسٹین گن والے آگے بڑھ کر جولیا کو کھول دیا اور پھر وہ اسے لے کر کمرے سے باہر آئے دو اور آدمیوں نے شکیل کو کھولا اور اسے ایک کمرے میں بند کر دیا۔

صفدر تقریباً دو گھنٹے سے موٹر سائیکل بھگا رہا تھا وہ شہر کے ہر چھوٹے اور بڑے ہوٹل میں جولیا اور کیپٹن شکیل کا حلیہ بتا کر پتہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ابھی تک امید کی کوئی کرن نظر نہ آئی آخر شہر کے باہر وسمے پول کی طرف چلا۔

کمپاؤنڈ میں موٹر سائیکل کھڑی کر کے وہ سیدھا ایک میز پر جا بیٹھا اس نے سوچا کہ ذرا آرام کر کے تازہ دم ہو جائے تو پھر نئے سرے سے پوچھ گچھ کرے گا اس نے ویٹر کو چائے لانے کا آرڈر دیا۔۔۔ اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں اس کا دماغ بار بار ایک ہی بات پر غور کر رہا تھا کہ آخر جولیا اور کیپٹن شکیل اکھٹے کیوں غائب ہوئے ہیں اور یہاں آج کل کسی کیس کا سلسلہ چل رہا ہوتا تو پھر بھی کہا جا سکتا تھا کہ مجرموں نے انہیں اغوا کر لیا ہو گا آج کل تو وہ بالکل خالی تھے دن رات تفریح کے علاوہ اور کوئی کام نہ تھا پھر یہ دونوں کہاں غائب ہو گئے یا تو یہ دونوں تفریح منانے چلے گئے لیکن یہ ناممکن تھا کیونکہ ایکسٹو کی اجازت کے بغیر کہیں چلے جانا کم از کم اس جلدی میں تو ناممکن تھا۔

اچانک اس نے آنکھیں کھولیں اور سیدھا ہو گیا کیونکہ ویٹر چائے کے برتن

میز پر رکھ رہا تھا ویٹر کو دیکھ کر صفدر کی آنکھوں میں ایک چمک ابھری اس نے سوچا کیوں نہ ویٹروں سے پوچھ گچھ کی جائے چنانچہ اس نے ویٹر کو جو چائے کے برتن رکھ کر جا رہا تھا بلایا۔

"سنو!"

"یس سر!"

ویٹر فوراً نزدیک آگیا۔

"دیکھو کل شام کو اس شکل کی کوئی سوئیس لڑکی اور اس شکل کا کوئی آدمی تو یہاں نہیں آیا؟"

صفدر نے جیب سے فوٹو نکال کر دکھاتے ہوئے پوچھا۔

ویٹر کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے ایک بار اور جولیا کا فوٹو غور سے دیکھا اور کہنے لگا۔

"جی صاحب مجھے یاد آگیا کل شام کوئی ساڑھے آٹھ بجے یہ صاحبہ اور ایک اور صاحبہ چائے پی رہی تھیں کہ ان صاحبہ کو دورہ پڑ گیا اور بیہوش ہوگئیں اور پھر دوسری صاحبہ جو کہ ان صاحبہ کی بہن کہتی تھیں انہیں لیکر باہر چلی گئیں اور ان صاحب کے متعلق میں کچھ نہیں جانتی۔

صفدر کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں آخر اس نے جولیا کا پتہ لگا ہی لیا اس نے پانچ کا ایک نوٹ ویٹر کے ہاتھ میں تھما دیا اور ویٹر شکریہ ادا کرتا ہوا چلا گیا صفدر سوچنے لگا وہ آج کل احمق ہوتا جا رہا ہے بھلا ویٹروں کی بجائے وہ کونٹر کلرکوں سے پوچھتا پھرا چلو یہ اچھا ہوا وہ سے پولی میں چائے پینے بیٹھ گیا اور اس طرح ویٹر سے پوچھ بیٹھا

ورنہ جانے کہاں کہاں دھکے کھاتا پھرتا اب وہ سوچ رہا تھا کہ جولیا کو بے ہوش کر کے لے جانے والی وہ لڑکی کون تھی اس نے ویٹر کو پھر بلایا کیونکہ وہ اس لڑکی کا حلیہ پوچھنا تو بھول گیا تھا اس نے ویٹر سے اس لڑکی کا حلیہ پوچھا ویٹر نے تفصیل سے اس لڑکی کا حلیہ بتا دیا اب صفدر نے چائے بھی پی لی تھی اس لئے وہ بل دیتا ہوا ہوٹل سے باہر نکل آیا اس نے سوچا کہ جولیا کو یقیناً کار میں ڈال کر لے جایا گیا ہوگا۔

اس لئے وہ کار شیڈ کی طرف چلا گیا وہاں کے چوکیدار سے پوچھ گچھ کے بعد پتہ چلا کہ وہ لڑکی جولیا کو سفید ایمپالا میں لے گئی تھی۔

اب کہاں گئی ہے۔ . . . . صفدر کے فرشتوں کو بھی پتہ نہ چل سکتا تھا اس لئے اس نے ایکسٹو کو رپورٹ دے کر ہدایات لینے کا سوچا۔ . . . . وہ دوبارہ ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف چل دیا۔ مین گیٹ سے ہوتا ہوا وہ ایک گیلری میں آیا جہاں ایک قطار میں ٹیلیفون بوتھ لگے ہوئے تھے۔ . . . . اور پھر وہ ایک بوتھ میں داخل ہوگیا سلسلہ جلد ہی مل گیا۔

”ہیلو! ایکسٹو اسپیکنگ“

دوسری طرف سے ایکسٹو کی غراتی ہوئی آواز نکلی۔

"میں صفدر بول رہا ہوں جناب"

"کیا بات ہے"

"جناب جولیا کا پتہ چل گیا ہے"

"بولتے جاؤ"

اور پھر صفدر نے تفصیل سے ہوٹل مے پول کا قصہ بتلا دیا اور مزید ہدایات طلب کیں۔

"تم اب واپس اپنے فلیٹ چلے جاؤ"

اور صفدر نے بوتھ سے باہر نکل کر موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور پھر وہ سیدھا اپنے فلیٹ کی طرف چل پڑا۔ لیکن جیسے ہی اس کی موٹر سائیکل ایک چوک سے ہسن سٹریٹ کی طرف مڑی ایک کار نے آگے بڑھ کر راستہ روک لیا صفدر نے پھرتی سے موٹر سائیکل دائیں طرف کاٹنی چاہی لیکن کار میں سے آئی ہوئی گولی نے اس کا ٹائر پھاڑ دیا اور اب اسے موٹر سائیکل روک کر نیچے اترنا پڑا۔ کار میں سے دو آدمی ہاتھ میں پستول لیئے نیچے اترے اور صفدر کو ہاتھ اونچے کرنے کے لئے کہا لیکن صفدر نے بجائے ہاتھ اونچے کرنے کے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور ایک آدمی کے ناک پر مکا اور دوسرے کے پیٹ پر لات پڑی اور دونوں ٹکراتے ہوئے نیچے جا گرے۔ پستول ان کے ہاتھوں سے نکل گئے لیکن پھر وہ دونوں اس سے لپٹ پڑے اور اس سڑک پر ایک

خوفناک جنگ چھڑ گئی ان لوگوں نے سنسان سڑک دیکھ کر حملہ کیا تھا لیکن انہیں معلوم نہیں تھا کہ صفدر اس طرح لڑ پڑے گا۔ صفدر نے اچانک ایک شخص کو ہاتھوں پر بلند کر کے نیچے پھینکنا چاہا۔ لیکن دوسرے آدمی نے صفدر کی ٹانگ پکڑ کر زور سے کھینچ لی۔ اس طرح صفدر اس آدمی سمیت نیچے گر پڑا۔ اب صفدر کی حالت پتلی تھی کیونکہ وہ دونوں اوپر اور صفدر نیچے تھا۔ وہ زور زور سے صفدر کو رگڑ رہے تھے لیکن اچانک صفدر نے ہاتھ اونچا کر کے ان میں سے ایک کی ناک میں دو انگلیاں ڈال کر جھٹکا دیا اور پھر وہ صفدر کے اوپر سے ہوتا ہوا نیچے آگرا۔ دوسرے کو صفدر نے گردن پر زور دے کر دوسری طرف اچھال دیا اور خود اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ صفدر کے چہرے پر دو تین جگہ خون نکل آیا تھا لیکن صفدر کے چہرے پر تھکاوٹ کے اثرات کہیں بھی نظر نہ آرہے تھے۔ وہ دونوں جیسے ہی کھڑے ہوئے اپنے پستولوں کی طرف لپکے لیکن صفدر پہلے سے ہی چوکنا تھا اس سے ایک چھلانگ لگائی اور پھر اس سے پہلے کا ہاتھ پستول تک پہنچے صفدر کی ایک بھرپور ٹھوکر پستول کو بہت دور لے گئی۔ دوسرا پستول اٹھانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن صفدر نے پھرتی سے پہلے شخص کو دھکا دے کر دوسرے پر گرا دیا اور اس طرح پستول کو اٹھانے کے لئے لپکا۔ لیکن صفدر کی ناک پر پڑنے والی ٹھوکر بڑی زبردست تھی۔ صفدر کو چکر آگیا۔ لیکن پھر صفدر پر جھلاہٹ طاری ہو گئی اور وہ ان دونوں سے لپٹ گیا۔ اس نے ان کے

منہ پر زور زور سے ٹکریں مارنی شروع کر دیں۔ لیکن وہ بھی سخت جان تھے انہوں نے بھی صفدر کا برا حال کر دیا۔ اچانک صفدر کے ہاتھ میں ایک آدمی کی ٹانگ آگئی اس نے زور سے ایک جھٹکا دیا اور اس آدمی کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی۔ شاید ہڈی اپنی جگہ چھوڑ چکی تھی لیکن اسی اثنا میں دوسرے شخص کو موقعہ مل چکا تھا۔ اس لئے صفدر کی کنپٹی پر ایک زوردار مکہ جڑ دیا صفدر کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور پھر صفدر لہرا کر نیچے گر پڑا شاید بے ہوش ہو گیا تھا۔ صفدر کے بے ہوش ہونے پر پہلا آدمی لنگڑاتا ہوا اٹھا اور دوسرے آدمی کی مدد سے اس نے صفدر کو کار میں ڈالا اور پھر کار چل پڑی۔

"بڑا سخت جان آدمی ہے یار" ڈرائیور نے دوسرے کو مخاطب کر کے کہا۔

"ہاں بھئی دانتوں پسینہ آگیا اسے بیہوش کرنے میں" دوسرے نے جواب دیا۔

"ہاں اگر اتفاق سے مجھے مکہ مارنے کا چانس نہ مل جاتا تو یہ ہمیں لے ڈوبتا"

"بالکل"

"اب اسے ہیڈ کوارٹر لے جانا ہے یا نمبر دو پر"

"میرے خیال میں اسے ہیڈ کوارٹر ہی لے جایا جائے"

"جیسے تمہاری مرضی"

اور کار میں خاموشی چھا گئی۔

"اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دو ورنہ ہوش میں آ گیا تو پھر اودھم مچا دے گا"

اور پھر صفدر کے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے کار کی سیٹ کے نیچے سے نائلون کی رسی کا ایک لچھا نکالا اور اس سے صفدر کے ہاتھ اور پاؤں مضبوطی سے باندھ دیئے۔ اب کار ایک سنسان راستے پر تیزی سے جا رہی تھی۔ پھر مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے وہ ماڈل کالونی کے ایک بنگلے میں مڑ گئے۔ پورچ میں کار کھڑی کر کے انہوں نے صفدر کو باہر نکالا اور ڈرائیو کرنے والے نے اسے کاندھے پر ڈال لیا صفدر ابھی تک بے ہوش تھا۔ دوسرا آدمی بھی لنگڑاتا ہوا ساتھ چل پڑا۔ وہ ایک گیلری میں سے ہوتے ہوئے ایک کمرے میں گھسے اور پھر صفدر کو اس کمرے میں پڑے ہوئے ایک پلنگ پر لٹا دیا۔ اور پھر ایک آدمی نے آگے بڑھ کر سوئچ بورڈ میں لگے ہوئے ایک چھوٹے سے بٹن کو دبا دیا اور پلنگ تیزی سے نیچے کی طرف دھنس گیا اور وہ دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے دروازہ بند کیا اور گیلری میں سے ہوتے ہوئے بنگلے سے باہر نکل گئے۔

صفدر کی پلنگ نما لفٹ مختلف کمروں میں سے گزرتی ہوتی ہوئی ایک ہال میں جا رکی۔ جہاں دو آدمی میز پر ایک مشین رکھے اسے دیکھ

رہے تھے۔ پلنگ رکنے کی آواز سن کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے صفدر کو دیکھ کر ایک طویل سانس لی اور پھر ان میں سے ایک نے صفدر کو پلنگ پر سے اٹھا کر ایک ستون سے باندھ دیا۔ اور خود دوبارہ کرسیوں پر جا کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر میں دروازہ کھلا اور وہی دو شخص جو صفدر کو لے کر آئے تھے اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے افراد کو سلام کیا۔ ......

"یہ پہلے دونوں مجرموں کا سراغ لگا رہا تھا جناب"

"تم نے کہاں سے اسے ٹریس کیا"

"جناب یہ ہوٹل مے پول میں جمی سے اس بارے میں پوچھ گچھ کر رہا تھا"

"جمی کون"

"جناب ہمارا آدمی ہے وہ وہاں بیرے کا کام کرتا ہے جس نے قیدی لڑکی کو چائے لاکر دی تھی"

"اچھا اچھا پھر جمی نے اسے کیا بتایا"

"جمی نے اسے پروگرام کے مطابق سب کچھ بتا دیا اور ادھر اس نے ہماری طرف مخصوص اشارہ کیا۔ ہم نے وہیں سے اس کا تعاقب کیا اس نے ٹیلی فون بوتھ میں گھس کر کسی سے بات چیت کی اور پھر موٹر سائیکل پر چل پڑا اس سنسان سڑک پر ہم نے اسے گھیر لیا اور پھر ایک زبردست جنگ کے بعد ہم اسے بے ہوش کر کے

یہاں لائے ہیں کافی سخت جان آدمی ثابت ہوا ہے جناب"

"ہوں۔ شاباش۔ تم اب جا سکتے ہو۔ تمہارا انعام تمہیں مل جائے گا"

"بہتر اور پھر وہ سلام کر کے واپس چلے گئے"

"اب اس کا کیا کیا جائے"

"میرے خیال میں آج اس کمرے میں قید کر دو۔ کیونکہ آج ہمارے آپریشن کا دن ہے۔ کل اس سے بات کریں گے"

"ٹھیک ہے"

پھر ایک شخص نے اسے ستون سے کھول کر دوبارہ پلنگ پر لٹا دیا اور جا کر ایک بٹن دبا دیا۔ پلنگ دوبارہ اوپر چلا گیا۔ پلنگ ایک کمرے میں جا کر رک گیا۔ تھوڑی دیر بعد صفدر کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ایک کمرے میں مقید پایا۔ کمرے کا صرف ایک دروازہ تھا جو باہر سے بند تھا۔ کمرے میں سوائے پلنگ کے اور کوئی میز نہ تھی۔ صفدر کچھ دیر ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر دوبارہ پلنگ پر بیٹھ گیا

ناول ملکیت وسکینگ: ڈاکٹر حامد حسن

حامد حسن
ڈاکٹر

عمران کافی دیر سے بیٹھا ٹیلی فون پر مختلف نمبر ڈائل کر رہا تھا لیکن کسی نمبر پر بھی اس کی بات نہ ہو سکی۔ آخر اس نے تھک کر نمبر ڈائل کرنے چھوڑ دیئے اور سلیمان کو آواز دی۔

سلیمان دروازہ پر آیا اور خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔

"سلیمان کیا بات ہے آج چپ شاہ کا روزہ رکھا ہوا ہے"

عمران نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

لیکن سلیمان نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ خاموشی سے کھڑا رہا عمران نے دوبارہ پلکیں جھپک جھپک کر سلیمان کو دیکھا پھر اٹھ کر اس کے پاس آیا اور چاروں طرف پھر کر غور سے اسے دیکھنے لگا لیکن سلیمان کی خاموشی پھر بھی نہ ٹوٹی آخر تنگ آکر

عمران نے سلیمان کو زور سے دھکا دیا۔ لیکن سلیمان دوسرے کونے میں جا کر کھڑا ہو گیا۔

عمران چند لمحے تو غور سے سلیمان کو دیکھتا رہا پھر خود جا کر صوفے پر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ چند منٹ بعد جب اس نے آنکھیں کھولی تو سلیمان وہیں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا

"تشریف رکھیئے جناب" عمران نے صوفے کی طرف اشارہ کیا اور سلیمان چپ چاپ سامنے پڑے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں" عمران نے انتہائی مہذبانہ لہجہ استعمال کیا۔

لیکن سلیمان نے کچھ جواب نہ دیا

"اب کچھ بولے گا بھی یا یونہی گونگا بن کے بیٹھا رہے گا"

لیکن سلیمان نے جواب دینے کی بجائے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک کاغذ نکالا اور عمران کو پکڑا دیا۔

عمران نے جلدی سے وہ کاغذ پکڑا۔ اور پھر اسے پڑھنے لگا اس پر صرف ایک فقرہ لکھا ہوا تھا۔

"جواب جاہلاں خاموشی باشد"

اچھا تو ہم اب تمہاری نظر میں جاہل ہیں یعنی ملک کی عظیم شخصیت علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی (آکسن)، تمہارے نزدیک جاہل ہے۔ واہ رے میرے بقراط تم تو کیا تمہارے فرشتے

بھی جواب دیں گے لیکن یہ تمہیں سوجھی کیا ہے تمہارا دماغ بھی آج کل میرے خیال میں میری طرح ہوتا جا رہا ہے روز نئی سوجھتی ہے۔

"اچھا بتا آج کیا پکایا ہے"

سلیمان نے چپکے سے دوسری جیب میں سے کاغذ نکالا اور عمران کو پکڑا دیا عمران بھی سلیمان کی اس خاموشی سے چکرا گیا۔ ظالم غضب کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ سلیمان سے لئے ہوئے کاغذ میں لکھا ہوا تھا

"آلو بینگن"

"اچھا تو آج پورا تیار ہو کر آیا ہے"

"ارے اگر تو آج بول پڑا تو تیری تنخواہ میں دس روپے کا اضافہ عمران نے نفسیاتی حربہ استعمال کیا لیکن سلیمان ویسے کا ویسا بیٹھا رہا۔

"بیس روپے"

لیکن وہاں وہی ایک خاموشی سب کے جواب میں۔

"ارے کسی کو دقا سے آئے ہو۔ اچھا تیس روپے"

"دیکھ بتا سوچ لے تیس روپے بڑھ رہے ہیں"

لیکن سلیمان کا سکوت نہ ٹوٹا۔

"اچھا پچاس روپے"

"ارے اب تو خوش ہو جاؤ۔"

"اچھا نہیں بولتا تو پھر سو روپے جرمانہ۔" عمران نے

دوسرا حربہ استعمال کیا۔

"نہیں نہیں! وہی پہلے والا سودا منظور ہے"۔ سلیمان نے نقصان ہوتا دیکھا تو فوراً بول پڑا۔

"اب قابو آیا ہے نہ۔ مجھے چرانے چلا تھا مگر تمہیں سوجھا کیا تھا" بس ویسے ہی جناب آپ سے بولتے بولتے تھک چکا تھا میں نے سوچا ذرا زبان کو بھی آرام کر لینے دوں۔ مگر آپ نے آخر جواب دینے پر مجبور کر ہی لیا "فرمایئے کیا حکم ہے۔"

لیکن اب عمران نے چپ سادھ لی۔

جناب اب آپ بدلہ نہ لیجئے"۔ میں بہر حال آپ کا ملازم ہوں، لیکن عمران خاموشی سے بیٹھا ٹکر ٹکر سلیمان کی طرف دیکھتا رہا۔ آپ مجھے جوش نہ دلایئے ورنہ میں آپ کو بولنے پر مجبور کر دوں گا"

سلیمان نے چیلنج کرتے ہوئے کہا۔

لیکن عمران نے سنی ان سنی کر دی

"اچھا تو اگر آپ بولے تو میری تنخواہ میں سے دس روپے آپ کے"

"بیس روپے"

"بیس روپے" سلیمان نے بھی عمران والا حربہ استعمال کیا۔

لیکن عمران خاموشی سے بیٹھا رہا۔

"اچھا اگر آپ نے جواب نہ دیا تو آپ میری تنخواہ میں پانچ سو

روپے مہینے کا اضافہ کر دیں گے۔"

"ارے ارے وہی پہلا سودا منظور ہے۔ عمران نے پانچ سو روپے جاتے دیکھے تو بول ہی پڑا۔

اور سلیمان نے ایک زبردست قہقہہ لگایا۔

"ہوں تو آخر آپ ہی کا شاگرد" سلیمان بھی عمران کے ساتھ رہتے رہتے تقریباً عمران ہو چکا تھا۔

"اچھا اب مذاق ختم ذرا جلدی سے چائے بنا کر لاؤ نہ مجھے ایک جگہ کام جانا ہے۔" عمران نے اٹھ کر کوٹ پہنتے ہوئے کہا۔

اور سلیمان جلدی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ عمران ابھی کوٹ پہن کر بالوں کو کنگھا کر رہا تھا کہ سلیمان چائے کی ٹرے لیکر آگیا۔

"ارے اتنی جلدی سے لے بھی آئے۔ کوئی چائے بنانے کی مشین ایجاد کر ڈالی ہے"۔ عمران واقعی حیران ہوتے ہوئے بولا۔

"آپ نے جب آواز دی تھی میں سمجھ گیا تھا کہ آپ ضرور چائے کے لئے کہیں گے۔ اس لئے میں نے پانی آگ پر چڑھا دیا تھا اب گیا تو تیار تھا اس لئے لے آیا ہوں"

"کمال ہے بھئی جیتے رہو اس خوشی میں مجھے سات سلام"

"میں سمجھا آپ تنخواہ بڑھانے کی بات کر رہے ہیں"

سلیمان منہ بناتے ہوئے بولا

"تمہیں تنخواہ کی کیا ضرورت ہے! تم تو پہلے ہی سیٹھ آدمی ہو"

عمران نے بانس پر چڑھاتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو ٹھیک ہے آج سے میں آپ کو تنخواہ دیا کروں گا۔"

سلیمان نے اکڑتے ہوئے جواب دیا۔

"خوب خوب، بھلا کیا تنخواہ دو گے"

"جو آپ مناسب سمجھیں"

"تم کیا دے سکتے ہو؟ سیٹھ صاحب!"

"ایک ہزار روپے مہینہ دے سکتا ہوں"

"اور مجھے کیا کرنا ہو گا"

"صرف چائے پکانی پڑے گی"

"نا بھئی مجھے یہ سودا منظور نہیں"

عمران نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

سلیمان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ یکایک ٹیلیفون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی

عمران نے رسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"میں سلیمان کا نوکر بول رہا ہوں جناب"

عمران نے سلیمان کو آنکھ مارتے ہوئے کہا،

"رانگ نمبر" اور ٹیلیفون ڈسکنٹ ہو گیا عمران نے رسیور رکھ دیا ٹیکت رسیور رکھتے ہی گھنٹی پھر بول اٹھی۔

"ہیلو میں علی عمران، ایم ایس، سی، ڈی، ایس سی (آکسن)، بول رہا ہوں۔"

حامد اکرم حسن

"میں ایکسٹو سے بات کرنا چاہتا ہوں" ایک کرخت آواز عمران کے کانوں سے ٹکرائی۔ اور عمران کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں کیونکہ یہ آواز عمران کے کانوں کے قطعی اجنبی تھی اور پھر وہ ایکسٹو کے متعلق عمران سے پوچھ رہا تھا۔ یقیناً معاملہ خطرناک تھا۔

"وہ کس چڑیا کا نام ہے جناب"۔ عمران نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے تم ہی ایکسٹو ہو"

"معاف کیجئے آپ سے میرا مذاق کا رشتہ نہیں ہے"

"نہیں تھا تو اب بن جائے گا۔ دوسری طرف سے قہقہہ کی آواز آئی۔

"او ہو شاید آج کل آپ بادام کھانے لگے ہیں"

"کیا مطلب بادام کا یہاں کیا تک ہے"

"یہ تو مجھے سوچنا پڑے گا" اب عمران کے چہرے پر حماقت کی تہ اور زیادہ گہری ہو گئی۔

"بہر حال اگر تم ہی ایکسٹو ہو یا ایکسٹو کے نمائندے ہو میں تمہاری اطلاع کے لئے بتا دینا چاہتا ہوں کہ تمہارے تین نمائندے میرے پاس بطور یرغمال قید ہیں۔ میں عنقریب ان کے سر تحفہ کے طور پر تمہارے پاس روانہ کر دوں گا"

"ارے آخر تم ہو کیا۔ بلا خواہ مخواہ مجھے ایکسٹو بنا ڈالا کیا کوئی جاسوسی فلم دیکھ کر آئے ہو"

"ہاں جاسوسی فلم تو اب تیار ہو گی۔ میرا نام شوگی پاما ہے۔ سنا ہے کبھی"
"بڑا خوبصورت نام ہے۔ اگر کھوتی بابا بھی ہوتا تو میرے کس کام کا"
"تو اس کا مطلب ہے کہ تم نے میرا نام نہیں سنا۔ ورنہ ابھی پسینے آجاتے"
"ارے ابھی تو سنا ہے۔ مجھے تو بالکل پسینہ نہیں آیا۔ کیا تمہارا نام کوئی پسینہ آور کیپسول ہے" لیکن دوسری طرف سے لائن بے جان ہو چکی تھی۔ عمران رسیور رکھ کر سوچنے بیٹھ گیا کہ شوگی پاما کو میرا پتہ کس نے بتایا ہے۔ ضرور اس نے جولیا اور کیپٹن شکیل کو اغوا کر لیا ہے۔ لیکن تیسرا آدمی کون ہے۔ پھر اس کا خیال صفدر کی طرف گیا کہ شاید وہ شوگی کے ہاتھ آچکا ہو۔ کیونکہ شوگی انتہائی عیار اور ذہین مجرم تھا اس نے فوراً رسیور اٹھا کر صفدر کے فلیٹ کے نمبر ڈائل کئے لیکن دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی اور رسیور کسی نے نہ اٹھایا عمران سمجھ گیا کہ صفدر بھی شوگی پاما کی قید میں آچکا ہے۔ یہ صورت حال انتہائی خطرناک تھی کہ عمران کے تین ذہین ایجنٹ شوگی قید کر چکا ہے۔ اب اس بارے میں جلد از جلد کوئی قدم اٹھانا پڑے گا۔ اس نے بلیک زیرو کو ٹیلیفون کیا دوسری طرف سے فوا سلسلہ مل گیا۔
"ایکسٹو سپیکنگ بلیک زیرو نے مخصوص آواز میں کہا"
"میں عمران بول رہا ہوں"

فرمایئے جناب" بلیک زیرو کی مودبانہ آواز آئی۔
" طاہر معاملہ خطرناک ہوچکا ہے، جولیا کیپٹن شکیل اور صفدر شوگی پاما کی قید میں ہوچکے ہیں"
" اوہ آپ کو کیسے علم ہوا
" مجھے ابھی ابھی شوگی پاما نے ٹیلیفون کیا تھا" اور پھر اس نے بلیک زیرو کو تمام تفصیل بتادی۔
" واقعی معاملہ خراب ہے اب کیا کیا جائے"
" صفدر نے تمہیں کوئی رپورٹ دی تھی"
" جی ہاں"
" لیکن تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں" عمران نے سخت لہجے میں کہا
" جناب میں نے آپ کو فون کیا تھا لیکن آپ فون پر نہیں ملے"
" خیر اس نے کیا رپورٹ دی تھی"
اور پھر بلیک زیرو نے تفصیل سے صفدر کی تمام رپورٹ عمران کو سنادی۔
" ہوں تو جولیا کو ہوٹل مے پول سے اغوا کیا گیا ہے"
" جی ہاں"
" اچھا تم خاور کی فوراً ڈیوٹی لگادو کہ ٹرانسپورٹ آفس سے جتنی بھی شہر میں سفید رنگ کی امپلا ہوں۔ ان کے نمبر اور ان کے مالکوں کے نام معلوم کرکے رپورٹ دے اور جتنی جلدی ہوسکے یہ کام

کرے"

"بہتر جناب! میں ابھی اسے حکم دیتا ہوں"

"اور جیسے ہی وہ رپورٹ دے مجھے فوراً بتاؤ!" یہ کہہ کر عمران نے رسیور رکھ دیا اور خود سر پکڑ کر بیٹھ گیا کیونکہ عمران کی زندگی میں یہ پہلا مجرم تھا جس نے عمران کے تین ایجنٹ بھی پکڑ لئے۔ خود عمران تک بھی پہنچ گیا۔ اور عمران ابھی تک اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا ابھی تک اس کے سامنے کوئی ایکشن لائن نہیں تھی۔ جس پر وہ کام کرتا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ان میں سے کسی کے پاس کوئی خفیہ ٹرانسمیٹر ہوتا تو آج اتنی پریشانی نہ اٹھانی پڑتی اب اس نے سوچ لیا تھا کہ آئندہ وہ ہر ایجنٹ کو خفیہ ٹرانسمیٹر دے گا۔ اس طرح وہ کافی دیر تک مختلف لائنوں پر غور کرتا رہا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجے اس نے رسیور اٹھایا۔

"ہیلو"!

"میں طاہر بول رہا ہوں جناب" بلیک زیرو کی آواز آئی۔

"کیا رپورٹ ہے عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"جناب شہر میں تین سفید اپالا ہیں۔ ایک وزارت داخلہ کے سیکرٹری سر احمد علی کی۔ دوسری سیٹھ زیاد زیاد کاٹن فیکٹری والی اور تیسری کار مملکت گوشیا کے سفیر کے فرسٹ سیکرٹری کرنل جارج کی ہے۔

"ہوں میرے خیال میں صدیقی کو کہو کہ وہ فوراً چیک کرے کہ یہ تینوں کاریں پچھلے دو دنوں سے کس کس کے پاس رہیں۔ اور انہیں کس کس جگہ دیکھا گیا۔ خاص طور پر ہوٹل مے پول پر زیادہ زور دیا جائے کہ کل اور پرسوں ہوٹل مے پول میں کس کس کی کار گئی ہے یہ وہ ان کاروں کے ڈرائیوروں سے باآسانی معلوم کر سکتے ہیں۔ مجھے ایک گھنٹے کے اندر اندر رپورٹ دو"

"بہتر جناب"! بلیک زیرو نے کہا۔

عمران نے جلدی سے رسیور رکھا اور خود فلیٹ سے باہر نکل آیا اس نے اپنی کار سٹارٹ کی اور خود مے پول کی طرف چل پڑا۔ وہ ہوٹل مے پول سے خود معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ کوئی فوری اقدام کیا جا سکے۔

کیپٹن شکیل جب پلنگ کے ذریعے اپنے کمرے میں پہنچا تو اس نے اس قید سے باہر نکلنے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس قید خانے میں ہوتے ہوئے وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا جس مقصد کے لئے وہ آسانی سے ان کی قید میں آیا تھا۔۔ وہ حل ہو چکا تھا اسے معلوم تھا کہ مجرم انتہائی اعلیٰ پیمانے پر اپنا کوئی مقصد لے کر آئے ہیں۔ ان کے توڑ کے لئے ان کی قید سے نکلنا انتہائی ضروری تھا لیکن اس کمرے میں سے باہر نکلنے کا اسے کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا دروازہ لوہے کا بنا ہوا تھا اور باہر سے بند تھا۔ کمرے میں

کوئی روشن دان نہیں تھا۔ صرف پچھلی دیوار میں ہوا کے لئے چند سوراخ تھے جن سے انسان تو انسان پرندہ بھی باہر نہیں نکل سکتا تھا کافی دیر تو وہ پلنگ پر بیٹھا غور کرتا رہا لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا آخر اس نے پلنگ کو ہی اس سلسلے میں استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا اس نے پلنگ کے پایوں کو غور سے دیکھا تو وہ زمین میں فٹ تھے پلنگ جتنی جگہ باقی زمین سے علیحدہ تھی۔ اس نے پلنگ کو ہلانے کے لئے کافی زور لگایا لیکن پلنگ اپنی جگہ پر مضبوطی سے جڑا ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ اس کمرے میں اس پلنگ کو اوپر نیچے لے جانے کے لئے ضروری کوئی مکینزم ہو گا۔ اس نے دیوار کو ہاتھ سے ٹھونک بجایا لیکن کوئی چیز بھی اسے قابل شبہ نظر نہیں آئی آخر اس نے سوئچ بورڈ پر کوشش کی۔ کمرے کے سوئچ بورڈ صرف تین تھے ایک بٹن دبانے سے تو کمرے میں لگا ہوا بلب جل اٹھا اور دوسرے سے کمرے میں لگا ہوا چھوٹا سا سیلنگ فین چل پڑا تیسرا بٹن دبانے سے کچھ بھی نہ ہوا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے اس کی تاریں کاٹ دی گئی ہوں اس نے کئی بار بٹن کو اوپر نیچے کیا۔ لیکن کچھ بھی نہ ہوا کئی بار وہ مایوس ہو گیا۔ لیکن خالی بٹن کا وجود اس کے ذہن میں کھٹک رہا تھا اس نے سوچا ضرور کوئی چکر ہے اس خالی بٹن کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہو گا آخر اس نے سارے بٹن کو پکڑ کر ہلایا تو بٹن نیچے کی طرف کھسک گیا اس کے نیچے ایک سرخ رنگ کا دائرہ نکل آیا

جب اس نے اس دائرہ کو انگلی سے دبایا تو پلنگ تیزی سے نیچے کی طرف دھنس گیا۔ وہ بٹن کو دباتا چلا گیا۔ آخر جب اس نے بٹن چھوڑا تو کمرے میں پلنگ کی جگہ ایک خلا تھا۔ اس نے بٹن کو دوبارہ دبایا تو واپس اپنی جگہ پر پہنچ گیا۔ لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ وہ اگر پلنگ پر لیٹتا تو بٹن کس طرح دباتا اور اگر بٹن دباتا تو اس کے پلنگ پر پہنچنے سے پہلے پلنگ نیچے چلا جاتا۔ کمرے میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی کہ وہ پلنگ پر لیٹ کر اس سے بٹن دباتا آخر اس نے ایک اندھی چھلانگ لگانے کی سوچی اس نے بٹن کو دبایا اور پھر تیزی سے پلنگ پر چھلانگ لگا دی اپنی طرف سے اس نے پوری تیزی دکھائی لیکن پلنگ اس کے پہنچنے سے پہلے نیچے چلا گیا تھا اور وہ خلا میں سر کے بل جا گرا اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کافی بلندی تک گرتا چلا گیا اور پھر وہ زور سے پلنگ کے اوپر جا گرا جو نیچے کسی جگہ جا کر رک گیا تھا۔ پلنگ پر زور سے گرنے کی وجہ سے وہ کافی اونچا اچھل کر فرش پر جا گرا اس کے زخموں میں سے پھر خون رسنے لگا اور دماغ میں اندھیرا سا چھا گیا لیکن اس نے اپنی پوری قوت ارادی استعمال کر کے اپنے دماغ پر قابو پانے کی کوشش کی۔ اور پھر تھوڑی دیر میں وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ دماغ پر چھانے والی دھند آہستہ آہستہ چھٹنے لگی۔ اس نے دیکھا کہ وہ اس ہال میں پلنگ کے پاس فرش پر پڑا ہے۔ ہال اس وقت خالی تھا۔ وہ آہستہ سے اٹھا اور پھر اس نے بغور ہال کا جائزہ لیا۔ میز پر اسے

ایک چھوٹی سی مشین پڑی ہوئی نظر آئی۔ اس نے اسے غور سے دیکھا کہ شاید کسی کام کی چیز ہو۔ لیکن اسے کچھ معلوم نہ ہوا۔ اس میں مختلف ڈائل لگے تھے اس نے دو چار بٹن دبائے لیکن مشین میں نام دشنی تھی اس نے زیادہ سر کھپانا مناسب نہ سمجھا اور پھر ہال کے ایک بند دروازے کی طرف چل پڑا یہ دروازہ بھی لوہے کا تھا اور باہر سے بند تھا۔ اس نے دروازہ کو ہلا کر دیکھا لیکن دروازہ مضبوطی سے بند تھا یہاں سے مایوس ہو کر وہ واپس پلٹا۔ اب اس کی نظر دیوار کے کونے میں لگے ہوئے ایک روشندان پر پڑی جو کافی کھلا تھا لیکن اس میں تقریباً تین انچ موٹائی کی سلاخیں جڑی ہوئی تھیں۔ اب یہی راستہ تھا۔ اس نے سلاخوں پر پورا زور لگایا۔ لیکن سلاخیں کافی مضبوط تھیں اس نے ہمت نہ ہاری اور ایک دفعہ پھر ان پر پوری طاقت لگا دی اچانک ایک سلاخ اپنی جگہ سے ہلنے لگی۔ اس کے دل میں امید کی کرن پھوٹ پڑی اور اس نے ایک بار پھر زور لگایا اور وہ سلاخ ٹیڑھی ہو کر باہر نکل آئی اس نے آرام سے اس سلاخ کو نیچے فرش پر رکھ کر دوسری سلاخ پر زور آزمائی کی۔ کافی دیر کی کوشش کے بعد اس نے دوسری سلاخ بھی نکال لی۔ لیکن ابھی تک راستہ اتنا فراخ نہیں ہوا تھا کہ کیپٹن شکیل اس سے نکل سکتا اس لئے اس نے تیسری سلاخ پر زور آزمائی کرنی شروع کر دی اسے زیادہ خطرہ یہ تھا کہ کہیں کوئی ہال میں نہ آجائے ورنہ ساری محنت برباد ہو کر رہ جاتی

زور لگانے سے اس کے سارے جسم میں ہلکا ہلکا درد ہونے لگا لیکن وہ اپنی پوری طاقت استعمال کرتا رہا آخر ایک گھنٹہ کی محنت شاقہ کے بعد وہ اتنا راستہ بنانے میں کامیاب ہو گیا جس سے با آسانی گزرا جا سکے۔ اس نے ہتھیار کے طور پر ایک سلاخ ہاتھ میں پکڑی اور سمٹ سمٹا کر وہ روشن دان سے باہر نکل آیا۔ جب وہ روشندان کے نیچے اترا تو وہ ایک لمبی سی گیلری میں تھا۔ گیلری کافی لمبی تھی اور اس میں لگاتار مختلف کمروں کے دروازے تھے گیلری میں کافی اونچائی پر ہوا کے لئے سیمنٹ کی جالی بنی ہوئی تھی۔ گیلری سے باہر نکلنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا کیونکہ گیلری کے دونوں سرے پر دیواریں تھیں اس لئے اس نے جالی پر بھی قسمت آزمانے کی سوچی۔ جالی کافی فاصلے پر تھی۔ اس لئے اس نے ایک جمپ لگایا۔ اور خالی ہاتھ سے جالی پکڑ کر لٹک گیا اب دوسرے ہاتھ سے اس نے وہ سلاخ زور سے اس جالی پر مارنی شروع کی۔ آواز کافی پیدا ہوئی لیکن کوئی پرواہ نہ کی اور آخر وہ جالی توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور پھر اس نے سلاخ نیچے پھینک کر دوسرے ہاتھ سے بھی نزدیک والی جالی پکڑی کیونکہ ایک ہاتھ کے سہارے سے لٹکے کافی دیر ہو گئی تھی اب تقریباً اس کا وہ ہاتھ بے جان ہو چکا تھا دوسرے ہاتھ سے جالی پکڑنے سے اسے کافی آسانی ہو گئی اور پھر وہ آہستہ سے شگاف سے باہر نکل لیکن اب ایک اور مسئلہ اس کے سامنے تھا۔ کہ دیوار کافی اونچی تھی

اس پر پیر جمانے کی سوائے جالی کے اور کوئی جگہ نہ تھی اگر وہ نیچے گر پڑتا تو شاید اس کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ چل سکتا۔ آخر اس نے سوچا کہ وہ جالی کے ذریعے اوپر جائے۔ اس نے جالی پر پیر جما کر اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ جالی کے عین اوپر ایک کھڑکی تھی جو بند تھی اس نے آہستہ سے اس کھڑکی پر زور دیا کہ شاید کھلی ہوئی ہو لیکن وہ بند تھی۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اب کیا کرے کہ وہ کھڑکی کھل گئی کیپٹن شکیل نیچے کی طرف دبک گیا اس کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جب اس نے کھڑکی میں سے صفدر کا سر باہر نکلا ہوا دیکھا اسے سخت حیرانی ہوئی کہ یہ لوگ صفدر کو بھی پکڑ کر لے آئے ہیں۔ صفدر نے بھی اسے دیکھ کر حیرانی سے آنکھیں جھپکیں۔ پھر فوراً اس نے کیپٹن شکیل کا ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچ لیا کیپٹن شکیل اندر آگیا پھر اس نے صفدر کے ساتھ باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے کھڑکی کے راستے چھت پر جانے کی کوشش کی کیونکہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ جس وقت بھی انہیں کیپٹن شکیل کے فرار کا پتہ چلا فوراً ہر طرف تلاش شروع ہو جائے گی۔ اور پھر وہ بری طرح پھنس جائیں گے۔ صفدر کو کیپٹن شکیل نے جولیا کے متعلق بھی بتا دیا اور پھر کیپٹن شکیل نے کھڑکی پر پاؤں رکھ کر اوپر جانے کی کوشش کی لیکن بری طرح تھکا ہونے کی وجہ سے وہ اوپر چھت کی منڈیر تک نہ پہنچ سکا۔ پھر صفدر نے ٹرائی کی آخر ایک دو بار کوشش کرنے کے بعد وہ بھی ناکام رہا۔ صفدر نے اسے بتایا کہ

کہ اس نے پہلے بھی کافی کوشش کی ہے۔ لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ ناکام رہا ہے۔ آخر کیپٹن شکیل کے ذہن میں ایک اور تجویز آئی۔ اس نے صفدر کو اپنے کاندھے پر چڑھا لیا اور خود کھڑکی پر مضبوطی سے پیر جما کر کھڑا ہو گیا۔ اب صفدر کا ہاتھ آسانی سے منڈیر تک پہنچ گیا۔ اور پھر صفدر ایک جمپ لگا کر چھت پر جا پڑا پھر اس نے جھک کر کیپٹن شکیل کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور پھر کیپٹن شکیل بھی چھت پر جا پڑا۔ اب دونوں نے چھت سے نیچے اترنے والے زینے کی تلاش شروع کر دی، چھت کافی وسیع تھی آخر ایک کونے میں انہیں زینے نظر آ گئے اور وہ دونوں آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگے۔ کوئی پچاس ساٹھ زینے اترنے کے بعد وہ ایک گیلری میں آ پہنچے کمروں کے سامنے والی گیلری تھی۔ اب جولیا کو قید سے چھڑانا ایک مسئلہ تھا کیونکہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ جولیا کونسے کمرے میں قید ہے ایک کمرے کے دروازے پر انہیں قفل پڑا ہوا نظر آیا انہوں نے سوچا کہ ضرور اسی میں جولیا قید ہوگی۔ ورنہ سب پر قفل ہوتا۔ آخر انہوں نے قفل توڑنے کا فیصلہ کیا لیکن گیلری میں انہیں ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی جس سے وہ قفل توڑتے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا اس لئے دونوں نے مل کر قفل پر زور لگانا شروع کیا ایک زوردار جھٹکے سے قفل کھل گیا۔ انہوں نے جلدی سے دروازہ کھولا تو جولیا وہاں کمزور حالت میں کمرے میں پڑے ہوئے پلنگ پر پڑی تھی۔ انہوں نے جلدی سے جا کر جولیا

کو دیکھا۔ جولیا کی حالت دیکھ کر ان کو خیال گذرا کہ شاید بیہوش ہے۔
لیکن جولیا ہوش میں تھی لیکن نقاہت انتہائی زیادہ تھی۔ یہ سب اس
اس تشدد کا کرشمہ تھا جو جولیا پر پچھلی رات برتا گیا تھا۔ صفدر کو دیکھ کر
جولیا بھی حیران رہ گئی۔ آخر دونوں نے سہارا دے کر جولیا کو پلنگ سے
نیچے اتارا اور پھر وہ آہستہ آہستہ دروازے سے باہر نکل آئے
لیکن اس طرح کافی دیر لگ جاتی۔ اور دیران کے لئے موت کا پیغام بھی
ثابت ہو سکتی تھی۔ اس لئے کیپٹن شکیل نے پھرتی سے جولیا کو کاندھے
پر ڈال لیا زخمی ہونے کے باوجود وہ آسانی سے اٹھا سکتا تھا۔ صفدر نے
اپنی خدمات پیش کرنی چاہیں لیکن کیپٹن شکیل نے اسے منع کر دیا۔ اب
وہ تیزی سے گیلری میں سے ہوتے ہوئے ایک زینے پر پہنچے اور
پھر وہ زینے سے نیچے اترنے لگے۔ زینہ ایک برآمدے میں جا کر ختم ہوا
جس کے سامنے کوٹھی کا کمپاؤنڈ تھا ابھی وہ برآمدے سے ہو کر باہر نہیں
نکلے تھے کہ دو سائے نہ جانے کہاں سے نکل کر ان سے لپٹ پڑے
شاید ان کے پاس پستول نہیں تھے یا جلدی میں انہیں پستول نکالنے کا
خیال نہ رہا۔ صفدر اس اچانک افتاد پر گھبرا گیا لیکن کیپٹن شکیل نے
جولیا کو نیچے اتار کر ان سایوں سے لپٹ گیا۔ صفدر نے بھی فوراً ایک
سائے کو جھپٹ لیا اور پھر اندھیرے میں ایک زوردار جنگ شروع ہو
گئی۔ کیپٹن شکیل کو ایک موقعہ مل گیا۔ اور اس کی لات زور سے ایک سائے
کے سینے پر پڑی اور ہلکی سی کراہ سے وہ زمین پر جا گرا۔ صفدر نے

دوسرے کو کنپٹی پر مکہ مارا اور ایک زوردار چیخ سے وہ بھی گر گیا۔ لیکن اس کی چیخ نے کوٹھی میں ہلچل مچا دی چاروں طرف سے روشنیاں جل اٹھیں اور بھاگ دوڑ کی آواز آنے لگی۔ صفدر نے جھپٹ کر جولیا کو کاندھے پر اٹھایا اور تیزی سے پھاٹک کی طرف بھاگے۔ پھاٹک بند تھا اس پر کھڑے ہوئے چوکیدار نے بندوق سیدھی کر لی۔ لیکن کیپٹن شکیل نے ایک زوردار جست لگائی اور چوکیدار کو لیے ہوئے نیچے آ گرا صفدر نے بھاگ کر دروازے کی کنڈی کھولی۔ اتنے میں ان پر فائر ہونے لگی ایک گولی چوکیدار کو لگی اور وہ چیخ مار کر رہ گیا۔ صفدر اور جولیا پھاٹک کی چھوٹی سی کھڑکی کو پار کر چکے تھے۔ کیپٹن شکیل نے چھلانگ لگائی اور وہ بھی کھڑکی سے باہر آ گرا۔ پھاٹک پر دو تین گولیاں آ لگیں۔ لیکن اب کیپٹن شکیل ان کی زد سے باہر تھا۔ باہر آتے ہی وہ تیزی سے ایک طرف بھاگنے لگے جتنی تیزی سے وہ بھاگ سکتے تھے وہ بھاگے۔ کیونکہ انہیں ہر لمحے خطرہ تھا کہ پیچھے سے تعاقب نہ کیا جائے اب وہ کوٹھی سے کافی دور پہنچ چکے تھے کہ انہیں پھاٹک کھلتا ہوا نظر آیا اور کار تیزی سے پھاٹک سے باہر نکلی اور ان کی طرف آنے لگی اب وہ پھنس گئے تھے۔ کیونکہ کار کے مقابلے میں زیادہ تیز نہیں بھاگ سکتے تھے کیپٹن شکیل نے انہیں درختوں پر چڑھنے کا اشارہ کیا اور صفدر جولیا کو پشت پر لئے ایک نزدیکی درخت پر چڑھ گیا۔ کیپٹن شکیل بھی ایک درخت پر چڑھ گیا اب انہوں نے درخت کے پتوں میں اپنے آپ کو چھپا لیا۔ اب کوٹھی میں ہر طرف روشنی ہو رہی تھی۔ کار تیزی سے ان کے

پاس سے ہوتے ہوئے گزر گئی۔ کار والے انہیں چیک نہ کر سکے۔ لیکن اب وہ درختوں میں پھنس گئے تھے۔ کیونکہ کار کے علاوہ بھی کافی لوگ ریوالور ہاتھوں میں لئے اردگرد پھیل چکے تھے وہ چپکے سے درختوں پر بیٹھے رہے۔ کافی دیر تک ادھر ادھر ان کی تلاش ہوتی رہی آخر وہ لوگ ناکام ہو کر واپس چلے گئے اب یہ تینوں درختوں سے نیچے اترے اور پھر سڑک پر بھاگ پڑے۔ کافی دور جا کر انہیں ایک سڑک پر لفٹ مل گئی اور اس طرح وہ اپنے فلیٹوں تک پہنچ سکے۔

عمران نے اپنی کار ہوٹل مے پول کے کمپاؤنڈ میں جا کھڑی کی
کار سے اترنے سے پہلے وہ اپنا ریڈی میڈ میک اپ استعمال کرنا نہ
بھولا۔ اور خود کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر آہستہ آہستہ ہوٹل
کے مین گیٹ کی طرف چل پڑا۔ چہرے پر حماقت کی دبیز تہیں تھیں۔
کپڑے البتہ قاعدے کے تھے وہ صدر دروازے سے گذرا تو گیٹ پر
کھڑے ہوئے دربان نے اسے سر جھکا کر سلام کیونکہ اس ہوٹل کے آداب
یہی تھے پھر دربان کی شدید حیرت سے آنکھیں پھٹ گئیں۔ جب عمران
بھی ایک ہاتھ سینے پر رکھ کر دربان کے سامنے جھک گیا۔ دربان ایک
لمحے کے لئے حیرت زدہ کھڑا کا کھڑا رہا۔ پھر وہ سنبھل گیا۔ دروازے
سے گذرنے والے اشخاص بھی اسے دیکھ کر حیرت سے شانے اچکاتے
گذر گئے۔

"صاحب" دربان نے آہستہ سے کہا

"جی صاحب" عمران نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا اس کا ہاتھ ابھی تک سینے پر رکھا ہوا تھا۔ پھر دربان کو دیکھ کر اس نے چونکنے کی شاندار ایکٹنگ کی۔ اور پھر منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کہاں ہے۔ میں سمجھا میں باس کے سامنے کھڑا ہوں" یہ کہہ کر وہ جلدی سے ہال میں داخل ہو گیا۔ اور دربان آنکھیں جھپکاتا رہ گیا۔

ہال میں داخل ہو کر عمران سیدھا کاؤنٹر گرل کی طرف لپکا کاؤنٹر گرل اسے دیکھ کر کاروباری طور پر مسکرائی، جواب میں عمران نے پورے دانت نکال دیئے۔ کاؤنٹر گرل خفیف سی ہو کر رہ گئی اگر وہ عمران کو جانتی ہوتی تو شاید وہ نہ جھپتی۔ لیکن عمران اس ہوٹل میں پہلی بار آیا تھا۔ اس لئے ان کے لئے ایک نئی بات تھی۔ لیکن کاؤنٹر گرل فوراً ہی سنبھل گئی۔ اور اس نے سنجیدگی سے کہا،

"فرمائیے"

"کیا" عمران نے دیدے نکالتے ہوئے کہا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"

"آپ کیا پوچھنا چاہتی ہیں" عمران نے کہنی کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے کہا اور کاؤنٹر گرل پر ایک دفعہ پھر حیرت کا شدید دورہ پڑا ۔۔۔۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اس گاہک کو کس طرح ڈیل کرے اس کی کوئی بات بھی سیدھی نہیں تھی۔

اب آگے وہ کیا کہتی۔ اس نے خفت چھپانے کے لئے رجسٹر کھول کر دیکھنا شروع کر دیا۔

عمران نے کاؤنٹر گرل کی حالت دیکھی تو مسکرایا۔ ایک لمحے کے لئے اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کاؤنٹر گرل سے مخاطب ہو گیا۔

"سنیئے"

"جی" کاؤنٹر گرل نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"منیجر صاحب مل سکیں گے"

"آپ نے پہلے کیوں نہیں پوچھ لیا۔ خواہ مخواہ وقت ضائع کرنے سے فائدہ" کاؤنٹر گرل نے جھنجھلا کر کہا۔

"آپ نے پہلے ہی کیوں نہ بتلا دیا" عمران نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔ اور کاؤنٹر گرل منہ تکتی رہ گئی۔

"میں نے کہا محترمہ بتا بھی چکیے" عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"وہ سامنے دفتر ہے" کاؤنٹر گرل نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور عمران چپکے سے دفتر کی طرف چل پڑا۔ جب تک وہ دفتر میں داخل نہ ہو گیا۔ کاؤنٹر گرل حیرانی سے اس انوکھے شخص کو دیکھتی رہی پھر اس نے سر جھکا کر اپنا کام دوبارہ شروع کر دیا۔ عمران جب دفتر میں داخل ہوا تو اس نے ایک سمارٹ سے نوجوان کو میز کے پیچھے فون کرتے دیکھا عمران چپکے سے جا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

نوجوان نے رسیور کو کریڈل پر رکھ کر عمران کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"مجھے اس ہوٹل کے مینجر سے ملنا ہے" عمران نے جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے کہا۔

"فرمایئے میں ہی مینجر ہوں"

"شوگی پاما" عمران نے مینجر کا منہ تکتے ہوئے کہا۔

"جی" مینجر نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"مینجر کے انداز سے عمران سمجھ گیا کہ مینجر اس گروہ کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ کیونکہ اس کا چہرہ ایکٹنگ سے پاک تھا۔

"میرا مطلب یہ کہ مجھے "شوگی پاما" سے ملنا تھا۔ عمران نے بات گول کرتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں اس نام کے کوئی صاحب ہوٹل میں نہیں رہتے

"اچھا شکریہ، بس یہی پتہ کرنا تھا۔ یہ کہتے ہوئے عمران جھٹکے سے اٹھا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اب وہ اس بیرے کو چیک کرنا چاہتا تھا۔ صفدر نے اپنی رپورٹ میں اس بیرے کے نمبر کا ذکر کیا تھا۔ اس لیے وہ آسانی سے اس بیرے تک پہنچ سکتا تھا وہ تیزی سے چلتا ہوا اس ہال کے ایک کونے میں خالی میز کے پاس رکھی ہوئی کرسی پر جا بیٹھا۔ ایک بیرہ فوراً ہی اس کی طرف لپکا۔

"فرمایئے جناب" بیرہ نے مؤدب ہو کر کہا۔

"ایک گلاس پانی" عمران نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

"جی بیرہ نے حیرت زدہ ہوکر کہا۔

"کیا جی جی لگا رکھی ہے۔ میں کہتا ہوں ایک گلاس پانی لاؤ اور تم جی جی کی رٹ لگائے کھڑے ہو عمران نے تلخی سے کہا۔

اور بیرہ فوراً ہی واپس چلا گیا تھوڑی دیر میں وہ ایک گلاس پانی ٹرے میں رکھ کر عمران کی میز پر آیا۔ اور اس نے ادب سے وہ گلاس عمران کے سامنے رکھ دیا۔ اور خود سر جھکا کر پاس کھڑا ہو گیا۔

"تم میز سے دور ہٹ جاؤ میں پانی پی کر سوچوں گا کہ کس چیز کا آرڈر دوں"، عمران نے بیرے کو دوبارہ جھاڑتے ہوئے کہا۔

اور بیرہ خون کے گھونٹ پیتا ہوا اس کی میز سے ہٹ گیا۔ عمران نے گلاس اٹھایا اور اس طرح پانی پینے لگا کہ جیسے اس نے زندگی میں پہلی بار ایسی چیز دیکھی ہو۔ ہر گھونٹ پر اس کا منہ عجیب انداز سے بنتا بگڑتا۔ پاس والی میزوں پر بیٹھے ہوئے افراد اسے اس طرح منہ بناتا دیکھ کر پہلے تو حیران رہ گئے پھر وہ اسے کریک سمجھ کر مسکرانے لگے۔ لیکن عمران نے ان سب سے بے نیاز اپنے کام میں مگن رہا۔ خدا خدا کر کے عمران نے پانی کا گلاس ختم کیا اور اتنے زور سے سانس لی جیسے وہ دو میل کی دوڑ لگا کر آیا ہو۔ اب اس نے اطمینان کا سانس لیا ہو۔ اس نے ایک نظر ادھر ادھر دیکھا۔ پھر ایک طرف کھڑے ہوئے بیرے کو اشارہ سے بلایا بیرہ تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

عمران نے جیب سے دس روپے کا نوٹ نکال کر بیرے کے ہاتھ میں رکھ دیا۔

ایک چائے لے آؤ، یہ رقم پانی کے گلاس کی ٹپ ہے چائے کی ٹپ علیحدہ ملے گی،،

بیرے نے دس کے نوٹ کو حیرانی سے دیکھا اور پھر اس نے جلدی سے جیب میں رکھ لیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک گلاس پانی کی دس روپے ٹپ بھی کوئی دے سکتا ہے۔ ایسا دریا دل آدمی اس نے آج تک نہ دیکھا تھا اس لئے اس نے وہاں سے ہٹنے میں انتہائی پھرتی دکھائی۔ کہیں اس احمق نوجوان کو پھر نہ کوئی خیال آجائے اور وہ دوبارہ دس روپے واپس مانگ لے۔

عمران نے اطمینان سے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور ایک پیس منہ میں رکھ کر جگالی شروع کر دی۔ اسے چیونگم کھاتا دیکھ کر لوگوں کو اس کے کریک ہونے میں کوئی شک نہ رہا۔ اب لوگ انتہائی دل چسپی سے اسے دیکھ رہے اور عمران بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یوں چاروں طرف دیکھ رہا تھا جیسے وہ ابھی ابھی پیدا ہوا ہو اتنے میں بیرہ چائے لے کر پہنچا۔

عمران نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے بیرے سے کہا۔

،،کیا ۱۶ نمبر بیرہ ڈیوٹی پر ہے۔

"جی صاحب وہ بار روم میں ڈیوٹی دے رہا ہے"
"یہ لو ایک اور دس کا نوٹ اسے میرے پاس بھیجو۔ مجھے اس سے کام ہے"
بیرے نے وہ دس روپے بھی تیزی سے لے لئے اور فوراً مڑ گیا تھوڑی دیر بعد پہلے والے بیرے کے ساتھ ایک اور بیرہ تیزی سے عمران کی طرف آیا۔

حامد اکرم

"جی صاحب، فرمایئے"
"تم جاؤ" عمران نے پہلے بیرے کو اشارہ کیا"
اور وہ فوراً چلا گیا۔
سنو! مجھے ایک عورت کے متعلق پتہ کرنا ہے" عمران نے دس نے دس کا ایک نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔
"جی فرمایئے"
"وہ عورت پچھلے دنوں بیٹھے بیٹھے اس ہوٹل میں بیہوش ہوگئی تھی اور اسے ایک عورت جو اسے اپنی بہن بتا رہی تھی اپنے ساتھ باہر لے گئی تھی"
بیرے کی آنکھیں چمکنے لگیں اور اس نے عمران کو وہ سب تفصیل بتا دی جو اس نے صفدر کو بتائی تھی۔
"تم بتا سکتے ہو" عمران نے اسے کریدا۔
"جی! اس وقت شام کے ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔

تمہیں اتنا صحیح ٹائم کس طرح یاد رہ گیا۔" عمران نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"جی دراصل بات یہ ہے کہ اس وقت میری ڈیوٹی ختم ہونے والی تھی وہ آخری گاہک تھیں۔ جنہیں میں نے اٹن سرو کیا۔"

"اچھا تم جاؤ" اور وہ فوراً چلا گیا۔

"عمران نے دراصل بیرے سے اس لئے خود پوچھا تھا کہ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بیرہ تو کہیں ان لوگوں سے نہیں ملا ہوا۔ کیونکہ بیرے سے حاصل کی ہوئی رپورٹ دینے کے فوراً بعد صفدر اور بیرے کی گفتگو سن لی تھی۔ یا خود بیرے نے انہیں صفدر کے متعلق بتلایا تھا۔ چنانچہ وہی ہوا عمران نے بیرے کو ایک مخصوص اشارہ کرتے دیکھا۔ اس کے اشارہ پر ہال کے کونے میں بیٹھا ہوا ایک آدمی چونک پڑا۔ عمران تاڑ گیا کہ یہی شخص مجرموں کا ساتھی ہے اور بیرہ ان سے ملا ہوا ہے۔ عمران نے یہ دیکھتے ہوئے تیزی سے ٹرے میں ایک نوٹ پھینکا اور وہ خود صدر دروازے کی طرف چل پڑا۔ اس نے ہال کے گیٹ کو پار کرتے ہوئے کنکھیوں سے دیکھا کہ وہ شخص بھی اپنی میز سے کھڑا ہو گیا تھا اب عمران کو پورا یقین ہو گیا تھا کہ یہ شخص مجرموں میں سے ہے لیکن عمران اطمینان سے جیبوں میں ہاتھ ڈال کر اپنی کار کی طرف بڑھتا گیا۔ پہلے اسے خیال آیا کہ وہ چپ چاپ مار کھا جائے تاکہ ان کے اڈے میں پہنچا جا سکے۔ لیکن بعد میں اسے خیال آیا کہ پہلے کیپٹن شکیل۔ صفدر

اور جولیا ان کے اڈے میں پہنچ چکے ہیں اب عمران کا بھی وہاں چلا جانا کہیں نقصان دہ نہ ثابت ہو کیپٹن اور صفدر پر اسے اعتبار تھا کہ وہ ان کی قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس نے یہی بہتر سمجھا کہ وہ بجائے خود ان کے اڈے میں جانے کے ان کے کسی آدمی کو اپنے ساتھ دانش منزل لے جائے گا۔ تاکہ ان سے مزید معلومات حاصل کی جا سکیں۔ کار تک پہنچتے پہنچتے اس کے دماغ نے اس کے متعلق فیصلہ کر لیا چنانچہ وہ مطمئن ہو کر کار میں بیٹھ گیا اور آہستہ سے رینگتی ہوئی کار ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل کر سڑک پر مڑ گئی۔ اور پھر اس نے کار کی سپیڈ تیز کر دی۔ پھر جب اس نے مڑ کر دیکھا اسے پچھلے شیشے میں ایک سفید شیورلٹ امپالا اپنے پیچھے آتی ہوئی نظر آئی۔ وہ سمجھ گیا کہ یہی مجرموں کی وہ کار ہے۔ جس کی رپورٹ صفدر نے اپنے بیان میں دی تھی۔ عمران جان بوجھ کر ساحلی علاقے کی طرف اپنی کار دوڑا رہا تھا۔ تاکہ مقابلہ کرنے میں آسانی رہے۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ مجرم بڑے خوش ہو رہے ہوں گے کہ چلو شکار خود بخود ویران علاقے میں جا رہا ہے۔ اور یہاں عمران سوچ رہا تھا کہ ان سنسان علاقے میں ذرا لڑنے میں مزہ آئے گا۔ کاریں ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتی رہیں۔ اب وہ ساحلی علاقے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اچانک عمران نے کار کی رفتار آہستہ کرنی شروع کر دی اور امپالا کی رفتار بھی آہستہ ہو گئی۔ آگے ایک موڑ آ رہا تھا عمران

نے اس موڑ کے نزدیک کار کھڑی کر دی اور خود باہر نکل کر بانٹ اٹھایا اور جھک کر انجن دیکھنے لگا شیورلیٹ امپالا عمران کے نزدیک آکر رک گئی۔ اس میں سے دو آدمی نیچے اترے جو شکل ہی سے غنڈے نظر آرہے تھے ان میں سے ایک نے عمران کے کاندھے پر ہاتھ رکھا عمران جھٹکے سے پیچھے مڑا اتنے میں دوسرے نے عمران کے منہ پر ایک زور دار مکہ جما دیا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا کہ عمران چکرا گیا اسے خیال بھی نہیں تھا کہ اتنی پھرتی سے حملہ کریں گے۔ اس لئے اس کے سنبھلنے سے پہلے پہلے شخص نے اسے ایک زور دار مکہ جڑ دیا۔ مکہ واقعی زور دار تھا۔ لیکن اب عمران سنبھل چکا تھا۔ وہ ایک دم اپنی جگہ سے اچھلا اور پھر ایک زوردار ٹکر اس پہلے شخص کی ناک پر پڑی جس نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ایک لات دوسرے آدمی کے سینہ پر پڑی۔ اب دونوں زمین پر پڑے تڑپ رہے تھے اور عمران کمر پر ہاتھ رکھے انہیں یوں دیکھ رہا تھا۔ جیسے تماشائی کسی زبردست مقابلہ دیکھنے کی امید پر آتے ہیں اور مقابلہ ایک منٹ میں ختم ہو گیا ہو لات کھانے والا آدمی تو صرف چند منٹ تڑپا اور پھر اس کے منہ سے خون کی پتلی سی لکیر بہہ نکلی۔ اور دوسرے ہی لمحے وہ ختم ہو چکا تھا۔ عمران کی لات نے اس کے سینے کی ساری ہڈیاں توڑ دی تھیں۔ ٹکر کھانے والے آدمی کی ناک کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی اور اب وہ زمین پر بے ہوش پڑا تھا۔ عمران نے مرے ہوئے آدمی کے

لاش اٹھا کر سفید امپالا میں ڈالی۔ اس نے سفید امپالا کے نمبر دیکھے تو دن وزارت داخلہ کے سیکرٹری سر احمد علی کے تھے۔ وہ ایک لمحے کے لیے مسکرایا اور پھر اس نے بے ہوش شخص کو اٹھا کر اپنی کار میں ڈالا اور کار واپس دانش منزل کی طرف موڑ دی۔

تجربہ بے حد کامیاب رہا تھا۔ ڈاکٹر جوہر کے چہرے پر خوشی کی لہریں دوڑ رہی تھیں آج اس نے دنیا میں ایک عظیم کارنامہ انجام دیا تھا۔ اس کا انگ انگ خوشی سے ناچ رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا۔ کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ اس نے ایک لمحے کے لئے اپنے سر پہ ہاتھ رکھا۔ اور پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ بے انتہا خوش ہونے کی وجہ سے وہ بچوں جیسی حرکات کر رہا تھا۔ ڈاکٹر جوہر ملک کا ایک عظیم ترین سائنس دان تھا وہ ملک کی ایٹمک ریسرچ اکیڈمی کا چیئرمین بھی تھا۔ بین الاقوامی ریسرچ سوسائٹی کا وہ معزز رکن تھا۔ ملک کو ڈاکٹر جوہر پر ناز تھا۔ گورنمنٹ نے دارالحکومت میں اسے شہر سے دور ایک عظیم الشان لیبارٹری بنوا کر دی ہوئی تھی۔ لیبارٹری ایک وسیع علاقے میں

تھی۔ لیبارٹری تمام کی تمام زمین دوز تھی دور سے وہ جگہ ایک چٹیل میدان نظر آتی تھی جس پر چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں تھیں۔ لیکن اس میدان کے نیچے ایک پورا شہر آباد تھا۔ لیبارٹری بہت ہی وسیع وعریض تھی ڈاکٹر جوہر بھی اس لیبارٹری کے ایک کونے میں رہتا تھا۔ اس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس کی بیوی کافی عرصہ ہوا موٹر کے حادثے میں مر چکی تھی اس کے بعد ڈاکٹر جوہر نے شادی نہیں کی۔ وہ ہر وقت ہمہ تن تجربات میں غرق رہتا اس پر ایک دھن سوار تھی۔ کہ کسی نہ کسی طرح کوئی ایسی ایجاد کرے۔ جو دنیا میں پر امن انقلاب پیدا کر دے۔ وقتاً فوقتاً وہ اپنی ایجادات گورنمنٹ کے حوالے کرتا رہتا۔ جو عوام کے لئے انتہائی مفید ثابت ہوتی لیکن وہ ابھی تک کوئی عالم گیر قسم کی ایجاد نہ کر سکا تھا آج کا دن اس کی زندگی کا یادگار دن تھا کہ وہ ایک ایسی تھیوری پر تجربات میں کامیاب ہو چکا تھا۔ جو دنیا میں انقلاب برپا کر دیتیں۔ اس تھیوری پر وہ پچھلے دس سال سے کام کر رہا تھا۔ وہ دس سال کے طویل عرصے میں دن رات اس تجربے میں غرق تھا دس سال کا عرصہ کافی طویل ہوتا ہے اس کی مصروفیت اتنی تھی کہ سوائے ایک بار جب کہ اس نے بین الاقوامی سائنس اکیڈمی کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی تھی وہ کبھی باہر نہیں نکلا

یہ اجلاس نیویارک میں ہوا تھا۔

اس میں اس نے اپنی تھیوری کے متعلق بڑے بڑے سائنسدانوں کے سامنے کچھ وضاحت کی تھی۔ سائنس دان اس کی یہ تھیوری سن کر

حیران رہ گئے۔ انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جوہر کے متعلق انہیں یقین تھا کہ اگر اس تھیوری پر کبھی کوئی کام کر سکتا ہے تو وہ صرف ڈاکٹر ہی ہو سکتا ہے۔ خیر اجلاس ختم ہونے کے بعد وہ سیدھا اپنی لیبارٹری میں پہنچا اور پھر دن رات اپنے تجربات میں غرق ہو گیا۔ لیکن اس نے اپنی اس دریافت سے تمام دنیا میں ہلچل مچا دی اس لئے شوگی پاما کی اس ملک میں آمد پر بجا طور پر سوچا جا سکتا تھا کہ شاید دنیا کے کسی بڑے ملک نے شوگی پاما کی خدمات حاصل کی ہونگی کہ وہ کسی طرح ڈاکٹر جوہر کو یا اس کی تھیوری کو اڑا لائے اور شوگی پاما اپنے گروہ کے ساتھ عمران کے ملک میں آپہنچا ہو شیوگی پاما ایک ذہین اور عیار مجرم تھا۔ بہرحال اس نے اس ملک کی سیکرٹ سروس کے متعلق پوری معلومات حاصل کیں۔ جس میں اسے ایکسٹو کی ٹیم کا پتہ چلا کافی زبردست بھاگ دوڑ اور کوششوں کے بعد انہوں نے ایکسٹو کی رکن کی حیثیت سے جولیا کو ڈھونڈ نکالا اور پھر اسے ہوٹل سے پول سے اغوا کر لیا ان کا شاید ارادہ تھا کہ وہ ایکسٹو کی پوری ٹیم کو گرفتار کر لیں۔ تاکہ ان کے مقاصد میں کوئی روڑہ نہ اٹکا سکے ڈاکٹر جوہر آج خوش اس لئے تھا کہ دس سال کی محنت شاقہ کے بعد آج وہ اپنے اس تجربے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اس نے اب بڑے پیمانے پر اس تجربے کو استعمال کرنے کا ارادہ کر لیا چنانچہ

اس نے اس کے انتظامات شروع کر دیئے۔ آج رات اس نے تمام انتظامات مکمل کر لیئے تھے۔

اس کی زمین دوز لیبارٹری میں بالکل خاموشی طاری تھی اور ڈاکٹر جوہر ایک کمرے میں بیٹھا سگار کے بڑے بڑے کش لے رہا تھا۔ صبح سے کام کرتے کرتے وہ تھک چکا تھا۔ اس لیئے اب ذرا دیر آرام کرنے بیٹھ گیا۔ اچانک اس کمرے میں لگی ہوئی سکرین پر روشنی جگمگا اٹھی۔ یہ ایک ایسا آلہ تھا جو لیبارٹری کی حفاظت کے لیئے لگایا گیا تھا۔ لیبارٹری کے اوپر جو میدان تھا۔ اگر اس میدان میں کوئی چیز آتی تو وہ اس سکرین پر نظر آجاتی۔ اس لیئے سکرین پر روشنی دیکھ کر ڈاکٹر جوہر چونک پڑا۔ اس نے فوراً جا کر ایک مشین میں لگے ہوئے بٹن کو دبایا۔ تو سکرین پوری طرح روشن ہوگئی۔ اس پر لیبارٹری کے اوپر میدان نظر آنے لگا۔ ڈاکٹر نے مشین کے ساتھ لگے ہوئے ہینڈل کو آہستہ آہستہ گھمانا شروع کر دیا اب سکرین پر منظر بدلنے لگے۔ میدان کے مشرقی کونے میں اسے ایک شخص جھاڑیوں کے درمیان چلتا ہوا نظر آیا اس نے ایک اور بٹن دبایا۔ تو اس شخص کی پوری تصویر سکرین پر آگئی۔ اب ڈاکٹر جوہر نے غور سے اسے دیکھا تو اسے کچھ عجیب سا محسوس ہوا کیونکہ وہ شخص اردگرد بڑی احتیاط سے دیکھتا ہوا چل رہا تھا۔ اس کے انداز میں کچھ اس قسم کی احتیاط تھی جیسے اسے کسی طرف سے دیکھ لیئے جانے

کا خطرہ ہو۔ اچانک وہ چلتے چلتے رک گیا۔ اس نے جیب سے ایک دوربین نکالی اور پھر وہ دوربین سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس کے انداز سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ شخص کون ہے اور اس میدان میں آکر کیا چاہتا ہے۔ لیکن اب وہ شخص اطمینان سے چل رہا تھا۔ چنانچہ آہستہ آہستہ لیبارٹری کی حد سے بہت دور نکل گیا اب سکرین صرف تھی۔ ڈاکٹر جوہر نے ایک طویل سانس لے کر مشین بند کر دی اب اسے احساس ہوا کہ اس نے خواہ مخواہ کافی وقت ضائع کر دیا ہے چنانچہ وہ جلدی سے اٹھ اپنے مخصوص کمرے کمرے کی طرف بڑھا۔ اس تمام لیبارٹری میں وہ اکیلا تھا۔ ہر کام وہ خود اپنے ہاتھوں سے کرتا۔ حتیٰ کہ خادموں کی جگہ اس نے مختلف مشینیں لگا رکھی تھیں۔ جو ہر قسم کا کام کرتیں۔ سیکرٹری رکھنے کا وہ شروع سے عادی نہیں تھا۔ ڈاکٹر جوہر کمرے میں داخل ہو کر ایک بہت بڑی میز پر پڑی ہوئی مشین کے پاس جا کر رک گیا۔ اس میں چاروں طرف چھوٹی چھوٹی نلکیاں بنی ہوئی تھیں۔ اور پھر تاروں کا ایک وسیع جال تھا۔ اور دونوں سائڈوں میں دو کیبن بنے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر جوہر نے کمرے کے ایک کونے میں لگے ہوئے کلاک کی طرف دیکھا تو اس میں شام کے پانچ بجے تھے ڈاکٹر نے مشین پر بنے ہوئے ایک ٹرے سے سرخ بٹن کو دبا دیا تو سامنے بنا ہوا ڈائل روشن ہو گیا۔

ڈاکٹر نے دو تین اور بٹن پھرتی سے دبائے تو ساری مشین میں جیسی زندگی دوڑ گئی ہو مختلف رنگوں کے چھوٹے چھوٹے بلب جلنے بجھنے لگے۔ چھوٹی چھوٹی سینکڑوں ٹیوبیں جل اٹھیں ڈاکٹر جوہر نے کمرے کے ایک طرف رکھے ہوئے پنجرے کا دروازہ کھولا اس میں سے ایک سفید رنگ کا خرگوش پکڑا اور اسے پکڑ کر وہ اس میز کے قریب لے آیا۔ اس نے اس مشین کے ایک طرف بنے ہوئے کیبن کا دروازہ کھولا اور اس میں اس خرگوش کو چھوڑ دیا اور پھر کیبن کا دروازہ بند کر دیا۔ کیبن چونکہ چھوٹا سا تھا اس خرگوش اس میں پھنسا پڑا رہا۔ اب ڈاکٹر جوہر نے مشین میں بنے ہوئے ہینڈل کو پکڑا۔ پھر اس نے جیسے ہی ہینڈل کو ہلکے سے موڑا تو بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے۔ اور پھر اس کیبن بنفشی رنگ کی لہریں دوڑنے لگیں۔ پھر جیسے ہی ڈاکٹر جوہر نے ذرا سا ہینڈل اور گھمایا تو مشین میں لگے ہوئے ایک بڑے سے ڈائل میں سرخ رنگ کی سوئی تیزی سے حرکت کرنے لگی۔ ڈائل کے درمیان میں سرخ رنگ کا حرف "P" بنا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ سوئی P کے نشان تک پہنچی اور پھر جیسے ہی سوئی P پر پہنچی یکدم خرگوش اس کیبن سے غائب ہو گیا۔ پھر ڈاکٹر نے دیکھا تو وہی خرگوش دوسرے کیبن میں پہنچ چکا تھا۔ ڈاکٹر

نے مشین کا بٹن بند کر دیا۔ اور حرکت کرتی ہوئی زندگی یک لخت ختم ہو گئی ہر چیز ساکن اور بے جان ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر نے دوسرے کیبن کا دروازہ کھول کر اس خرگوش کو باہر نکالا تو وہ اس کے ہاتھ میں پھدکنے لگا ڈاکٹر کے چہرے پر ایک بھرپور مسکراہٹ ابھری اس نے خرگوش کو رسی سے باندھ کر سامنے ایک دیوار پر لٹکا دیا اور کونے میں جا کر ایک مشین گن اٹھائی۔ جو اس نے گورنمنٹ سے اپنی حفاظت کے لئے رکھی تھی۔ اس نے خرگوش کا نشانہ لیا اور ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کمرے میں گونجی اور گولیاں کی بوچھاڑ خرگوش پر پڑی۔ لیکن خرگوش بڑے اطمینان سے اسی طرح لٹکا رہا۔ ڈاکٹر نے وہ مارا کا نعرہ بلند کیا اور پھر مشین گن ایک طرف رکھ کر گولیوں کو اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگا۔ وہ سب چپٹی ہو گئی تھیں۔ یہ ایک بے مثال کارنامہ تھا۔ جسکی ہوا بھی اگر دوسرے ممالک کو لگ جاتی تو وہ اسے حاصل کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے۔

اس تجربے سے ڈاکٹر جوہر کے ملک کا ہر سپاہی ہر آفیسر ہر ٹینک اور ہر ہوائی جہاز مستقل طور پر گولیوں اور بارود سے محفوظ ہو جاتا اور پھر دنیا کی کوئی طاقت بھی انہیں شکست نہ دے سکتی۔ یہ ایک ایسا لازوال کارنامہ تھا جس پر ڈاکٹر جوہر جتنا بھی خوش ہوتا ہو سکتا تھا۔ اب صرف تجربہ ایک انسان پر کرنا باقی رہ گیا تھا لیکن وہ کسی آدمی کی جان بھی ضائع کرنے کا رسک نہ اٹھا سکتا تھا۔ کیونکہ اگر تجربہ کامیاب

نہ رہا تو اس آدمی کا خون سر پر چڑھ جاتا۔ اگر وہ چاہتا تو کسی پھانسی کے مجرم کو بھی گورنمنٹ سے لے سکتا تھا۔ لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا کیونکہ جب تک تجربہ مکمل نہ ہو جائے وہ اسے گورنمنٹ پر ظاہر کرنا نہ چاہتا تھا۔

اور دوسرے اگر تجربہ کامیاب رہا تو وہ آدمی جو پہلے تخریب پسند تھا ناقابل تسخیر ہو کر ملک میں قیامت برپا کر دے گا۔ اس لئے وہ یہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس کا انتظام بھی اسے خود کرنا پڑے گا۔ پھر اس کے دماغ میں اس وقت سکرین پر نظر آنے والا آدمی گھوم گیا اس نے سوچا کہ اگر اسی طرح کوئی ادھر آ نکلنے والا آدمی اس کے ہاتھ چڑھ جائے تو وہ بغیر کسی کو خبر ہوئے اپنا تجربہ باآسانی کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے سوچا کہ اگر پھر کوئی آدمی اسے نظر آیا تو وہ اسے ضرور گرفتار کر کے اس تجربے کے لئے استعمال کرے گا۔ یہ سوچ کر وہ دوبارہ اپنے آرام کے کمرے میں چلا گیا۔ اس نے سگار بکس سے ایک سگار نکالا اور پھر اس کا سرا توڑ کر اس نے جلایا اور دو تین لمبے لمبے کش لے کر اس نے سوچنا شروع کر دیا کہ آدمی کے لئے مجھے کیپنن بھی بڑا بنانا پڑے گا۔ اور اس کے لئے مخصوص پاؤڈر بھی زیادہ استعمال کرنی پڑے گی اچانک وہ بیٹھا بیٹھا چونک پڑا۔ اس نے پھر سکرین روشن ہوتے دیکھی۔ کسی نامعلوم خیال سے اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ فوراً اٹھا اور ایک مشین کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ایک بٹن دبایا تو سکرین روشن ہو گئی۔ اس نے مشین پر لگے ہوئے ہینڈل کو گھمانا شروع کر دیا تو سکرین پر منظر تبدیل ہونے لگے۔ اچانک اس نے سکرین پر ایک منظر روک دیا

اور پھر ایک اور بٹن دبانے سے وہ منظر پوری سکرین پر چھا گیا ڈاکٹر جوہر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک چھوٹی سی موٹر کار اس جگہ پر کھڑی ہے. جہاں اس کی لیبارٹری کا خفیہ گیٹ ہے اور اس میں سے تین آدمی زمین پر ادھر ادھر کچھ دیکھ رہے ہیں. ڈاکٹر جوہر کو شک پڑا کہ یہ لوگ اس کی لیبارٹری میں گھسنے کے لیئے دروازہ ڈھونڈ رہے ہیں. وہ چوکنا ہو گیا. کیونکہ وہ سمجھ گیا کہ اس تجربے کی وجہ سے کوئی نہ کوئی مجرم اس کے پیچھے لگا ہو گا. لیکن وہ مطمئن تھا کہ اس نے لیبارٹری کے اندر داخل ہونے کا انتظام اتنا کر رکھا ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے کوئی مکھی بھی داخل نہیں ہو سکتی اس لیئے یہ لوگ جتنی بھی ٹکریں مارلیں کچھ نہیں کر سکتے بہر حال اس نے دلچسپی سے اس کی نقل و حرکت چیک کرنی شروع کر دی. وہ لوگ پہلے تو ادھر ادھر دیکھتے رہے شاید انہیں پتہ نہ چلا پھر ان میں سے ایک نے جو دیسے ہی چال ڈھال اور دیکھ رکھاؤ میں ان سے الگ لگ رہا تھا. شاید ان کا سرغنہ وہی ہو اس نے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور اسے کھول اسے دیکھنے لگا. باقی دو بھی اس کاغذ پر جھک گئے.

ڈاکٹر جوہر نے ایک اور بٹن دبایا تو سکرین پر صرف وہ کاغذ تھا ڈاکٹر جوہر کے ہینڈل دبانے سے وہ کاغذ سکرین پر اور بھی زیادہ نزدیک ہوتا گیا. اب ڈاکٹر جوہر اس کاغذ کو آسانی سے دیکھ سکتا تھا. اس پر ایک نقشہ بنا ہوا تھا. پھر ڈاکٹر جوہر کی حیرانی کی حد نہ رہی جب اس نے دیکھا وہ نقشہ اسی کی اپنی لیبارٹری کا تھا. اس میں لیبارٹری کے

راستوں کی تمام تفصیل صحیح صحیح موجود تھی۔ اب ڈاکٹر کو اندیشوں نے آگھیرا کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ یہ لوگ کافی منظم معلوم ہوتے ہیں۔ نہ جانے انہیں نقشہ کہاں سے مہیا کیا گیا ہے بہر حال اب ان لوگوں کو چھوڑ دینا اس کے لئے تباہی کا باعث بھی بن سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ان لوگوں کو گرفتار کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ڈاکٹر نے ساتھ رکھی ہوئی ایک مشین کا ایک بڑا سا بٹن دبایا۔ اور خود سکرین پر ان کا منظر دیکھنے لگا مشین کا بٹن دباتے ہی اس نے دیکھا کہ وہ لوگ چونک پڑے اور پھرتی سے ایک طرف جھاڑیوں میں چھپ گئے۔ دراصل اس مشین کے بٹن دبانے سے لیبارٹری کا گیٹ زمین سے اوپر ابھر آیا تھا گیٹ کو ابھرتے دیکھ کر انہوں نے سوچا کہ لیبارٹری میں سے کوئی باہر آ رہا ہے۔ ڈاکٹر نے اس مشین کا ایک اور بٹن دبایا تو گیٹ آہستہ آہستہ کھلنا شروع ہو گیا۔ یہ ایک بہت بڑا گیٹ تھا۔ جس سے بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی سے ہر چیز گذر سکتی تھی۔ پھر ڈاکٹر نے دو بٹن یکے بعد دیگرے دبا دیئے تو گیٹ سے فولادی تاروں کا ایک گچھ نکلا۔ ڈاکٹر نے تیزی سے مشین کا ہینڈل گھمانا شروع کر دیا اور پھر گچھا اچانک ان جھاڑیوں پر پڑا۔ یہ ایک بہت بڑا فولادی جال تھا۔ اب وہ تینوں اس گچھے میں پڑے ہاتھ پیر مار رہے تھے۔ انہوں نے جیبوں سے ریوالور نکال کر جال کی تاروں پر فائر کیا لیکن کچھ نہ ہوا۔ وہ جال میں گھسٹتے گھسٹتے گیٹ کے اندر گھس گئے۔ اور پھر گیٹ آہستہ سے بند ہوا اور پھر وہ زمین میں دھنس گیا اوپر

زمین اس برابر ہوگئی جیسے یہاں کبھی کوئی درز تھی ہی نہیں! تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر نے دونوں مشینوں کو بند کر دیا اور خود منہ میں سگار دبا کر وہ ایک کمرے میں چلا گیا۔ دو تین کمرے پار کرنے کے بعد وہ شیشے کے ایک بہت بڑے کیبن کے سامنے جاکر رک گیا اس میں وہ تینوں آدمی اسے کھڑے نظر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں اب تک پستول تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر جوہر کو دیکھ کر اس کی طرف دو تین فائر کئے وہ گولیاں شیشے کی دیوار سے ٹکرا کر چپٹی ہو کر گر پڑیں اور ڈاکٹر اپنی جگہ پر کھڑا مسکراتا رہا۔ پھر ڈاکٹر نے کیبن کی سائیڈ میں بنے ہوئے خانے میں اپنی انگلی گھمائی۔ اور وہ تینوں اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے لڑکھڑانے لگے کیبن کے ایک خفیہ خانے سے ایک زرد رنگ کی گیس کیبن میں جانے لگی۔ جس سے وہ تینوں بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑے۔ کچھ دیر وہ گیس کیبن میں چکراتی رہی۔ پھر جیسے ہی ڈاکٹر نے کیبن لگے ہوئے ایک بٹن کو دبایا تو کیبن کا ایک دروازہ کھل گیا۔ ڈاکٹر نے ان کی تلاشی لی۔

وہ نقشہ نکال کر جیب میں ڈالا۔ اور پھر باری باری ان تینوں کو اٹھا کر ایک کمرے میں لے جاکر بند کر دیا اور خود اپنی تجربہ گاہ میں لوٹ گیا۔ کہ ان تینوں پر تجربہ کرنے کے لئے وہ کیبن کو بڑا کر سکے۔ اور مشین کی پاور کو بڑھا سکے۔ اور تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر جوہر ان تینوں کو بھول کر اپنے تجربے میں مست ہو گیا۔

جولیا شوگی بابا کی قید سے فرار ہو کر جیسے ہی اپنے فلیٹ پر پہنچی وہ نڈھال ہو کر بستر پر گر پڑی کیونکہ نقاہت اتنی تھی کہ یہاں تک آتے آتے اس کا دماغ قابو میں نہیں رہا تھا۔ وہ آنکھیں بند کر کے اپنے بیڈ پر پڑی تھی اس نے سوچا کہ چند منٹ آرام کر کے میں ایکسٹو کو فون کروں گی لیکن جیسے ہی اس نے آرام دہ بیڈ پر سر رکھا وہ اطمینان سے سو گئی۔ اور پھر اس وقت اس کی آنکھ کھلی جب سرہانے رکھا ہوا ٹیلی فون کرخت آواز میں چیخ اٹھا اس نے بڑ بڑا کر آنکھیں کھول ڈالیں۔ ایک منٹ کے لئے اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ کیا ہو گیا ہے۔ پھر اس نے جلدی سے رسیور اٹھا کر کانوں سے لگا لیا۔

"ہیلو، جولیا سپیکنگ"، جولیا کی نیند سے بھرپور آواز ابھری۔

"ایکسٹو" دوسری طرف سے سرسراتی ہوئی آواز آئی اور جولیا کی آنکھوں سے نیندیں غائب ہو گئیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

"یس سر"، جولیا نے کہا۔

"تم کس وقت اپنے فلیٹ پر پہنچی" ایکسٹو کی تلخ آواز ابھری۔

"جی دراصل میں اتنی تھک چکی تھی کہ آتے ہی سو گئی" جولیا نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"میں نے وقت پوچھا تھا"

"جی رات کے ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے" جولیا کی آواز اس کے گلے میں پھنس گئی۔

"تم اتنی کمزور تھیں کہ ذرا ٹیلی فون کا رسیور بھی نہیں اٹھا سکتی تھیں۔ جولیا تم دن بدن لاپرواہ ہو۔ اگر تم اسی وقت مجھے رپورٹ دے دیتی تو میں اس کوٹھی کا بھی فوری طور پر بندوبست کرتا"

"سر غلطی ہو گئی۔ دراصل جب میں یہاں پہنچی تو میرا دماغ قابو میں نہیں تھا" جولیا نے تقریباً روتے ہوئے کہا۔

"آئندہ دماغ قابو میں رکھا کرو۔ میں اس قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کروں گا۔ اگر آج صبح کیپٹن شکیل کسی کام کے لئے مجھے ٹیلی فون نہ کرتا تو تمہارا ابھی تک مجھے کچھ پتہ نہ چلتا۔ تم اگر اتنی کمزور تھیں تو ٹیلی فون بھی نہ کر سکتی تھیں تو کیپٹن شکیل اور صفدر کو کہہ دینا تھا۔ وہ تمہاری وجہ سے چپ رہے"۔

یہ کہہ کر ایکسٹو نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ جولیا نے بھی رسیور رکھ کر سر پکڑ لیا۔ اسے آج زندگی میں پہلی بار ایکسٹو پر شدید غصہ آرہا تھا کہ یہ شخص انتہائی خودغرض اور مطلب پرست ہے۔ وہ اپنے مطلب کے لئے ہم لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتا ہے۔ میری جان پر بن آئی۔ اگر میں ذرا ٹیلی فون نہ کر سکی تو بجائے میرے ساتھ ہمدردی کرنے کے الٹا مجھے جھاڑ دیا۔ ظالم نے جھوٹے منہ پوچھنا بھی گوارا نہ کیا کہ اب میرا کیا حال ہے۔

ابھی سوچ رہی تھی کہ جولیا کے فلیٹ کی بیل زور سے چیخ اٹھی۔ جولیا نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو اسے عمران اور اس کے ساتھ ایک آدمی بیگ سنبھالے نظر آیا۔ جو شکل دیکھنے سے ڈاکٹر نظر آ رہا تھا۔ عمران نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

"ہیلو جولیا۔ کیسی طبیعت ہے، بنصیب دشمناں طبیعت خراب تو نہیں۔"

لیکن جولیا چپکے سے پیچھے ہٹ گئی۔ عمران کے چہرے پر وہی حماقت تھی اور ڈاکٹر عمران کے اس انداز سے مسکرا رہا تھا۔ جب جولیا نے کچھ جواب نہ دیا تو عمران تیزی سے ڈاکٹر کی طرف مڑا۔

"ڈاکٹر صاحب ذرا اچھی طرح چیک کیجئے۔ نصیب دشمناں یہ گونگی تو نہیں ہو گئی۔" اور ڈاکٹر نے میز پر بیگ رکھ دیا۔

جولیا کو عمران کا یہ مذاق بہت برا لگا۔ ایک تو وہ پہلے ہی بھری بیٹھی تھی اس لئے وہ پھٹ پڑی۔

"بند کرو بکواس مجھے یہ تمہاری جھوٹی ہمدردی نہیں چاہیئے تم میرا مذاق اڑاتے ہو۔ چلو بھاگ جاؤ یہاں سے۔ اور ڈاکٹر تم بھی۔ مجھے کسی علاج کی ضرورت نہیں۔ اور یہ کہہ کر جولیا سسکیاں لے لے کر رونے لگی

عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جولیا کو دیکھنے لگا۔ جیسے اس کے سر پر سینگ اگ آئے ہوں۔ ادھر ڈاکٹر کے چہرے پر لاپرواہی نظر آ رہی تھی جب جولیا اچھی طرح رو چکی تو عمران نے آگے بڑھ کر جولیا کے کندھے پر

تھپکی دی۔

"جولیا تم مجھ سے ناراض نہ ہو۔ مجھے تو ابھی چند منٹ پہلے تمہاری حالت کا علم ہوا۔ جب یاس نے مجھے بتایا اور یاس کے حکم سے میں ڈاکٹر کو لے کر تمہارے پاس پہنچ گیا۔"

رونے سے چونکہ جولیا کے دل کا بخار اتر چکا تھا اس لئے اب وہ ٹھیک تھی۔ وہ ڈاکٹر کے سامنے رونے پر بے حد شرمندہ تھی۔ اور اب ایکسٹو کے متعلق بھی اس کے خیالات تبدیل ہو چکے تھے کہ وہ زبانی ہمدردی کی بجائے عملی کام سے کام رکھتا ہے۔ بجائے اس نے ٹیلی فون پر وقت ضائع کرنے کے فوراً ڈاکٹر کو بھیج دیا۔

"ڈاکٹر صاحب آپ معائنہ کریں" عمران نے ڈاکٹر کو کہا۔ اور ڈاکٹر نے سٹیتھسکوپ نکال کر کانوں میں لگا لیا۔ اس نے اچھی طرح جولیا کا معائنہ کیا۔ پھر وہ اطمینان کا سانس لے کر سیدھا ہو گیا۔

"مس صاحبہ کو کوئی تکلیف نہیں۔ صرف کسی صدمے سے ان میں نقاہت آگئی جو جلدی دور ہو جائے گی"، ڈاکٹر نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہوں، تو نصیب دشمناں طبیعت زیادہ خراب نہیں"، عمران کے چہرے پر پھر حماقت کی تہیں چڑھ گئیں۔

دراصل مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں لیڈی ڈاکٹر کو لے آتا تو بہتر تھا۔ مردوں کو بھلا عورتوں کی طبیعت کے بھاری پن کا کیا پتہ اور جولیا پہلے تو چپکی رہی۔ پھر ڈاکٹر کی موجودگی محسوس کر کے اسے غصہ آگیا۔ لیکن ڈاکٹر

ان باتوں سے لاپرواہ انجکشن تیار کرنے میں لگا ہوا تھا۔ شاید وہ عمران کی طبیعت کو اچھی طرح جانتا تھا۔

"عمران مجھے یہ مذاق اچھا نہیں لگتا"

"چھوڑو جولیا اب ہم سے کیا پردہ ہم کوئی غیر تھوڑے ہی ہیں۔ بھلا ملتانی مٹی کھانے کو دل چاہتا تو ہوگا۔ میرے خیال میں ڈاکٹر انہیں صبح سویرے سونف کی ترنگ پینی چاہیئے"

"تم باز نہیں آتے عمران" جولیا کو عمران پر واقعی غصہ آگیا۔ اتنے میں ڈاکٹر بھی انجکشن تیار کر چکا تھا۔ اس نے جولیا کے بازو میں انجکشن لگایا اور بیگ سمیٹنے لگا۔

"اچھا عمران صاحب میں چلتا ہوں۔ خدا حافظ" ڈاکٹر بیگ اٹھا کر بولا

"خدا حافظ" عمران نے بھی لاپرواہی سے کہا۔

اور ڈاکٹر بیگ اٹھائے دروازے سے باہر چلا گیا۔

اب عمران جولیا کی طرف مڑا۔

"جولیا ایکسٹو تو بے وقوف ہے۔ اسے کیا پتہ کہ عورتوں کی طبیعت خراب ہونے کا مقصد تو صرف لیڈی ڈاکٹر ہی جانتی ہے۔

"تم دفعان ہوجاؤ ورنہ میں تمہیں مار بیٹھوں گی" جولیا نے جھلا کر کہا۔

" اتنے میں ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بجی اور جولیا نے رسیور اٹھا لیا۔"

"ہیلو جولیا سپیکنگ"

"ایکسٹو" ایکسٹو کی غراتی ہوئی آواز نکلی۔

"یس سر" جولیا نے رسیور کو مضبوطی سے کانوں کے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"عمران ڈاکٹر کو لے کر آیا تھا"

"جی ہاں عمران ابھی تک یہیں موجود ہے" جولیا نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اب تمہارا کیا حال ہے" ایکسٹو کی آواز اس بار ہمدردی سے بھرپور تھی۔

"جناب میں اپنے آپ کو پہلے سے بہتر محسوس کر رہی ہوں"

ایکسٹو کی ہمدردی سے ہی جولیا کی آدھی نقاہت دور ہو گئی تھی

"ہوں تو فون ذرا عمران کو دینا" اور جولیا نے فون عمران کی طرف بڑھایا اور عمران نے رسیور کانوں سے لگایا۔

"ہیلو! میں علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی (آکسن) بول رہا ہوں" عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"جناب اس آدمی نے کچھ بھی نہیں بتایا۔ میں نے اس پر تشدد کی انتہا کر دی ہے" بلیک زیرو کی آواز آئی۔

"اچھا جناب میں خود چیک کرتا ہوں" عمران نے مدویانہ انداز میں کہا کیونکہ جولیا لگاتار اسے گھور رہی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے ایکسٹو کی آواز آئی۔
یہ کہہ کر بلیک زیرو نے رسیور رکھ دیا اور ادھر عمران نے بھی رسیور رکھا اور برا سا منہ بنا کر کہا۔
"تمہارا یہ چوہا بھی آرام نہیں کرنے دیتا، اب کہتا ہے سر احمد علی کو چیک کرو"
"سر احمد علی سیکرٹری وزارت داخلہ"، جولیا نے حیرانی سے پوچھا تو
اور کیا سر احمد علی نانبائی کا پوچھ رہی ہو" عمران نے بظاہر جھنجھلاتے ہوئے کہا۔
"میں نے ویسے ہی پوچھا تھا تم کاٹنے کو کیوں دوڑتے ہو"
"ارے مجھے بھی اپنی ہی نسل کا سمجھ لیا ہے کہ میں لوگوں کو کاٹتا پھروں اور پھر جولیا نے اسے مارنے کے لئے پیپر ویٹ اٹھایا ہی تھا کہ عمران دروازے سے باہر تھا۔
"جولیا نے عمران کے باہر جانے کے بعد دروازہ بند کیا اور پلنگ پر لیٹ گئی۔ ابھی اسے لیٹے ہوئے چند ہی منٹ ہوئے تھے کہ دروازہ کی بیل ایک بار پھر زور سے بجی پھر جیسے ہی جولیا نے دروازہ کھولا دو آدمی پستول تانے اندر گھس۔
"کیا مطلب آپ کون لوگ ہیں" جولیا نے پوچھا۔
"خاموش رہو ورنہ گولی مار دوں گا" انہیں سے ایک نے جولیا کے سینے پر پستول رکھے کہا۔ اور جولیا نے پستول دیکھ کر خاموشی ہی

میں عافیت سمجھی۔ ان میں سے ایک آدمی نے دروازہ بند کیا۔ اور پھر جولیا کو پیچھے سے پکڑ کر اس کے ہاتھ پیچھے کر کے جیب سے رسی نکال کر باندھ دی اور پھر دوسری جیب سے اس نے ٹیپ نکال کر جولیا کے منہ پر چپکا دی اور پھر جولیا کو مسہری پر دھکا دے دیا جولیا الٹے منہ مسہری پر گر پڑی۔

پھر دونوں نے اس کے فلیٹ کی تلاشی لینی شروع کر دی نہ جانے انہیں کس چیز کی تلاش تھی۔ اچانک دونوں چونک پڑے جب انہوں نے فون کی گھنٹی بجتی دیکھی ایک لمحے کے لئے وہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر ایک نے بڑھ کر رسیور اٹھا کر کانوں سے لگا لیا۔

"ہیلو" دوسری طرف سے آواز ابھری۔

"کون صاحب بول رہے ہیں،" ایک نے بھرائی ہوئی آواز آئی لیکن دوسری طرف سے رانگ نمبر کہہ کر فون ڈسکنکٹ ہو گیا اس نے برا سا منہ بنا کر رسیور رکھ دیا۔ تلاشی لینے کے بعد انہوں نے جولیا کے منہ سے ٹیپ نکال لیا۔ اور پھر ان میں سے ایک نے جولیا سے پوچھا۔ بتاؤ وہ فلم کہاں ہے۔

"کون سی فلم" جولیا نے حیرانی سے پوچھا۔

"جلدی بتاؤ۔ ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے" ان میں سے ایک نے پستول جولیا کی طرف تان لیا۔

"آخر بتاؤ گے بھی سہی کون سی فلم" جولیا نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

میں صرف دس تک گنوں گا۔ اگر فلم کے لئے نہ بتایا تو گولی مار دوں گا۔ پھر اس نے گننا شروع کر دیا " ایک " " دو " " تین " چار" پانچ" جولیا حیران تھی کہ وہ کون سی فلم کا ذکر کر رہے ہیں۔ اس کے فرشتوں کو بھی اس فلم کا پتہ نہیں تھا۔ ابھی اس آدمی نے صرف سات تک گنا تھا کہ اچانک ایک طرف سے گولی چلی۔ اور پھر اس آدمی کا پستول ایک طرف جا گرا۔ دوسرا ابھی حیران ہی تھا کہ دوسری گولی چلی اور اس کا پستول بھی نیچے جا گرا۔

پھر روشن دان میں سے کیپٹن شکیل کا سر ابھرا۔

" خبردار! اگر حرکت کی تو ابھی گولی مار دوں گا۔ پھر کیپٹن شکیل نے دوسرے آدمی کو حکم دیا کہ جولیا کے ہاتھ کھولو۔ لیکن یاد رہے کہ تمہاری پشت میری طرف رہے۔ اس آدمی نے کیپٹن شکیل کے حکم کے مطابق جولیا کو کھول دیا۔ جولیا نے لپک کر پستول اٹھایا اور ان دونوں کو کور کر لیا۔ اور آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا کیپٹن شکیل دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ اور اس نے ان دونوں کو باندھ لیا۔ اس نے جولیا کو بتایا کہ فون اسی ہی کا تھا۔ اس کی مردانہ آواز سن کر مجھے شک پڑا اور میں فوراً یہاں چلا آیا ان کا تیسرا ساتھی نیچے کار لیئے کھڑا تھا۔ پھر کیپٹن شکیل نے نیچے جا کر اسے بھی اٹھا لیا۔ اور اب وہ ایکسٹو کو اس بارے میں فون کر رہا تھا اور جولیا کیپٹن شکیل کو عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی تھی :

ناول ملکیت و سکیننگ: ڈاکٹر حامد حسن

ڈاکٹر حامد حسن

دانش منزل کے خاص کمرے میں عمران اسی آدمی سمیت موجود تھا جسے وہ بیہوش کر کے ساتھ لے آیا تھا۔ وہ آدمی عمران کے سامنے بڑے آرام سے صوفے پر بیٹھا تھا۔ چہرے پر غیر معمولی اطمینان و سکون تھا۔ جیسے وہ کسی کے ہاں پر دکھوے کے لئے آیا ہو اس کے سامنے بیٹھا اسے یوں دیکھ رہا تھا۔ جیسے کوئی لڑکا ٹیوشن پڑھانے والے جابر استاد کو دیکھ رہا ہو۔ اس کے چہرے پر خوف تھا دہشت تھی۔ اور وہ آدمی اسے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ دونوں خاموش بیٹھے تھے۔

اچانک دروازہ زور سے کھلا اور جوزف جسم کے دونوں طرف لٹکے ہوئے ہولسٹروں میں ریوالور لگائے پوری خاکی وردی پہنے ہوئے اندر آگیا اور پھر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ جوزف کی شاندار شخصیت دیکھ کر

وہ آدمی ایک لمحہ کے لئے چونکا لیکن پھر اس کے چہرے پر لاپرواہی عود کر آئی۔ جوزف عمران کے پہلو میں اٹنشن ہوکر کھڑا ہوگیا۔ اس کی نظریں اس آدمی پر یوں گڑی ہوئی تھیں۔ جیسے بھوکا کتا ہڈی کی طرف دیکھ رہا ہو۔ عمران نے ایک دفعہ سر اٹھا کر جوزف کی طرف دیکھا۔ اور پھر اس آدمی سے مخاطب ہوگیا۔

"تم اپنا نام نہیں بتاؤ گے ؟"

"میں اپنا نام صرف حسین لونڈیوں کو ہی بتاتا ہوں"

اس آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لیکن ابھی اس کی مسکراہٹ ختم نہ ہوئی تھی کہ کمرے میں زوردار تھپڑ کی آواز گونجی۔ اور وہ آدمی صوفے سمیت دوسری طرف الٹ گیا۔ یہ جوزف کا کارنامہ تھا وہ آدمی اٹھتے ہی جوزف کے ساتھ لڑنے مرنے پر تیار ہوگیا۔ اور جوزف کسی سے کم تھا وہ تو دل سے یہی چاہتا تھا۔ لیکن عمران نے جوزف کو سختی سے روک دیا۔ جوزف دانت پیس کر ایک طرف کھڑا ہوگیا۔ عمران نے اس آدمی کو بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ اپنے گال پر ہاتھ پھیرتا ہوا جوزف کو خونخوار نظروں سے دیکھ کر بیٹھ گیا۔

"تمہارا نام !"

عمران نے اطمینان سے دوبارہ سوال کیا۔

"الو کا پٹھا"

اس آدمی نے جھنجھلا کر جواب دیا

"بڑا خوبصورت نام ہے"
عمران نے مسکرا کر کہا۔

اور عمران کے اطمینان سے اس آدمی کا دل جل گیا وہ اٹھ کر عمران سے پسٹ گیا۔ لیکن عمران پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور ایک طرف ہوتے ہی اس نے جوزف کو اشارہ کیا پھر کیا تھا۔ جوزف کو موقعہ مل گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس آدمی کو سنبھال لیا۔ اور پھر ایک زوردار لفٹ ہک اس کی ناک پر پڑا۔ اور وہ اونٹ کی طرح بلبلاتا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ لیکن پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن ابھی وہ اچھی طرح سنبھلا بھی نہیں تھا۔ کہ جوزف کی لات اس کے سینے پر پڑی اور ایک بار پھر وہ ڈکراتا ہوا زمین چاٹنے لگا۔ عمران اطمینان سے ایک طرف کھڑا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اچانک اس آدمی نے آستین کو جھٹکا اور ایک خنجر نہ جانے کہاں سے نکال کر جوزف کی ران میں چھبو دیا۔ خنجر کو دیکھ کر عمران تیزی سے اس کی طرف لپکا لیکن عمران کے پہنچنے سے پہلے خنجر جوزف کی ران میں گھس چکا تھا۔ نجانے اس چھوٹے سے خنجر میں کیا تاثیر تھی کہ جوزف کی رنگت بدلنے لگی۔ اور وہ پنڈلی پکڑ کر دوہرا ہو گیا۔ اس آدمی کے چہرے پر پراسرار مسکراہٹ ابھر آئی۔ عمران نے لپک کر وہ خنجر جوزف کی ران سے باہر نکال لیا۔

"اب تم چاہے مجھے مار ڈالو لیکن تمہارا یہ دیو ہیکل آدمی نہیں بچ سکتا"
اور پھر وہ زور زور سے قہقہے مارنے لگا۔ عمران نے آگے بڑھ کر اس کی گردن پکڑ لی۔ اس کی آنکھیں باہر نکلنے لگیں۔

"بتاؤ اس خنجر پہ کیا لگا ہوا تھا"

عمران کے لہجہ میں درندوں کی سی غرغراہٹ تھی۔ عمران کی آواز سن کر وہ آدمی سہم گیا۔ عمران نے اس کی گردن کو ایک اور جھٹکا دیا تو بولا۔

"بتاتا ہوں"

"اس خنجر پر افریقہ کی ایک پھل دار بوٹی "سولو" کہتے ہیں اس کا رس لگا ہوا ہے"

اور عمران نے تیزی سے اس کی گردن چھوڑ دی۔ اور پھر جھپٹ کر جوزف کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا لیا۔ عمران نے جوزف جیسے دیو ہیکل شخص کو اس طرح ہاتھوں پر اٹھا لیا جس طرح کوئی بچہ کھلونا اٹھا لیتا ہے یہ دیکھ کر اس آدمی کی حیرت سے آنکھیں پھیل گئیں۔ لیکن عمران جوزف کو اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس نے جھٹکے سے دروازہ بند کیا اور جوزف کو لے کر دانش منزل کی راہداری میں گھس گیا پھر اس نے ایک کمرے میں گھس کر سوئچ بورڈ پر لگا ہوا بٹن دبایا اس کمرے کی دیوار میں ایک خلا پیدا ہو گیا۔ وہ تیزی سے اسے پار کر گیا اور اس کے پار کرتے ہی پھر برابر ہو گئی۔ عمران دیوار پار کرتے ہی ایک کمرے میں تھا۔ وہاں سے وہ تیزی سے نیچے جانے والی سیڑھیوں پر اترتا چلا گیا نیچے ایک بہت بڑا ہال تھا جس میں کافی مشینیں اور سکرینیں لگی ہوئی تھیں۔ جن سے پوری دانش منزل کو بلیک زیرو کنٹرول کرتا تھا۔ بلیک زیرو اب بھی ایک مشین کے سامنے بیٹھا اسے آپریٹ کر رہا تھا۔ اس نے عمران کو اس حالت میں دیکھا۔ تو جھٹکے سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا جناب"

"جوزف کی حالت خراب ہے۔ فوراً میرے پیچھے لیبارٹری میں آؤ"

اور یہ کہہ کر وہ جوزف کو لئے ہوئے پھرتی سے ایک دروازے میں گھس گیا۔ بلیک زیرو بھی اس کے پیچھے چلا۔ پھر پلٹ کر بلیک زیرو نے اس مشین کو بند کیا اور تیزی سے لیبارٹری میں گھس گیا۔ یہ ایک عظیم الشان لیبارٹری تھی یہ عمران کی اپنی ایجاد تھی۔ اس لیبارٹری میں اس نے جدید ترین سامان فٹ کیا ہوا تھا۔ اور کبھی کبھی وہ اس میں انوکھے تجربات کیا کرتا تھا۔

جوزف کو عمران نے ایک لمبی سی ٹیبل پر لٹا دیا۔ جوزف کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کا سانس بھی ناہمواری سے چل رہا تھا سارے جسم کی رنگت اب سبز ہوتی چلی جا رہی تھی۔ بلیک زیرو بڑی حیرانی سے جوزف کی حالت دیکھ رہا تھا۔ عمران کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی تھی۔ وہ بڑی تیزی سے مختلف ٹسٹ ٹیوبوں میں ایک سیال کو الٹ پلٹ رہا تھا۔ پھر اس نے پھرتی سے وہ سیال ایک جار میں ڈالا اور اسے ایک سٹینڈ میں کس کر نیچے سپرٹ لیمپ جلا دیا پھر اس نے ایک مشین اٹھائی۔ اور اس میز پر کس دی جس پر جوزف پڑا ہوا تھا۔

اس مشین پر ایک چھوٹا سا ڈائل لگا ہوا تھا جس پر مختلف ہندسے لکھے ہوئے تھے ان ہندسوں کے آخر میں ایک چھوٹا سا حرف "D" لکھا ہوا تھا۔ اس نے اس مشین کی تاریں جوزف کے بازو کے گرد باندھ دی اور مشین کا بٹن دبا دیا یکدم ڈائل میں لگی ہوئی سرخ رنگ کی سوئی حرکت کرنے لگی اور

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی "5" کی طرف چلنے لگی اور 4 سے صرف دو ہندسے پیچھے ہی رک گئی۔ بلیک زیرو سمجھ گیا کہ صرف "4" موت (Death) کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ مشین عمران کی اپنی ایجاد تھی۔ موت واقع ہونے پر سوئی حرف ڈی پر پہنچ جاتی ۔۔۔۔۔۔ اب وہ آہستہ آہستہ حرف ڈی کی طرف کھسک رہی تھی اور بلیک زیرو کے ماتھے پر پسینہ کی بوندیں نمودار ہونے لگیں۔ عمران کی آنکھیں بھی سرخ ہو چکی تھیں۔ اس کا چہرہ چٹان کی طرح سخت تھا اور جوزف کی رنگت آہستہ آہستہ گہری سبز ہوتی جا رہی تھی۔ سانس اب اٹک اٹک کر آنے لگا تھا۔ جوزف مرنے کے بالکل قریب تھا۔

جار میں پڑا ہوا سیال اب کھولنے لگا تھا۔ عمران نے پھرتی سے وہ جار شکنجے سے نکالا اور اس کو ایک سرنج میں بھرنے لگا۔ پھر اس نے سرنج میں سوئی لگائی اور جوزف کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے جوزف کے بازو پر سے قمیض جھٹکے سے پھاڑ دی ایک نظر ڈائل پر ڈالی سوئی صرف "4" سے ایک ہندسہ ادھر تھی جوزف کے مرنے میں صرف چند لمحے کی دیر تھی بلیک زیرو سمجھتا تھا کہ اگر عمران کا یہ سیال ناکام ہو گیا تو جوزف کی جان کس طرح بھی نہیں بچ سکتی اب جوزف کی زندگی اور موت صرف اسی سرنج میں بند تھی۔ بلیک زیرو پر جوزف کی حالت دیکھ کر ایک نامعلوم سی کپکپی طاری تھی لیکن عمران کا چہرہ ویسا ہی ٹھوس تھا۔ دوسرے ہی لمحہ سرنج کی سوئی جوزف کے بازو میں گھس گئی۔ اور سرنج میں پڑا ہوا سیال آہستہ آہستہ جوزف کے بازو میں منتقل ہو گیا۔ سرنج جب خالی ہوئی تو بلیک زیرو نے دیکھا کہ سوئی 4 سے

صرف ایک پوائنٹ ادھر تھی۔ اچانک سوئی میں حرکت ہوئی اور بلیک زیرو نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا خیال تھا کہ شاید سوئی D پر چلی گئی ہے۔ دوسرے لفظوں میں جوزف کی موت واقع ہو گئی۔ لیکن دوسرے لمحے جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل گیا کیونکہ سوئی آہستہ آہستہ D سے پیچھے ہٹ رہی تھی۔ عمران کے چہرے پر بھی اطمینان کی لہریں دوڑنے لگیں دونوں غور سے جوزف کو دیکھ رہے تھے۔ اس کا جسم جو گہرا سبز ہو چکا تھا اب آہستہ آہستہ دوبارہ سرخی میں تبدیل ہو رہا تھا۔ عمران کا تجربہ کامیاب ہو چکا تھا۔ جوزف موت کے چنگل سے بال بال بچ گیا تھا۔ اب عمران نے تفصیل سے بلیک زیرو کو جوزف کے متعلق بتایا۔

"لیکن خنجر پر کیا لگا ہوا تھا"۔ بلیک زیرو نے سوال کیا"

"افریقی بوٹی "سولو" کا زہر جس کا تریاق آج تک سائنسدان نہیں پیش کر سکے"، عمران نے فخریہ کہا۔

"لیکن آپ نے کیسے اتنی جلدی دریافت کر لیا" بلیک زیرو نے حیرانگی سے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے میں کوئی جادوگر ہوں۔ ارے بھائی میں نے آکسفورڈ میں اس بوٹی پر دو سال ریسرچ کی تھی۔ اس وقت اس کے تریاق کا میں نے آئیڈیا بنایا تھا۔ لیکن پھر میں اس جاسوسی کے شغل میں پڑ گیا۔ اور وہ مسئلہ کھٹائی میں ہی رہا۔۔۔

بہر حال تھیوری میرے ذہن میں تھی۔ لیکن اس تھیوری کا تجربہ میں نہیں کر سکا تھا۔ آج میں نے آخری حربے کے طور پر جوزف پر وہی تھیوری آزمائی۔ اور خدا کا شکر ہے میرا تجربہ کامیاب رہا۔ وگرنہ جوزف کو موت کے جبڑوں میں سے کوئی طاقت نہ بچا سکتی" یہ کہہ کر عمران نے جوزف کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر سرخی آہستہ آہستہ آ رہی تھی۔ اور ڈائل کی سوئی بھی ڈائل کے دوسرے کونے میں حرف "H" جس کا مطلب کامل صحت تھا لوٹ رہی تھی۔ عمران نے طاقت کا ایک اور انجکشن جوزف کو لگایا اور سوئی تیزی سے H پر جا کر رک گئی۔ جوزف نے آنکھیں کھول دیں اور حیرانی سے ادھر ادھر دیکھا عمران نے اطمینان کی زوردار سانس لی اور جوزف کے بازو سے اس مشین کے تاروں کو الگ کر لیا۔ جوزف پھرتی سے میز پر اٹھ بیٹھا۔ اس نے ایک بار اپنی ران کی طرف دیکھا۔

"لیکن خنجر کا زخم حیرت انگیز طور پر ہو چکا تھا جوزف کی آنکھوں میں شدید الجھن کے آثار نظر آ رہے تھے اس وقت جوزف کے پاس صرف عمران تھا۔ کیونکہ جوزف کی آنکھیں کھلنے سے پہلے ہی بلیک زیرو کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

"کیا بات ہے جوزف" عمران نے جوزف کو حیرانی سے دوچار دیکھا تو پوچھا۔

"باس کیا میں نے کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے۔

"نہیں یہ خواب نہیں حقیقت ہے" اور پھر عمران نے جوزف کو اب تک کی تمام تفصیل بتا دی جسے سن کر جوزف کے چہرے پر پہلے تو حیرانی کے آثار پیدا ہوئے اور پھر نجانے اس کی آنکھوں میں کہاں سے آنسو آگئے۔ اس قدر ریڈ میکل جسم رکھتے ہوئے وہ روتا ہوا کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ وہ میز سے نیچے اترا .... اور عمران کے سامنے جھک گیا۔ آنسو اب بھی اس کی آنکھوں سے بے اختیار ابل رہے تھے۔

"باس تم گریٹ ہو تم نے مجھے دوسری زندگی بخشی ہے۔ آج سے یہ زندگی یہ ہمیشہ تمہارے لئے وقف رہے گی۔ میرے جسم میں دوڑنے والے گرم خون کا ہر قطرہ تمہارے قدموں میں نچھاور ہو گا۔ تم میرے باپ ہو تم میرے سب کچھ ہو۔ میں تمہارا ایک حقیر غلام ہوں زرخرید غلام۔ جوزف کا لہجہ گلوگیر تھا اور وہ بدستور عمران کے سامنے جھکا ہوا تھا۔

"ارے ارے خبردار جو آئندہ مجھے باپ کہا ڈیڈی نے سن لیا تو مارے جوتوں کے کھوپڑی پلپلی کر دیں گے" عمران نے بوکھلا کر جوزف کو کاندھوں سے پکڑ کر سیدھا کر دیا

"نہیں باس تم ہی میرے باپ ہو میرے عظیم باپ" جوزف نے عمران کے مذاق کو نظر انداز کرتے ہوئے اسی لہجہ میں کہا۔

"ارے باپ ارے کالے دیو تو مجھے اس نعمت سے بخش ابھی

تو میری شادی بھی نہیں ہوئی۔ تم جیسا بیٹا دیکھ کر تو آئندہ شادی کا کوئی چانس ہی نہیں رہے گا" عمران نے تقریباً روتے ہوئے کہا اور پھر عمران کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے اب جوزف بھی بوکھلا اٹھا۔

پھر اس سے پہلے کچھ وہ کچھ کہتا۔ عمران نے اپنے آنسو پونچھ دیئے اور جوزف سے کہا میرے ساتھ چل ابھی اس آدمی سے پوچھ گچھ بھی کرنی ہے"

اس آدمی کا نام سنتے ہی جوزف کی آنکھوں میں جیسے چراغ جل اٹھے اس کا چہرہ بھنچ گیا۔

"باس مجھے اس کے پاس لے چلو میں اس کا خون پی جاؤں گا" جوزف نے ایک ہاتھ سے دوسرے پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"چلو" اور عمران لیبارٹری کے دروازہ کی طرف چل پڑا جوزف اس کے پیچھے پیچھے سر جھکائے چل رہا تھا۔ عمران اور جوزف لیبارٹری سے باہر نکل کر اس ہال میں آئے جو خالی پڑا تھا۔ بلیک زیرو پہلے ہی ساتھ والے کمرے میں جا چکا تھا۔ تاکہ جوزف اسے دیکھ نہ سکے جوزف حیرانی سے اس ہال کو دیکھتے ہوئے چل رہا تھا۔ وہ پہلی بار اس جگہ آیا تھا۔ اس لئے یہ سب کچھ اس کے لئے نیا تھا۔ وہ دونوں سیڑھیاں چل کر اوپر کمرے میں آئے اور پھر عمران کے ایک بٹن دبانے ہی سے دیوار میں خلا پیدا ہوا اور جیسے ہی عمران اور جوزف باہر نکلے دیوار پھر برابر

ہو گئی اسس کمرے سے نکل کر دونوں ایک راہداری میں آ گئے۔ اور پھر وہ دونوں اسس اسپیشل کمرے کے سامنے کھڑے تھے۔ جس میں وہ آدمی تھا۔ عمران نے جوزف کو ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور خود دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ جوزف دروازے کے باہر کھڑا تھا۔ جو عمران کے اندر جاتے ہی دوبارہ بند ہو چکا تھا۔

اندر وہ آدمی ایک صوفے پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ عمران کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن عمران نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا عمران کا اشارہ پاتے ہی وہ بیٹھ گیا۔

"مجھے افسوس ہے تمہارا آدمی میرے ہاتھوں مر گیا" اسس آدمی نے عمران کی ہمدردی جیتنے کے لئے ظاہری ہمدردی جتائی۔

"کوئی بات نہیں ویسے تمہاری اطلاع کے لئے بتا دوں کہ وہ مرا نہیں زندہ ہے۔ اور پہلے سے بھی زیادہ چست و چالاک ہے"

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ ممکن ہے اسس زہر کا تریاق آج تک دریافت نہیں ہو سکا"

اور عمران نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ جوزف اندر داخل ہوا۔ جوزف کو صحیح سلامت دیکھ کر اسس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

"نہیں یہ نہیں ہو سکتا یہ وہ آدمی نہیں ہے۔ اسس کے منہ سے نکلا۔ اور عمران نے جوزف کی ران کی طرف اشارہ کیا جہاں ہلکی سی سرخی زخم کا نشان بتا رہی تھی۔ جوزف نے چاہا کہ اسس آدمی کی گردن مروڑ دے

لیکن عمران نے اسے روک دیا۔ اس آدمی نے زخم کو دیکھ کر ایک طویل سانس لی۔

"حیرت انگیز مجھے یقین نہیں آ رہا"

"تمہیں معلوم نہیں کہ تم کتنے ذہین آدمیوں میں ہو۔ ایسے چٹکلے تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے"

جوزف کے صحیح سلامت موجود ہونے کا اس آدمی پر اتنا شدید رد عمل ہوا کہ وہ سب کچھ عمران کو بتلانے پر رضا مند ہو گیا۔ شاید وہ عمران سے ذہنی طور پر بے حد مرعوب ہو چکا تھا صرف شرط یہ تھی کہ جب تک اس گروہ کا قلع قمع نہ ہو جائے۔ اسے یہیں رکھا جائے۔ اور پھر اس نے عمران کو تفصیل سے سب کچھ بتلا دیا۔ اور عمران اسے وہیں رہنے کا اشارہ کر کے جوزف سمیت کمرے سے باہر نکل آیا۔

حامد ڈاکر حسن



ناول ملکیت و سکیننگ: ڈاکٹر حامد حسن

ڈاکٹر حامد حسن

یہ ایک بہت بڑا ہال تھا۔ جس میں ایک لمبی سی میز کے اردگرد سات نقاب پوش خاموشی سے بیٹھے تھے۔ ان کے جسموں پر کالے رنگ کے سوٹ تھے اور چہروں پر بھی کالے رنگ کے نقاب تھے۔ وہ نقاب کچھ اس ساخت کے تھے جن سے سوائے آنکھوں کے سارا چہرہ چھپ گیا تھا۔ اور آنکھوں پر بھی انہوں نے تاریک شیشے والی عینکیں لگا رکھی تھیں اس لئے کسی کو پہچاننا ناممکن ہو گیا تھا۔ ان کے کوٹوں کے کالروں پر پلاسٹک کے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے بیج بنے ہوئے تھے۔ جن پر ایک سے لے کر سات تک نمبر لکھے ہوئے تھے۔ ہال میں بھیانک خاموشی طاری تھی۔ وہ سب بے حس و حرکت بیٹھے تھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ سب کچھ کسی خاموش فلم کا سین ہو۔ میز پر ایک چھوٹی سی مشین رکھی ہوئی تھی ٹیلی ویژن سے

سیٹی سنائی دی اور وہ سب بے ساختہ طور پر چونک پڑے اب سب کی نگاہیں اس مشین پر جم گئیں مشین پر لگا ہوا ایک بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا اور پھر اچانک مشین کا سکرین روشن ہو گیا، سکرین بالکل صاف تھا پھر آہستہ آہستہ اس میں ایک سایہ ابھرنے لگا اور پھر ان کے سامنے سکرین پر ایک نقاب پوش کی صاف تصویر نظر آئی اس کے چہرے پر بھی اس قسم کا نقاب تھا اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک لگی ہوئی تھی لیکن اس کے کالر پر بنے ہوئے پلاسٹک کے بیج پر نمبر کی بجائے ایک سرخ رنگ کا حرف ”ح“ بنا ہوا تھا ”ہیلو“ مشین جو یقیناً ایک ٹیلیویژن ٹرانسمیٹر تھا، سے ایک غراتی ہوئی آواز نکلی۔

”یس چیف“ ساتوں نقاب پوش بیک وقت بولے۔

”رپورٹ“ آواز میں غراہٹ بدستور تھی۔

”میں بے وقوف ہوں جناب“ نمبر ایک نے کھڑے ہو کر کہا۔

”بالکل ٹھیک“ ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ شاید یہ نمبر ایک کا کوڈ تھا۔

”جناب نمبر ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ڈاکٹر جوہر کی لیبارٹری کا پتہ چلانے گئے تھے۔ اب تک اس کی طرف سے کوئی رپورٹ موصول نہیں ہوئی“

”وجہ“ آواز میں اس بار نرمی تھی۔

”جناب وہ وہاں جاکر اچانک غائب ہو گئے اب تک ان کے دواج

ٹرانسمیٹر سے کوئی اشارہ موصول نہیں ہوا"

"تم نے انہیں کنٹکٹ کیا تھا!"

"کیا تھا جناب! لیکن کوئی جواب موصول نہیں ہوا"

"کیا میں یہ سمجھ لوں کہ وہ گرفتار ہو گئے ہیں" آواز میں اب غراہٹ دوبارہ عود کر آئی۔

"مجھے بھی کچھ ایسا نظر آ رہا ہے"

"ہوں تو دیگر آدمی بھیج کر ان کا پتہ چلاؤ۔ اور اگر وہ گرفتار ہو گئے ہوں تو انہیں ہر حالت میں ختم ہو جانا چاہیئے۔

"بہتر سر آپ کے حکم کی فوراً تعمیل ہو گی۔ یہ کہہ کر نمبر ایک بیٹھ گیا اس کے بیٹھتے ہی نمبر دو کھڑا ہو گیا۔

"میں آپ سے کل ملا تھا" نمبر دو نے اپنا کوڈ دہرایا

"او کے"

"جناب وہ لڑکی اور وہ دونوں مرد فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں" نمبر دو کی آواز میں ہلکا سا خوف غالب تھا۔

"کیا" آواز میں درندوں سی غراہٹ عود کر آئی۔

"جناب! سخت حفاظتوں کے باوجود وہ بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں" اب نمبر دو نمایاں طور پر کانپ رہا تھا۔

ایک لمحے کے لئے ماحول پر خوفناک سنجیدگی طاری رہی سب کے سانس رک گئے تھے۔

"نمبر تین نمبر دو کو گولی مار دو"، ٹرانسمیٹر سے آواز ایسے ابھری جیسے فضا میں ایٹم بم کا دھماکہ ہوا ہو۔

نمبر تین نے پھرتی سے پستول نکال کر نمبر دو کو کور کر لیا۔

"جناب ایک بار معافی دے دو"، لیکن اس کے فقرہ پورے ہونے سے پہلے نمبر تین کے پستول سے شعلہ سا لپکا اور نمبر دو ایک کریہہ چیخ کے ساتھ فرش پر گر کر ہاتھ پاؤں مارنے لگا اس کے سینے سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا چند ہی لمحوں میں اس کی روح قفس عنصری سے جدا ہو گئی سب دم بخود تھے۔ اب بھی نمبر تین پستول ہاتھ میں لئے اپنی جگہ سے کھڑا تھا۔

"رپورٹ" اچانک ٹرانسمیٹر سے آواز نکلی۔

"میں آج بارش میں پھسل گیا تھا"، نمبر تین نے آہستہ سے کہا۔

"او۔ کے"

"جناب سر احمد علی سیکرٹری وزارتِ داخلہ کی جگہ میں بخوبی کام کر رہا ہوں۔ کسی کو بھی اس بارے میں ذرا سا بھی شک نہیں ہوا"

"ٹھیک ہے تم بدستور کام کرتے رہو، میں تمہیں مزید ہدایات دوں گا۔ نمبر تین یس سر کہہ کر بیٹھ گیا۔ اسی طرح باری باری سب ممبرز نے اٹھ کر اپنی اپنی رپورٹ پیش کی لیکن ان سب کی رپورٹوں میں صرف ایک ہی بات تھی کہ "وہ آپ کی ہدایات کے منتظر ہیں"!

"او۔ کے"، "میری آئندہ ہدایات سنو، ٹرانسمیٹر سے آواز

آئی۔

"اب تم چھ رہ گئے ہو۔ تم نے دیکھا میں غلطی معاف کر دینے کا عادی نہیں ہوں۔ صرف ایک غلطی نمبر دو جیسے پرانے رفیق کو اس دنیا سے آزاد کرا گئی۔ اس لئے میں سب کو ایک بار پھر بتلا دوں کہ میں ناکامی کی رپورٹ کبھی نہ سنوں، میری ہدایات پر دل و جان سے عمل کرنا وگرنہ میں تمہاری جانوں کے تحفظ کا بالکل ذمہ دار نہ رہوں گا۔ نمبر ایک تمہیں ہدایات مل چکی ہیں۔ نمبر تین تمہیں ہدایات تمہارے واچ ٹرانسمیٹر پر خواب گاہ میں آج بارہ بجے دوں گا۔ نمبر چار اب تم نمبر دو کی جگہ کام کرو گے اور ایکسٹو کی ٹیم کو ختم کرنا اور ایکسٹو کو پردہ گمنامی سے باہر نکالنا تمہارا کام ہے۔ نمبر پانچ تم بذات خود کسی طرح ڈاکٹر جوہر کے اسسٹنٹ بن جاؤ۔ اس بارے میں تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد کرتا ہوں۔ نمبر چھ اور نمبر سات تم ابھی میرے احکام کا انتظار کرو۔ اب کسی کو کوئی بات پوچھنی ہو۔

"سر ایک بات پوچھنی ہے۔ نمبر ایک نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کہا۔

"کہو"

"آپ کب یہاں آ رہے ہیں؟"

"اس سوال کی وجہ"

تاکہ ہم دلجمعی سے کام کر سکیں۔ آپ کی موجودگی ہمارے اندر نیا خون دوڑا دیتی ہے"

"میں عنقریب یہاں آ رہا ہوں اور ہو سکتا ہے میں تمہارے اندازے سے پہلے یہاں پہنچ جاؤں، بہرحال تم کام کرو۔ میں تم سے غافل نہیں ہوں"

اوور اینڈ آل

اور پھر مشین کا سکرین تاریک ہو گیا اور بلب نے بھی جلنا بجھنا بند کر دیا وہ سب ایک ٹھنڈی سانس لے کر اٹھے اور پھر ایک نظر انہوں نے نمبر دو کی لاش کی طرف دیکھا اور پھر نمبر ایک نے اس کے کوٹ سے نمبر کا بیج اتار کر جیب میں رکھا لیا پھر سب آہستہ آہستہ اس ہال سے باہر نکل آئے یہ ایک پرانی سی کوٹھی تھی باہر سب کی کاریں کھڑی تھیں اور پھر ایک ایک کر کے کاریں کمپاؤنڈ سے باہر نکلنے لگیں اب صرف کمپاؤنڈ میں ایک کار باقی رہ گئی تھی شاید وہ نمبر دو کی تھی کافی دیر کے بعد برآمدے میں سے ایک سایہ سا ظاہر ہوا۔ یہ ایک نقاب پوش تھا وہ آہستہ سے چلتا ہوا کار کے پاس آیا اور پھر اس نے ادھر ادھر دیکھ کر کار کا دروازہ کھولا اور کار آہستہ سے رینگتی ہوئی کمپاؤنڈ سے باہر نکل گئی اور کوٹھی کا پھاٹک شاید آٹومیٹک تھا کیونکہ اس کار کے باہر نکلتے ہی وہ پھاٹک خود بخود بند ہو گیا آخر کار مین سڑک پر آتے ہی تیزی سے چلنے لگی اور پھر آہستہ آہستہ اس کی تیز رفتاری میں اضافہ ہوتا گیا وہ شہر کی طرف دوڑ رہی تھی شہر میں مختلف سڑکوں پر گھومنے کے بعد وہ کار ہوٹل سے پولن کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی کار کا دروازہ کھول کر جو نوجوان نیچے اترا وہ ایک بہترین سوٹ میں ملبوس تھا۔ نقوش

سے غیر ملکی معلوم ہوتا تھا۔ وہ پر وقار انداز سے چلتا ہوا ہال میں آیا اور پھر لفٹ اسے اوپر رہائشی کمروں کی طرف لے گئی۔ وہ شاید اس ہوٹل میں رہائش پذیر تھا۔



ڈاکٹر جوہر نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ وہ دن کی لگاتار محنت کے بعد وہ مشین کو اس قابل بنا سکا تھا کہ اس میں کسی آدمی پر تجربہ کیا جائے اس نے ایک نظر مشین کی طرف دیکھا آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کا جائزہ لیا اور پھر مسکرا کر ڈرائنگ روم کی طرف چلا گیا۔ ڈرائنگ روم میں جاکر وہ آرام کرسی پر بیٹھ کر سُستانے لگا۔ وہ کچھ دیر کے لئے ریسٹ چاہتا تھا تاکہ دماغ تروتازہ کیا جا سکے۔

آئندہ ہونے والا تجربہ اتنا اہم تھا کہ اس کی ناکامی کا سوچ کر ہی اس کا ذہن جھنجھنا جاتا تھا لیکن ناکامی تو ایک لہر کی طرح اس کے دماغ کے سکرین پر ابھرتی وگرنہ اسے اپنے تجربے پر سو فیصدی کامیابی کی امید تھی اچانک پاس رکھی ہوئی ٹیلیفون کی گھنٹی زور سے بجی ڈاکٹر جوہر نے رسیور اٹھالیا۔

"ہیلو جوہر بول رہا ہوں" ڈاکٹر جوہر نے آہستہ سے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"مجھے جم کلارک کہتے ہیں" فون سے ایک بھاری آواز آئی۔

"جم کلارک" پروفیسر نے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر جوہر آپ مجھے پہچانتے ہیں۔ میں نیویارک کی بین الاقوامی سائنس میٹنگ میں آپ سے ملا تھا"

"مجھے یاد نہیں، بہر حال مجھے خوشی ہوئی کہ آپ نے مجھے یاد رکھا"

"ناروے! تو کیا آپ ناروے کی طرف سے میٹنگ میں شامل تھے"

"جی ہاں"

"خوب فرمائیے میرے لائق کوئی خدمت"

"جی ... انتہائی اہم تھیوری پر میں آج کل کام کر رہا ہوں لیکن ایک نقطے پر آکر وہ تھیوری اٹک گئی ہے بہتیرا سر مارا لیکن وہ مسئلہ حل نہیں ہو رہا ہے دو تین ملکوں کے سائنسدانوں سے اس مشکل کا حل پوچھا لیکن وہ کچھ جواب نہیں دے سکے انہوں نے بھی آپ کا نام لیا کہ وہ یقیناً اس کو حل کر لیں گے اس لئے میں اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

"تھیوری کس موضوع پر ہے" ڈاکٹر جوہر نے پوچھا۔

"یہ فون پر نہیں بتا سکتا۔ بہر حال ایک اہم ترین موضوع ہے"

"اچھا تم میرے پاس آجاؤ" یہ کہہ کر ڈاکٹر جوہر نے فون رکھ دیا"

دس منٹ بعد سامنے دیوار پر لگی ہوئی سکرین پر لہریں کوندنے لگیں اور ڈاکٹر جوہر ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر سکرین پر پہاڑی سے اوپر کا منظر صاف نظر آنے لگا ڈاکٹر جوہر نے دیکھا کہ ایک ٹیکسی میدان کے پاس آکر رکی اور ایک دراز قامت نوجوان جو نقوش سے غیر ملکی لگتا تھا ٹیکسی سے باہر نکلا اور پھر ٹیکسی واپس مڑ گئی۔ نوجوان چند منٹ تک میدان کو غور سے دیکھتا رہا۔ شاید وہ لیبارٹری کا دروازہ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پھر اس کے چہرے پر مایوسی کی لہریں دوڑ گئیں۔ ڈاکٹر جوہر سمجھ گیا کہ یہی ناروے کا سائنس دان ہے چنانچہ اس نے اسے زیادہ پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا اور اٹھ کر لیبارٹری میں آگیا اس نے ایک مشین کا بٹن دبایا تو سکرین پر زمین سے ایک دروازہ اٹھتا ہوا نظر آیا اور پھر دروازہ کھل گیا وہ نوجوان تیزی سے کھلے دروازے میں گھس گیا اور ڈاکٹر جوہر کے دوسرے بٹن دباتے ہی دروازہ پھر تیزی سے زمین میں گم ہو گیا۔

چند ہی لمحوں میں وہ نوجوان ڈاکٹر جوہر کے سامنے ڈرائنگ روم میں کھڑا تھا دراصل دروازے سے ڈرائینگ روم تک ایک خودکار لفٹ تھی جو اس نوجوان کو لے کر یہاں تک آئی تھی۔

"ہاں اب فرمایئے وہ کون سا موضوع ہے" ڈاکٹر جوہر اس سے ہاتھ ملاتے ہی اصل موضوع پر آگیا۔

وہ نوجوان اطمینان سے ڈاکٹر جوہر کے سامنے والے صوفے پر

بیٹھ گیا۔

"بتاتا ہوں پہلے میں اپنی حیرت تو دور کر لوں جو آپ کی اس طلسم ہوشربا جیسی لیبارٹری کو دیکھ کر مجھے ہوئی ہے" اس نوجوان نے حیرانی سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر نے طلسم ہوشربا کا لفظ سن کر ایک زور کا قہقہہ مارا دراصل اسے اس لفظ نے بڑا محظوظ کیا تھا کیونکہ یہ ایک بشری تقاضا ہے کہ اگر کسی شخص کی کوششوں کی تعریف کی جائے تو وہ یقیناً خوشی محسوس کرتا ہے اور ڈاکٹر جوہر بھی بہر حال انسان تھا۔

"آپ کی لیبارٹری تو بہت وسیع و عریض معلوم ہوتی ہے" اس نوجوان کے چہرے پر حیرت کے آثار بدستور موجود تھے۔

"میں آپ کو تمام لیبارٹری ضرور دکھاؤں گا۔ لیکن معاف کیجئے کیا آپ مجھے اپنا پاسپورٹ دکھا سکتے ہیں تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے۔ کہ میں کسی غلط آدمی سے گفتگو نہیں کر رہا" ڈاکٹر جوہر نے دوبارہ سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہو، کیوں نہیں بہر حال آپ کا مطمئن ہونا مقدم ہے"

یہ کہہ کر اس نے جیب سے ایک کاپی نکالی اور کھول کر ڈاکٹر جوہر کے سامنے کر دی۔ ڈاکٹر جوہر نے وہ کاپی اس کے ہاتھ سے لے کر غور سے دیکھی لیکن اچانک کاپی سے ایک سبز رنگ کی شعاع نکلی اور سیدھی

ڈاکٹر جوہر کے چہرے سے ٹکرائی اور پھر دوسرے لمحے ڈاکٹر جوہر کے ہاتھ سے کاپی نیچے گر گئی اور وہ خود دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑے نیچے گر گیا اس نوجوان نے ڈاکٹر کو اچھی طرح ہلا جلا کر دیکھا لیکن بے ہوش تھا اس نے اطمینان کا سانس لیا اور کاپی کو اٹھا کر تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا پھر اس نے ڈاکٹر جوہر کو اٹھا کر صوفے پر ڈال دیا اور خود میز پر لگے ہوئے شیشے کے سامنے ایک کرسی رکھ کر بیٹھ گیا اور پھر اس نے کوٹ کی جیب سے ایک پتلا سا بیگ نکالا اور اسے کھول کر مختلف ٹیوبیں اور پتلی پتلی شیشیاں نکال کر میز پر رکھ دیں اور پھر ان ٹیوبوں اور شیشیوں سے مختلف مادے نکال کر چہرے پر ملنے لگا تھوڑی دیر بعد وہ ڈاکٹر جوہر کا روپ دھار چکا تھا اس کا میک اپ اتنا مکمل تھا کہ اگر ڈاکٹر جوہر بھی اسے دیکھ لیتا تو اپنی اصلیت کے بارے میں ضرور مشکوک ہو جاتا پھر اس نے ڈاکٹر جوہر کے کپڑے اتار کر خود پہنے اور ڈاکٹر جوہر کو اپنے کپڑے پہنائے اور ڈاکٹر جوہر کے چہرے پر میک اپ کی تہیں جمانے لگا تھوڑی سی محنت کے بعد ڈاکٹر جوہر کی جگہ وہاں ایک تیکھے نقوش والا غیر ملکی پڑا تھا ایک بار پھر اس نے ڈاکٹر جوہر کی نبض ہاتھ میں لے کر بغور دیکھی اور اطمینان کا سانس لیا اسے شاید پہلے ہی علم تھا کہ ڈاکٹر جوہر اس وسیع و عریض لیبارٹری میں اکیلا رہتا ہے اس لئے اس نے اٹھ کر دروازہ بند کرنے کی بھی تکلیف گوارا نہ کی اب وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے ڈرائنگ روم میں سے باہر نکل گیا دروازہ سے نکلتے ہی وہ ایک گیلری

گیلری میں تھا اور پھر اس گیلری کے اختتام پر وہ ایک وسیع وعریض
لیبارٹری میں موجود تھا لیبارٹری دیکھ کر اس کی آنکھیں کھل گئیں اتنی وسیع
وعریض اور ہر طور سے مکمل لیبارٹری وہ آج دیکھ رہا تھا اس نے لیبارٹری
میں رکھی ہوئی ہر مشین کا بغور جائزہ لیا اور جلد ہی اسے ڈاکٹر جوہر کو
بتایا تھا وہ ایک سائنس دان ہے اس لئے ان مشینوں کو مکمل طور پر سمجھنے میں
اسے زیادہ دیر نہیں لگی تقریباً دو گھنٹے میں لیبارٹری کے چپے چپے سے
ایسے واقف ہو گیا جیسے وہ خود ہی اس کا مالک ہو۔

لیکن لیبارٹری کے درمیان پڑی ہوئی ایک بہت بڑی مشین
کو پورے طور پر نہ سمجھ سکا کافی وقت اس نے بغور اس مشین کو دیکھنے
میں گذارا لیکن ہنوز وہ اس کی عقل سے باہر تھی آخر تنگ آکر اس نے اسے کسی
دوسرے وقت کیلئے ٹال دیا۔

پھر اس نے ڈرائنگ روم میں آکر ڈاکٹر جوہر کو دیکھا جو بدستور بے ہوش
تھا اس کے لبوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی اس نے بے ہوش ڈاکٹر
جوہر کو کاندھے پر اٹھالیا اور مختلف راہداریاں پار کرتے ہوئے ایک کمرے میں
جاکر ایک بچھے ہوئے پلنگ پر ڈاکٹر جوہر کو لٹا کر آگے بڑھ گیا چلتے چلتے اس
نے ایک کمرے کے دروازے پر تالا لگا ہوا دیکھا اس نے جیب سے
پستول نکالا اس پر سائلنسر فٹ کیا اور پھر ہلکی بے آواز سے تالا ٹوٹ کر نیچے
آگرا دروازہ کھول کر وہ اندر گھسا تو وہ کمرہ بالکل خالی تھا اس میں سامان نام کی
کوئی چیز نہیں تھی خالی کمرہ دیکھ کر وہ الجھن میں پڑ گیا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

کہ ڈاکٹر جوہر بے وقوف ہے جو اس نے خالی کمرے میں تالا لگا رکھا ہے ضرور اس کمرے میں کوئی اہم ترین چیز موجود ہو گی پھر اس نے دیواروں کو پستول کے دستے سے ٹھوک بجا کر دیکھنا شروع کر دیا لیکن بے سود کافی محنت کے بعد بھی وہ کچھ نہ سمجھ سکا اس کے ذہن میں ایک گرہ پڑ گئی کہ اس راز کو ضرور حل کرنا چاہیئے اس نے فرش پر زور زور سے پاؤں مارے لیکن فرش بھی کھوکھلا نہیں تھا ابھی وہ اس الجھن میں تھا کہ اسے دور سے ٹیلیفون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی وہ فوراً دروازہ سے باہر نکل گیا اور پھر ڈرائنگ روم میں جا کر اس نے ٹیلیفون کا ریسور اٹھا کر کانوں سے لگا لیا۔

"ہیلو"! اس کے کانوں سے ایک پر وقار مگر کرخت آواز ٹکرائی۔

"ہیلو جوہر بول رہا ہوں" نقلی ڈاکٹر جوہر کی آواز بالکل ڈاکٹر جوہر سے ملتی تھی۔ یقیناً وہ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک تھا کہ ایک دفعہ ڈاکٹر جوہر سے گفتگو کر کے وہ اس لہجے کی نقل ہو بہو اتار رہا تھا۔

"میں سلطان ہوں" دوسری طرف سے آواز نے جواب دیا۔

اب وہ چکر میں پڑ گیا کہ یہ سلطان کون ہے اور اس کے ڈاکٹر جوہر سے کس قسم کے تعلقات ہیں۔ بہر حال اب تو جو نبھانا تھا اس لئے اس نے کہا۔

"اوہو سلطان کہو کیا حال ہے"

"سب ٹھیک ہے"

"یہ کیسے فون کیا تھا"

"دراصل مجھے اطلاع ملی تھی کہ تمہاری لیبارٹری کے ارد گرد چند نامعلوم افراد کی نقل و حرکت جاری ہے اس لئے مجھے خیال آیا کہ تمہیں کنٹکٹ کروں"

"او ہاں ہاں میں بھی تمہیں فون کرنے والا تھا واقعی پچھلے چند دنوں سے میں محسوس کر رہا تھا کہ کچھ گڑبڑ ہے میں نے سوچا کہ تمہیں اس کے متعلق اطلاع دوں۔ لیکن پھر کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے خیال نہیں رہا۔

"یہ نقل و حرکت کس قسم کی ہے"

دراصل میں آج کل ایک انتہائی اہم تجربہ کر رہا ہوں جو دنیا کی حالت بدل سکتا ہے جسے تعمیر و تخریب دونوں طرف استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ کسی غیر ملکی ایجنٹ کو اس کی سن گن ہو گئی ہو۔ بہرحال میرے اپنے انتظامات کافی ہیں اور ہاں تمہارے لئے یہ ایک دلچسپ اطلاع ہو گی کہ پچھلے دنوں میں نے ان میں سے تین آدمی گرفتار بھی کر لئے لیکن انہوں نے فوراً خودکشی کر لی دیسے ان کی لاشیں اب بھی میرے پاس موجود ہیں"

حامد کریم

"کیا وہ آدمی دیسی ہیں"

"نہیں غیر ملکی ہیں"

"میرے خیال میں میں اپنا ایک آدمی تمہارے پاس بھیج دوں جو یہ لاشیں لے آئے گا۔ اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ یہ کیا چکر ہے۔ اگر تجربہ یہ واقعی اتنا اہم ہے جتنا تم بتا رہے ہو تو تمہیں پوری طرح چوکنا رہنا پڑے گا۔ کیونکہ آج کل ملک میں ایک مشہور بین الاقوامی

مجرم شوگی پاما آیا ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ سب اسی کا چکر ہو"
سر سلطان نے شاید ڈاکٹر جوہر سے کافی بے تکلفانہ تعلقات تھے جو اس نے سب کچھ اسے بتا دیا۔

"ہو سکتا ہے۔ بہرحال تم اس آدمی کو میرے پاس بھیج دو۔ لیکن یہ خیال رکھنا کہ کوئی ذمہ دار آدمی ہو۔ میں نچلے درجے کے آدمیوں کو پسند نہیں کرتا"

"مجھے معلوم ہے۔ وہ ایک انتہائی ذمہ دار آدمی ہو گا"

"اس کی پہچان"

ادھر فون پر عمران کا حلیہ تفصیل سے بتلا دیا گیا"

"او۔کے میں اس کا منتظر ہوں" یہ کہہ کر اس نے ٹیلیفون رکھ دیا اور پھر طویل سانس لی۔ اس نے ایک مشکل ترین مرحلہ کامیابی سے طے کر لیا تھا۔ ان تینوں آدمیوں کو وہ پہلے راؤنڈ ہی میں ختم کر چکا تھا۔

اس کے لئے اس نے تین چھوٹے چھوٹے کیپسول استعمال کئے تھے۔ ڈاکٹر جوہر نے چونکہ ان تینوں کو بے ہوش کر رکھا تھا۔

اس لئے اس نے تینوں کے منہ کھول کر کیپسول ان کے حلق میں ڈال دیئے اور چند ہی لمحوں بعد وہ بے جان تھے وہ اگر چاہتا تو ان تینوں کو بچا سکتا تھا لیکن اس کے ذہن میں یہی خدشہ

ابھرا تھا کہ کہیں ڈاکٹر جوہر ان سے متعلق کسی کو ذکر نہ کر دیا ہو اب وہ اس انتظار میں تھا کہ وہ آدمی یہاں پہنچے تو اس کو یہ تینوں لاشیں دے کر آزاد ہو جائے۔



ناول ملکیت وسکیننگ: ڈاکٹر حامد حسن

ڈاکٹر حامد حسن

عمران سے آج کل بے حد مصروف تھا یہ کیس عمران کے لئے دردِ سر بن چکا تھا۔ عمران حیران تھا کہ شوگی پاما کو ملک میں آئے کافی دن ہو چکے تھے لیکن ابھی تک کوئی ہنگامہ نہیں ہوا تھا دراصل اس کے لئے سب سے بڑی الجھن یہ تھی کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ شوگی پاما کا مقصد کیا ہے۔ کیا وہ ملک کے اندر انقلاب لانا چاہتا ہے یا کوئی فوجی راز چرانا چاہتا ہے یا کسی سائنس دان کا کوئی فارمولا اس کا ہدف نظر ہے اس لحاظ سے وہ مکمل اندھیرے میں تھا حفظ ماتقدم کے طور پر اس نے اپنی سیکرٹ سروس کو مختلف جگہوں پر پھیلا رکھا تھا صفدر وزارت خارجہ کے آفس میں بطور ریکارڈ کیپر کام کر رہا تھا تاکہ اگر مجرم کوئی ملکی راز چرانا چاہے تو سب سے پہلے اطلاع مل جائے اور جولیا کو فوجی ہیڈ کوارٹر میں بطور سٹینوگرافر بھرتی کرا چکا تھا اور کیپٹن شکیل ڈاکٹر جوہر کی خفیہ لیبارٹری کے اردگرد

تعینات تھا کیونکہ عمران کی نظر میں ڈاکٹر جوہر ہی ایک سائنسدان تھا جو کسی ایسے فارمولے پر کام کر سکتا تھا جس میں کسی ایسے بین الاقوامی مجرم کو دلچسپی ہو سکتی تھی یہ سب کچھ اندھیرے میں تیر چلانے کے مترادف تھا لیکن کیپٹن شکیل کی اطلاع اس کے لئے دلچسپی کا باعث بن گئی کہ ڈاکٹر جوہر کی خفیہ لیبارٹری کے ارد گرد پراسرار نقل و حرکت ہو رہی ہے اب وہ سوچ رہا تھا کہ ڈاکٹر جوہر سے معلوم کیا جائے کہ آیا وہ آج کل کسی ایسے فارمولے پر کام کر رہے ہیں جس میں شوگی یا مادلچسپی لے سکتا ہے لیکن اسے معلوم تھا کہ ڈاکٹر جوہر اس سلسلے میں کوئی بات ظاہر کرنا بھی گوارہ نہیں کرے گا پھر اسے خیال آیا کہ سر سلطان اور ڈاکٹر جوہر کے تعلقات انتہائی بے تکلفانہ ہیں اس لئے اس نے سر سلطان سے ڈاکٹر جوہر کو فون کرایا اور نتیجہ کامیاب رہا اور اب وہ ڈاکٹر جوہر سے ملنے کے لئے تیار تھا اس نے جلدی سے سوٹ پہنا اور پھر اس کی ٹوسیٹر تیزی سے لیبارٹری کی طرف بھاگنے لگی تھوڑی دیر میں وہ اس میدان کے قریب پہنچ چکا تھا اسے معلوم تھا کہ یہ لیبارٹری زمین دوز ہے اور اس میں انسان اس وقت داخل ہو سکتا ہے جب ڈاکٹر جوہر چاہے ورنہ اندر داخل ہونے کی کوئی صورت نہیں وہ کار سے باہر نکل کر میدان میں گھومنے لگا تھوڑی دیر بعد وہ چونک پڑا کیونکہ زمین دوز لیبارٹری کا دروازہ زمین سے باہر ابھر رہا تھا پھر دروازہ کھلا اور وہ کار ریورس کرتا اندر داخل ہو گیا تھوڑی دیر بعد اس کی کار خودکار لفٹ کے ذریعے ڈاکٹر جوہر کے ڈرائینگ روم کے سامنے کھڑی تھی وہ کار سے اتر کر ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔

چہرے پر حماقتیں مجسم ہو چکی تھیں ڈاکٹر جوہر نے اس کا استقبال انتہائی خوشگوار روپ میں کیا وہ سمجھ رہا تھا کہ ڈاکٹر جوہر انتہائی خشک آدمی ثابت ہو گا۔ لیکن وہ تو کافی بذلہ سنج اور زندہ دل آدمی ثابت ہوا۔ نتیجہ یہ کہ عمران کی حماقتیں بھی عروج پر پہنچنے کے لیے بے تاب ہونے لگیں ڈاکٹر جوہر نے عمران کا ہاتھ دباتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور عمران کو محسوس ہونے لگا کہ ڈاکٹر جوہر بے انتہا قوت کا مالک ہے۔

"ارے مرگیا! ڈاکٹر صاحب میرا ہاتھ توڑ دیا آپ نے"

جیسے ہی ڈاکٹر نے عمران کا ہاتھ چھوڑا۔ عمران ہاتھ پکڑ کر دوہرا ہو گیا عمران کے چہرے پر خوف کی جھلکیاں تھیں اور ڈاکٹر جوہر گھبرا گیا اس نے جلدی سے عمران کا ہاتھ پکڑ کر اسے صوفے پر بٹھا دیا۔

دو معاف کرنا نوجوان میں کچھ زیادہ ہی زور لگایا"

ارے آپ نے ابھی کچھ زیادہ زور لگایا ہے اگر بہت زیادہ زور لگا دیتے تو آج لوگ علی عمران کو معذور دیکھتے۔

اور ڈاکٹر نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ خالی نظروں سے عمران کو دیکھنے لگا جیسے عمران کی ایکٹنگ سے اکتا گیا ہو۔

"ڈاکٹر صاحب وہ تین آدمی آپ کی لیبارٹری میں کیسے گھس آئے عمران ڈاکٹر کو اکتا تا دیکھ کر اصل مطلب پر آ گیا۔ یہ آدمی کیوں اس حالت میں ہیں؟

یہ آدمی لیبارٹری میں گھس نہیں آئے بلکہ میں نے انہیں گرفتار کر لیا ہے"

"مگر کس دفعہ کے تحت"

"دفعہ"

"جی! آپ مجھے کچھ کہہ رہے ہو۔ ارے ابھی تو میں نے آپ سے چند باتیں کرنی ہیں"

"کیا مطلب"

ڈاکٹر اب واقعی شدت سے حیران تھا۔

"ارے آپ نے ابھی نہیں کہا دفع" عمران نے بھولپن سے کہا اور ڈاکٹر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"خوب۔ عمران صاحب آپ کو تو کسی سٹیج پر مسخرہ کا روپ دھارنا چاہیئے"

کیا مطلب، کیا میں آپ کو مسخرہ نظر آ رہا ہوں" عمران کی تیوریوں پر بل پڑنے لگے۔

"ارے ارے تم ناراض ہو گئے معاف کرنا مجھے اتنی بے تکلفی سے بات نہیں کرنی چاہیئے تھی" ڈاکٹر جوہر نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں میرا بھی یہی خیال تھا"

"تھا۔ کیا مطلب۔ اب نہیں ہے"

"نہیں اب تو بے تکلفی ہو چکی ہے" عمران نے معصومیت سے کہا اور ڈاکٹر جوہر نے ایک بار پھر زوردار قہقہہ لگایا۔

"آیئے عمران صاحب میں آپ کو وہ لاشیں دے دوں"

"ارے باپ رے آپ تو لاشوں کا ذکر یوں کر رہے ہیں جیسے بچہ اپنے کھلونے کا ذکر کر رہا ہو" عمران نے خوف زدہ ہونے کی ایکٹنگ کی۔ اور ڈاکٹر جوہر ایک بار پھر حیران ہو گیا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ عمران کس ٹائپ کا انسان ہے۔ اور سلطان صاحب نے کہا تھا کہ وہ کسی ذمہ دار آدمی کو بھیج رہا ہے۔

اب وہ دونوں آگے پیچھے ایک راہداری میں چل رہے تھے اور عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر لیبارٹری کو گھور رہا تھا وہ حیران تھا کہ ڈاکٹر جوہر نے اتنی بڑی لیبارٹری زیر زمین کیسے بنائی وہ اس لیبارٹری میں پہلی بار آیا تھا اس لئے اس کی حیرانگی بجا تھی مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک کمرے میں پہنچے جہاں فرش پر تین لاشیں پڑی۔ پہلی نظر میں ہی وہ خود کشی کا کیس معلوم ہوتا تھا لیکن عمران نے جب غور سے انہیں دیکھا تو چونک پڑا لیکن خیریت گذری کہ ڈاکٹر جوہر عمران کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ بہر حال عمران نے ڈاکٹر جوہر سے تفصیلات پوچھیں تو اس نے بتایا کہ یہ لوگ پر اسرار طور پر اس کی لیبارٹری کا دروازہ دھر رہنا چاہتے تھے اس نے اسے گرفتار کر لیا لیکن انہوں نے خود کشی کر لی"

"یہ کب کی بات ہے"

"کل شام کی"، ڈاکٹر جوہر نے اطمینان سے جواب دیا۔

"ہوں لیکن ڈاکٹر صاحب آپ نے انکی تلاشی نہیں لی تھی"

"ملی تھی، لیکن کچھ نہیں ملا۔ صرف تین ریوالور سائنی جیب میں تھے جو میرے پاس محفوظ ہیں"

پھر انہوں نے زہر کہاں سے کھایا" عمران نے آنکھیں چمکاتے ہوئے کہا۔

"معلوم نہیں"

پھر عمران نے جلک کمان میں سے ایک کی لاش کاندھے پر اٹھائی اور دروازے سے باہر نکل آیا۔ ڈاکٹر جوہر بھی اس کے ساتھ ساتھ چلا آیا۔ ڈرائنگ روم میں اس نے لاش رکھی اور ڈاکٹر جوہر کو وہیں چھوڑ کر وہ دوسری لاش اٹھانے کے لئے چل دیا لیکن راہداری سے گزرتا ہوا وہ ٹھٹک گیا کیونکہ ایک کمرے کے باہر ایک تالا نیچے پڑا تھا اس نے تالا اٹھا کر دیکھا تو وہ کھولا نہیں گیا تھا بلکہ ریوالور سے توڑا گیا تھا اس نے حیرت سے شانے اچکائے اور پھر کمرے کا بند دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا کمرہ بالکل خالی تھا وہ ایک لمحے کے لئے خالی کمرے کو حیرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر اچانک اس کی نظریں کمرے کے روشن دان پر پڑیں اور وہ چونک پڑا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے کمرے سے باہر نکل کر تیزی سے راہداری میں دیکھا لیکن راہداری خالی تھی پھر اس نے کمرے میں آکر تیزی سے اچھل کر روشندان میں لگی ہوئی ایک سلاخ کو پکڑا۔ اور پھر ہلکی سی آواز کے ساتھ کمرے کی جنوبی دیوار اپنی جگہ سے ہٹ گئی اب وہ ایک اور کمرے میں تھا۔ اس کمرے میں داخل ہوتے ہی دیوار دوبارہ اپنی جگہ پر آگئی لیکن اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ پوری

طرح چھان بین کرتا کیونکہ پہلے ہی کافی دیر ہو گئی تھی۔
اور وہ ڈاکٹر جوہر کو مشکوک نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے اس
اس کمرے میں لگے ہوئے روشن دان کے ساتھ بھی وہی طریقہ اختیار
کیا اور وہ پھر دوبارہ پہلے کمرے میں آ گیا اس نے تیزی سے کمرے کا دروازہ
بند کیا اور بھاگتا ہوا راہداری سے ہو کر اس کمرے میں آیا جہاں لاشیں تھیں
اس نے پھرتی سے دوسری لاش اٹھا کر کاندھے پر رکھی اور تیزی سے راہداری
میں آیا سامنے سے ہی ڈاکٹر جوہر آتا دکھائی دیا۔
"ہیلو بہت دیر لگا دی" ڈاکٹر جوہر کے چہرے پر کچھ پریشانی تھی۔
"کچھ نہیں ذرا میں لاش کا طبی معائنہ کرنے لگ گیا تھا"
"طبی معائنہ تم ڈاکٹر ہو"
"ارے نہیں۔ مجھے دراصل شوق ہے دیکھوں ڈاکٹر معائنہ
کس طرح کرتے ہیں"
"پھر کیا نتیجہ نکلا"
"یہی کہ انہوں نے خودکشی کی ہے"
اور ڈاکٹر نے زور دار قہقہہ لگایا اب اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔
"لاؤ ایک لاش میں اٹھا لوں" اور ڈاکٹر نے بھی اندر جا کر ایک لاش
کندھے پر اٹھا لی۔ اور پھر وہ دونوں ڈرائنگ روم میں آ گئے۔
ڈاکٹر جوہر کی مدد سے عمران نے تینوں لاشیں اپنی کار کی ڈگی میں
ڈالیں اور ڈاکٹر جوہر سے ہاتھ ملاتا ہوا کار میں بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر جوہر اندر

لیبارٹری میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لیبارٹری سے باہر تھا۔ اب اس کی کار تیزی سے دانش منزل کی طرف بھاگ رہی تھی۔ اور عمران سوچ رہا تھا کہ ایک بار پھر خفیہ طریقے سے لیبارٹری کا جائزہ لے گا اور وہ اس بارے میں قطعی طور پر مشکوک ہو چکا تھا۔



ناول ملکیت وسکیننگ: ڈاکٹر حامد حسن

کیپٹن شکیل بڑی مستعدی سے لیبارٹری والے میدان سے دور ایک درخت پر بیٹھا دوربین لگائے ڈیوٹی دے رہا تھا۔ عمران کی کار لیبارٹری کے اندر جاتے اس نے دیکھ لی تھی اور اس کی رپورٹ اس نے واچ ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایکسٹو کو دے دی تھی اب شام ہو رہی تھی اور وہ اس ڈیوٹی سے قدرے اکتا گیا تھا۔ کیونکہ سارا دن درخت پر بیٹھے بیٹھے اس کے پٹھے اکڑ گئے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ درخت سے اتر کر کچھ دیر ٹہلے لیکن ایکسٹو کا حکم وبال جان کی طرح تھا جب وہ ملٹری سیکرٹ سروس میں تھا تو اس نے ایکسٹو کے بارے میں کافی حکایتیں سن رکھی تھیں۔ لیکن وہ ان سب کو افسانوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر وہ ایکسٹو

کی ماتحتی میں چلا جائے تو دن میں ایکسٹو کو افاب سے باہر نکالنے پر مجبور کر دے گا۔ لیکن اب جب وہ اتفاق سے ایکسٹو ٹیم میں شامل ہو گیا تھا تو اس کردہ تمام افسانے حقیقت نظر آ رہے تھے ایکسٹو کے معاملے میں وہ ابھی تک کچھ نہیں سمجھ سکا تھا۔ اس نے اپنے طور پر کوشش بھی کی تھی۔ لیکن وہ قطعی ناکام رہا۔ لیکن وہ اس ٹیم میں شامل ہو کر بہت خوش تھا کیونکہ ایکسٹو کو اس نے شاندار باس پایا تھا۔ اپنے ماتحتوں کی ہر تکلیف کا خیال رکھتا تھا۔ اور ٹیم میں اسے صفدر۔ عمران اور جولیا بے حد اچھے لگے تھے۔ بحیثیت دوست بھی اور بحیثیت ذہین آدمیوں کے بھی وہ ان کی شخصیتوں کا قائل تھا۔ عمران کا تو وہ گرویدہ ہو چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس جیسا بہترین صلاحیتوں کا شخص اپنی زندگی میں اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پہلے چند دن تو وہ اسے ایک بے وقوف سا آدمی سمجھا لیکن ماکازونگا کے کیس میں جو اس ٹیم کے ساتھ اس کا پہلا کارنامہ تھا۔ وہ اس کی صلاحیتوں کا دل کھول کر اعتراف کر چکا تھا۔ اس نے دیکھا کہ عمران ہر قسم کی سچویشن کو بخوبی ہینڈل کر سکتا ہے۔ وہ ٹیم کے چند ممبروں کی طرح عمران کی بکواس سے اکتاتا نہیں تھا بلکہ عمران کی بکواس اس کے لئے ہمیشہ دلچسپی کا باعث بنی رہی۔

اچانک وہ اپنے خیالات سے چونک پڑا کیونکہ اس نے لیبارٹری کا دروازہ زمین سے ابھرتے دیکھا۔ اس نے تمام خیالات اپنے ذہن سے جھٹک دیئے۔ اور چوکس ہو کر دیکھنے لگا دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک چھوٹی سی کار باہر نکلی اور پھر دروازہ زمین میں دھنس گیا۔ اس نے جلدی سے واچ ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو کو اس بارے میں اطلاع دی۔ وہاں سے تعاقب کرنے کی ہدایت پا کر وہ پھرتی سے درخت سے نیچے کودا اور بھاگتا ہوا نزدیکی جھاڑیوں میں چھپی ہوئی کار میں بیٹھ گیا اور پھر کار تیزی سے ناہموار میدان میں اچھلتی کودتی مین روڈ پر آ گئی۔ اس نے جگہ ہی ایسی چنی تھی کہ اگر کسی کا تعاقب کرنا پڑے تو وہ اس سے پہلے مین روڈ پر پہنچ جائے۔ اس کو معلوم تھا کہ ابھی ڈاکٹر جوہر کی لیبارٹری سے نکلنے والی کار اس سڑک پر نہیں پہنچی ہو گی۔ کیونکہ لیبارٹری کی ذاتی روڈ کافی طویل تھی۔ اس لئے اس کی کار آہستہ آہستہ سڑک پر رینگتی رہی۔ پھر بیک وقت اسے مطلوبہ کار تیزی سے اپنی طرف آتی دکھائی دی ایک لمحہ کے لئے اس کے ذہن میں خیال آیا کہ کار کو روک کر اس سے پٹرول کی درخواست کرے تاکہ وہ آسانی سے چلانے والے کی شکل دیکھ سکے۔ لیکن پھر اس نے یہ خیال بدل دیا کیونکہ اس طرح اس کار والے کے ذہن [illegible] جاتا اور تعاقب میں اس کی کار دیکھ کر وہ سمجھ جاتا

چنانچہ کار کی رفتار ویسی ہی رہی۔ چند ہی لمحوں میں پچھلی کار تیزی سے اسے پاس کرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ اس نے چلانے والے کی ہلکی سی جھلک دیکھی۔ جب آگے چلنے والی کار سے فاصلہ کافی ہو گیا تو اس نے بھی رفتار بڑھائی اور ایک مخصوص فاصلے سے اس کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ دونوں کاروں نے مختلف سڑکیں پارکیں اور پھر دونوں کاریں شہر کی مصروف ترین سڑک پر آگے پیچھے دوڑنے لگیں۔ اچانک آگے چلنے والی کار ایک بہت بڑے میڈیکل سٹور کے سامنے رک گئی۔ اور ایک دوہرے بدن کا آدمی کار سے نکل کر سٹور میں داخل ہو گیا۔ اس نے بھی اپنی کار فٹ پاتھ کے ساتھ لگا کر کھڑی کر دی اور اسٹور سے اس آدمی کے نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آدمی ہاتھ میں ایک بنڈل اٹھائے سٹور سے باہر نکلا۔ اور پھر کار دوبارہ تیزی سے سڑک پر بھاگنے لگی۔ اب اس کار کا رخ شہر سے باہر سول لائنز کی طرف تھا۔ جہاں امراء اور افسروں کی شاندار کوٹھیاں تھیں پھر کار ایک بہت بڑی کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی۔ کیپٹن شکیل کی کار کوٹھی کے پاس سے گزرتی چلی گئی۔ کوٹھی پر کوئی نیم پلیٹ موجود نہیں تھی۔ کیپٹن شکیل نے کار کافی فاصلے پر جا کر کھڑی کر دی اور خود واپس کوٹھی کی طرف چل پڑا کوٹھی کا عظیم الشان پھاٹک اب بند تھا دیواریں چونکہ کافی بلند تھیں۔ اس لئے ان کے

اندر دیکھنا ناممکن تھا۔ کیپٹن شکیل نے سوچا کہ کوٹھی کے اندر جا کر دیکھے۔ لیکن ایکسٹو نے اسے صرف تعاقب کرنے کے لئے کہا تھا اس لئے اس نے ایک درخت کے نیچے جا کر ایکسٹو کو کال کرنا شروع کر دی۔ تاکہ اس سے نئی ہدایات لے سکے۔ لیکن کافی دیر کی کوشش کے باوجود رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ اور کیپٹن شکیل نے ایک طویل سانس لے کر ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اب اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ کوٹھی کے اندر جا کر معلوم کرے گا۔ چنانچہ وہ تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کی پشت پر پہنچ گیا۔ یہ وہ کوٹھی نہیں تھی جس میں وہ چولیا کا تعاقب کرتا ہوا آیا تھا۔ آخر پشت کی دیوار میں اسے مطلوبہ جگہ مل گئی دیوار کے ساتھ کوئی درخت بھی نہیں تھا جس کے ذریعے وہ کوٹھی میں کود جاتا۔ چنانچہ اس نے پشت پر گندے پانی کا گٹر دیکھ کر اس گٹر میں سے اندر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن یہ دیکھ کر اس کی امیدوں پر اوس پڑ گئی کہ گٹر کا سوراخ موٹی جالی سے بند تھا۔ اس نے ایک بار پھر ادھر کا جائزہ لیا لیکن کوئی اور صورت نظر نہ آئی۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ اسی پر زور آزمائی کرے۔ اس نے زمین پر لیٹ کر سلاخوں سے زور آزمائی شروع کر دی۔ کافی اندھیرا پڑ چکا تھا اس لئے فی الحال دیکھے جانے کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے گرد و پیش سے کافی محتاط نظر آ رہا تھا

پہلا حصہ ختم ہوا ۔ ••

حامد حسن



ڈاکٹر حامد حسن

مظہر کلیم ایم اے

شاہراہِ ادب
اردو بازار — لاہور